

# پراسرار دنیا

پراسرار دنیا

شہاب شیخ



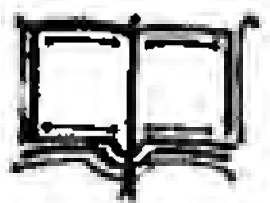
رات کی تاریکی میں راستہ بھٹک جانے والے ایک نوجوان کی سرگزشت

# پراسرار دنیا

مصنف: شہاب شیخ

روبی پبلی کیشنز

سیکنڈ فلور راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور



RUBY  
PUBLICATIONS

میں جب دوسرے میں گاؤں کے لیے روانہ ہوا تو موسم بالکل ٹھیک تھا اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ گاؤں تک کا راستہ بالکل صحیح ہو گیا ہے لیکن اپنا سفر شروع ہونے کے تقریباً تین گھنٹے بعد میں نے آسمان پر کالے کالے بادل آتے دیکھے تو میں نے دل ہی دل میں دعائیں مانگنا شروع کر دیں کہ بارش نہ ہو لیکن میری دعائیں بے اثر رہیں اور ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ اگر بارش اسی رفتار سے ہوتی رہے تب بھی میں اپنی کاری رفتار مناسب رکھتے ہوئے رات ہونے سے پہلے گاؤں پہنچ جاؤں گا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک میں گاڑی کو انتہائی آہستہ رفتار سے چلاتا رہا۔ کیونکہ بارش اتنی شدید تھی کہ سامنے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا اور کار صرف رنگ رہی تھی۔ جب بارش کا کچھ زور ٹوٹا تو اندازہ ہوا کہ اگر اس وقت بھی میں تیز رفتاری سے سفر شروع کروں تو پھر بھی مجھے گاؤں پہنچنے پہنچنے کافی رات ہو جائے گی۔ میں نے کاری رفتار بڑھادی لیکن کچھ ہی دیر بعد مجھے اپنے سامنے نوئی چھوٹی سڑک دیکھ کر کار کو آہستہ کرنا پڑا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ بارش کی وجہ سے سڑک بہت دور تک ٹوٹ چکی ہوگی۔ لہذا اب تیز رفتاری سے سفر کرنا ممکن نہیں۔ شام رخصت ہو رہی تھی اور ماحول پر ہلکا ہلکا اندھیرا چھانے لگا تھا۔ میں کاری رفتار آہستہ رکھتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے تک سفر کرتا رہا۔ سڑک شکستہ حالت میں ہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اندھیرا بڑھنے کے ساتھ ساتھ مجھے سردی کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا محسوس ہونے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ درست کر کے مزید اپنے جسم کے ساتھ چپکا لیا اور اپنے دستوں کی طرف تفریقی نظروں سے دیکھا جو اب تک میرے ہاتھوں کو کافی حد تک گرم رکھے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب گاڑی نہایت احتیاط کے ساتھ چلانے کی ضرورت تھی۔ لہذا میں مزید چوکس ہو کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔ میں اس بات پر حیرت زدہ تھا کہ آج میں نے کسی گاڑی کو اس روڈ پر شہری طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ایسی کوئی گاڑی نظر میں آئی تھی جو میرے پیچھے سے آنے کے بعد آگے چلی گئی ہو۔ میں کافی دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا اور ایک ہی نتیجے پر پہنچا کہ مجھے رواں لگی سے پہلے سڑک کے درست ہونے کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی وہ غلط تھی کیونکہ اب اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ سڑک پہلے سے ہی خراب ہے۔ اس لئے لوگ اس پر سفر نہیں کرتے۔ میں نے سوچا اگر مجھے بھی پتا چل جاتا کہ سڑک خراب ہے تو میں بھی آج روانہ نہ ہوتا۔

میں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ رات کے نو بجے رہے تھے لیکن اس علاقے اور موسم میں رات کے نو بجے یوں لگ رہا تھا جیسے آدھی رات بیت گئی ہو۔

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

ناشر	محمد عمران انجم
مطبع	طاہر حمید پرنٹرز
کمپوزنگ	ہاشمی کمپوزنگ سنٹر
	Ph: 7311965
قیمت	75/- روپے

روبی پبلی کیشنز

راچپوت مارکیٹ، اردو بازار لاہور

کچھ دیر بعد سڑک اور بھی زیادہ بری حالت میں نظر آنے لگی۔ میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی۔ اب کار تقریباً رینگ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھے اسی طرح سڑک ٹاپڑا تو گاؤں پہنچنے پہنچنے میں جھج ہو جائے گی۔

شہر میں میرا بہت اچھا کاروبار تھا۔ میں کیمیکل بنانے کی ایک فیکٹری کا مالک تھا۔ گاؤں میں ہماری کالی زمینیں تھیں جن پر فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ ہمارے گاؤں سے کالی دور ایک گاؤں حبیب آباد کے نام سے تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس گاؤں میں بکنے والی کچھ زمینیں خرید لی جائیں۔ اور اسی لیے میں گاؤں جا رہا تھا۔ میں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ حبیب آباد جا چکا تھا لیکن یہ بہت پرانی بات تھی۔ اس وقت میں میٹرک میں تھا اور اپنے ابا و ابا یعقوب کے ساتھ یہاں آیا تھا۔

ابا کے انتقال کے بعد میں نے سارا کاروبار منہمال لیا تھا۔ اب چونکہ میں کالی بڑا ہو گیا تھا اور اکلوتا وارث تھا اس لیے ابا کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں شادی کر لوں لیکن ابھی میں ان جمہیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ میں کچھ عرصہ اور آزاد زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

اچانک بادل زور سے گرنے لگے۔ میں نے بے اختیار آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک بار پھر بادل زور سے گرنے لگے اور بجلی کی چمک سے ایک لمحے کے لیے سارا ماحول روشن ہو گیا لیکن اگلے ہی لمحے ایک بار پھر ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد ہی بارش دوبارہ شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش اتنی تیز ہو گئی کہ مجھے کار روکنی پڑی۔ اس طوفانی بارش میں مزید سفر کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ میں نے کار کا انجن اشارت ہی رہنے دیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ کار کا انجن شارٹ رکھنے سے کار کے اندر کچھ گرمی رہے گی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد بارش کا زور ٹوٹا اور میں نے ایک بار پھر کار میٹر میں ڈال کر آگے بڑھا دی۔ میں نے رفتار آہستہ ہی رکھی کیونکہ اب بھی سامنے ٹوٹی پھوٹی سڑک ہی موجود تھی۔

اچانک میں نے سامنے سڑک پر ایک بہت بڑا گڑھا دیکھا۔ گڑھے کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ کار اس میں پھنس سکتی ہے۔ میں نے فوری بربک لگا دی۔ میرے سیدھے ہاتھ پر پہاڑ جبکہ اٹے ہاتھ پر گہری کھائی تھی۔ میں اس وقت بالکل بے بس ہو چکا تھا۔ کہیں کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا جہاں سے میں کار کو آگے بڑھا سکوں۔

سڑک پر گڑھا ہونے کی وجہ بارش تھی۔ شاید اس جگہ سڑک کمزور تھی اس لیے بارش کی وجہ سے زیادہ ٹوٹ گئی تھی اور گڑھا پڑ گیا تھا۔ یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ اس گڑھے میں سے پانی ایک طرف نکل گیا تھا اور مجھے گڑھا نظر آ گیا تھا ورنہ اگر پانی اس گڑھے میں بھرا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ میری کار اس میں پھنس جاتی یا کوئی حادثہ پیش آ جاتا۔

کالی دیر غور و فکر کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ فی الحال آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لہذا رات یہاں پر ہی بسر کرنا پڑے گی۔ صبح ہونے پر میں کچھ پتھر وغیرہ اس گڑھے میں بھر کر کار آگے لے جا سکتا تھا۔ ہر طرف پھیلے گہرے اندھیرے میں اس وقت میرے لیے کچھ کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ میں ایسی کوئی کوشش نہ کرتا تو ہو سکتا تھا کہ کسی چھوٹے پتھر کو اٹھاتے پر بڑے بڑے پتھر پہاڑ پر سے

گرنے لگتے کیونکہ اکثر پتھر ایک دوسرے کی وجہ سے جھے ہوتے ہیں اور اگر ایک پتھر کو ہلا دیا جائے تو پھر دھڑا دھڑ پتھر گرنے لگتے ہیں۔ اور اس خوفناک تاریکی میں مجھے اپنی جان بچانا مشکل ہو جاتی کیونکہ دوسری طرف کھائی تھی اور میری ذرا سی غفلت مجھے موت کے منہ میں لی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ سڑک کے آس پاس موجود جھاڑیوں میں کئی قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑوں کا بھی خطرہ تھا۔

کچھ دیر میں یونہی بیٹھا صورت حال پر غور کرتا رہا اچانک مجھے خیال آیا کہ مجھے گاڑی اشارت نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اس طرح پٹرول کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میں نے گاڑی کا انجن بند کر دیا اور گاڑی کے اندر کی لائٹ جلا لی۔ انجن بند ہونے کے کچھ دیر بعد مجھے سردی بڑھ جانے کا احساس ہوا۔ بارش رک چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے کار سے نیچے اتر کر باہر کا جائزہ لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں رات آرام سے بسر ہو سکے۔ اس شدید سردی میں رات کار میں نہیں گزاری جا سکتی تھی۔

میرے سیدھے ہاتھ پر نظر آنے والا پہاڑ زیادہ اونچا نہیں تھا اور اس کی بنیاد بھی ایسی تھی کہ میں تھوڑی سی کوشش کے بعد اس کی چوٹی پر پہنچ سکتا تھا۔ پہاڑ کی اونچائی وغیرہ کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ جہاں تک پہاڑ موجود تھا وہاں تاریکی زیادہ تھی اور اس کے بعد تاریکی میں کسی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہاں مجھے جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ بادل آسمان اور فضا ہے۔

میں نے پچھلی سیٹ پر موجود اپنے بیگ میں سے ٹارچ نکالی۔ اسے جلا کر چیک کیا ٹارچ ٹھیک کام کر رہی تھی۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا زمین پر قدم رکھنے سے پہلے میں نے ٹارچ کی روشنی میں زمین کا جائزہ لیا۔ میری نظروں کے سامنے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس گڑھے سے جھٹ کر صاف سڑک پر قدم رکھ دیا۔ اپنا بیگ اٹھا کر کندھے سے لٹکایا اور کار کا دروازہ لاک کرنے کے بعد میں نے ٹارچ کی روشنی کی مدد سے آس پاس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی تھی اور چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں بارش کا پانی جمع تھا۔ پھر پہاڑ پر موجود پتھروں اور جھاڑیوں وغیرہ کو دیکھنے لگا۔ جس جگہ میں اس وقت کھڑا تھا یہاں سے پہاڑ پر چڑھنا کھلی مشکل تھا۔ یہاں کئی چھوٹے بڑے پتھر موجود تھے اور اونچائی پر تو کئی ایسی بڑے پتھر تھے جو اگر مجھ پر گر جاتے تو نہ صرف مجھے زخمی کر سکتے تھے بلکہ کسی بڑی کھائی میں گر کر میں موت کے منہ میں بھی جا سکتا تھا۔ میں نے مفکر درست کر کے اپنے کان اور ناک پر پٹی لٹائی۔ دستانے اور کوٹ درست کرنے کے بعد میں ٹارچ کی روشنی زمین پر ڈالنا ہوا دھیرے دھیرے کار کی مخالف سمت چلنے لگا۔

کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ رک کر میں نے ایک بار پھر پہاڑ پر روشنی ڈالی۔ یہاں بھی بڑے بڑے پتھر دیکھ کر میں نے اوپر چڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آگے بڑھنے لگا۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پہاڑ کا جائزہ لیا تو مجھے کچھ اطمینان ہوا یہاں زیادہ پتھر نہیں تھے۔ بڑا اور خطرناک پتھر تو کوئی تھا ہی نہیں۔ میں نے میس سے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ میں نے آہستہ آہستہ نہایت محتاط انداز سے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ مسلسل اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے اب میری

کچھ دیر بعد میں پاڑ سے نیچے اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب ایک بار پھر میرے سامنے ایک وسیع میدان موجود تھا۔ اچانک آسمان پر بجلی کی چمک دکھائی دی اور ساتھ ہی بادل گر بنے گئے۔ بجلی کے چمکنے سے چند لمحوں کے لیے سارا منظر روشن ہو گیا۔ میں نے کچھ دور تین عمارتیں دیکھیں جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلے اور کافی شکستہ حال میں کھڑی تھیں۔ میں نے نارنج کی روشنی ایک بار پھر اپنے عقب میں ڈال کر تلی کی کہ وہ ڈھانچہ میرے پیچھے تو نہیں آ رہا ہے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں اب کافی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔

کچھ دیر چلنے کے بعد میں ان شکستہ عمارتوں کے قریب پہنچ گیا۔ رات کے اند میرے میں وہ عمارتیں ایک دہشت ناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ ٹھہر کر سوچنے لگا کہ مجھے ان عمارتوں میں جانا چاہیے یا نہیں۔ کچھ ہی دیر پہلے ڈھانچے والا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے میں کچھ خوفزدہ تھا اسی لیے احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے عمارت کے کسی ایسے حصے میں سے داخل ہونا چاہیے جہاں سے میں کسی خطرے کی صورت میں فوراً باہر آ سکوں اور اگر کوئی واقعہ پیش نہ آئے تو میں رات آرام سے بسر کر لوں۔ میں احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے سامنے موجود عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ نارنج اب بھی میں نے روشن کر رکھی تھی۔ عمارت کے بالکل قریب پہنچ کر میں ایک بار پھر رک گیا۔ عمارت کے بیرونی حصے پر کوئی دروازہ موجود نہیں تھا یوں لگتا تھا کہ دروازہ اکھاڑ کر لے جایا جا چکا ہے۔ میں ڈرتے ڈرتے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے عمارت کافی وسیع و عریض تھی اور نارنج کی روشنی میں جہاں تک میری نگاہ کام کر رہی تھی سوائے راہداری کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چند قدم اور آگے بڑھنے کے بعد رک گیا۔ پھر میں نے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف نارنج کی روشنی ڈالی وہاں مجھے ایک کمرہ نظر آیا جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ عمارت کے چوکیداروں کے لیے بنایا گیا ہو گا۔ میں نے سوچا کہ اسی کمرے کا جائزہ لیا جائے کیونکہ میرے خیال میں میرے لئے یہی مناسب جگہ تھی۔ یہاں سے کسی بھی وقت فوراً دوڑ کر عمارت سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔ میں کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ نوٹا ہوا دروازہ ایک جانب کو جھکا ہوا تھا۔ میں نے کمرے کے اندر ایک قدم رکھنے کے بعد نارنج کی روشنی میں جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اندر جگہ جگہ کڑی کے جالے نظر آ رہے تھے اور سارا کمرہ مٹی سے اتا پڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر تھوڑی سی جگہ صاف کر لوں تو یہاں آرام سے صبح تک کا وقت گزارا جا سکتا ہے۔

تھوڑی دیر میں میں نے کمرے کا ایک گوشہ منتخب کر لیا اور اپنے بگ میں سے اٹنی ایک قبضہ نکال کر زمین سے مٹی صاف کر کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔ پھر اپنا بیک ایک طرف رکھ کر میں خود زمین پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہی مجھے زمین ٹھنڈی ہونے کا احساس ہونے لگا تو میں نے بیک سے توبہ نکال کر نیچے بچھا لیا اور صحت کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد میں بالکل مطمئن ہو چکا تھا۔ ایسے میں مجھے سگریٹ کی طلب محسوس ہونے لگی۔ میں نے سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا اور ایک سگریٹ نکال کر اس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ میں اب بھی ڈھانچے والے واقعے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ایسے جواز تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا جن

آئینے اس قابل ہو سکی تھیں کہ میں آس پاس کی چیزیں با آسانی دیکھ سکتا تھا۔ پہاڑ کی دوسری جانب ایک میدان تھا لیکن اس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ میدان کہاں ختم ہو رہا ہے اور اس کے بعد کیا ہے۔

میں ہمت کر کے آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ نارنج میں نے اب بھی روشن کر رکھی تھی۔ اچانک میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ میرے سامنے ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں شدید خوفزدہ ہو گیا لیکن جلد ہی سنبھل گیا۔ میں نے نارنج کی روشنی میں ڈھانچے کا تفصیلی جائزہ لیا۔ میں دیکھتا چاہتا تھا کہ کیا اس کے جسم پر کہیں گوشت ہے۔ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے کسی درندے نے تو نہیں مارا۔ ایسی صورت میں اس کے جسم پر کہیں تھوڑا بہت گوشت ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مارنے والا درندہ آس پاس ہی موجود ہو اور مجھے بھی اپنا شکار بنا لے۔ میں نے بے اختیار اپنے آس پاس ہر طرف نارنج کی روشنی ڈالی لیکن کسی درندے وغیرہ کو موجود نہ پا کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں ایک بار پھر اپنے سامنے موجود ڈھانچے کا جائزہ لینے لگا۔ جونہی میری نگاہ اس کی ٹانگوں پر پڑی تو حیرت اور خوف کی ایک لہری میرے جسم میں دوڑ گئی۔ ڈھانچے کی ٹانگیں اس جگہ موجود نہیں تھیں جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے تھیں۔ اب ان کی جگہ بدل چکی تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اسے اپنا دہم سمجھا اور اپنے آپ کو سمجھانے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ ڈھانچہ خود بخود اپنی حالت تبدیل کر لے۔ پھر ایک خیال مجھے یہ بھی آیا کہ ہو سکتا ہے میرے پاؤں سے کوئی چھر ل چلا گیا ہو جس کی وجہ سے ڈھانچے کی ٹانگیں بھی اپنی جگہ سے ال گئی تھیں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے ڈھانچے کا ایک ہاتھ تھوڑا سا ہلاتا ہوا محسوس کیا۔ ایک بار پھر خوف اور حیرت نے مجھے بکڑ لیا۔ میں بے اختیار اس کے پاس سے ہٹنے لگا لیکن میں جیسے جیسے آس ڈھانچے سے دور ہو رہا تھا اس کے ہاتھ اور بیروں میں حرکت پیدا ہو رہی تھی۔ اب کسی شک و شبہ کی محفائش نہیں رہی تھی۔ میں فوراً میدان کی طرف دوڑ پڑا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ ڈھانچہ میرے پیچھے آ رہا تھا۔ میں اپنی پوری رفتار سے دوڑنے لگا۔ اچانک ایک جگہ پہنچ کر مجھے رکنا پڑا کیونکہ یہاں سے آگے بہت گہرائی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں سے اس پہاڑ کی اترائی ہے جس پر چڑھ کر میں آیا تھا۔ میں نے نارنج کی روشنی ایک بار پھر اپنے عقب میں ڈالی۔ ڈھانچے کو اپنے عقاب میں نہ پا کر مجھے اطمینان ہوا۔ سانس ہموار ہونے کے بعد میں نارنج کی روشنی ڈال کر نیچے اترنے کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ جلد ہی مجھے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سے میں با آسانی نیچے اتر سکتا تھا۔ میں احتیاط کے ساتھ نیچے اترنے لگا۔

میں نے سمجھنے سے لے کر اب تک بے شمار خوفناک اور دہشت ناک قصے سنے تھے لیکن میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ آج جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا تھا اس کی وجہ سے مجھے کچھ یقین آ رہا تھا کہ دنیا میں بھوت پریت کا وجود ہے۔ میں اب تک اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعے پر عمل طور پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ میرے دل میں اب بھی یہ خیال موجود تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ یا تو میری آنکھوں کا دھوکا تھا یا پھر سراسر غلط فہمی تھی۔

لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں ٹارچ جلانے سے کوئی گزیو نہ ہو جائے۔ میں نے ٹارچ آف ہی رکھنے کا فیصلہ کیا اور اندھیرے میں جس قدر نظر آ رہا تھا اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھنے کی ٹھان لی۔

میں اندازے سے اسی راستے پر چل پڑا جہاں سے اس حویلی تک آیا تھا۔ میں تیز نہیں چل سکتا تھا کیونکہ تیز چلنے سے ٹھوکر لگ جانے کا خطرہ تھا لیکن میں تیز چلنا چاہتا تھا تاکہ جلد از جلد کار تک پہنچ سکوں۔

کچھ دیر بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے مجھے پہاڑ پر چڑھنا تھا۔ رات کی تاریکی میں پہاڑ پر چڑھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کسی بھی وقت ذرا سی غفلت کے سبب میں بیچے گر کر زخمی یا ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد ایک خطرہ اس ڈھانچے کا بھی تھا جو مجھے اس پہاڑ پر ملا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس جگہ سے واپس نہیں چڑھنا چاہئے بلکہ یہاں سے ہٹ کر کسی اور طرف سے اوپر چڑھنا چاہئے اور پھر پہاڑ کے دوسری طرف اترنے کے بعد اپنی کار تک پہنچ جانا چاہئے۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے سیدھے ہاتھ کی طرف چل دیا پھر ایک مناسب جگہ دیکھ کر میں رک گیا۔ اندھیرے میں اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ جگہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے مناسب رہے گی لیکن ٹارچ جلا کر تسلی کرنا ضروری تھا۔ میں نے ہمت کر کے ٹارچ چلائی اور پہاڑ پر روشنی ڈال کر جائزہ لینے لگا۔ جگہ میرے اندازے کے مطابق اوپر چڑھنے کے لیے واقعی مناسب تھی۔ یہاں بڑے پتھر نہیں تھے اور کچھ جھاڑیاں بھی تھیں جو اوپر چڑھنے میں میری مددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ میں نے ٹارچ آف کر دی اور احتیاط کے ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔

ابھی میں نے آدھا قاصل ہی طے کیا تھا کہ مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ آوازیں کالی مدہم تھیں اسی لئے میں اپنی جگہ ٹھہر کر ان آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اسکے ہی لمحے خوف کی لہریں مجھے اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئیں۔ یہ ویسی ہی آوازیں تھیں جیسی وہ ڈھانچے نکال رہے تھے جنہیں میں ٹوٹی ہوئی عمارت میں دیکھ چکا تھا۔ یہ آوازیں پہاڑ کے اوپر سے آرہی تھیں۔ اس وقت میں ہمت پریشان ہو گیا تھا۔ ان ڈھانچوں کی اوپر موجودگی کی وجہ سے میں کار تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور کار تک نہ پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اس علاقے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ابھی میں اسی شش و پنج میں تھا کہ مجھے اوپر سے آہٹیں سنائی دیں۔ میں نے بے اختیار اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی چیز حرکت کرتی دکھائی دی لیکن اندھیرے کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دیر پہلے میں نے جو آوازیں سنی تھیں وہ ڈھانچوں کی تھیں۔ اس لئے اوپر جو چیز حرکت کر رہی تھی وہ ڈھانچے ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے میری طرف اتر رہا ہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں بے انتہا بڑھ گئیں۔ جو کوئی بھی میری طرف آ رہا تھا وہ میرے کالی قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے بے اختیار بیچے دیکھا لیکن مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اندھیرے میں تیزی سے بیچے اترتا میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اب میرے پاس ٹارچ جلا لینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی بیچے ڈالنے کے بعد فوراً اوپر بھی ڈالی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ واقعی کچھ انسانی ڈھانچے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے فوراً ٹارچ کا رخ نیچے کی جانب کیا اور روشنی کی مدد سے بیچے اترنے لگا۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا جیسے وہ ڈھانچے میرے قریب پہنچ گئے ہیں اور اسکے چند لمحوں میں میرے

سے ثابت ہو سکے کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حقیقت نہیں تھی۔ ابھی میں اسی ادھیڑ میں مصروف تھا کہ مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ لوگ سخت چڑے کے جوتے پہنے ہوئے چل رہے ہوں۔ میرا دل انجانے خوف سے تیز تیز دھڑکنے لگا۔ میں نے جلدی سے سرگٹ اپنے جوتے کے بیچے بجا دیا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے باہر جھانک کر دیکھا۔ اگلے ہی لمحے مجھے اپنی رگوں میں خون جتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ جو منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا وہ کسی کمزور اعصاب کے شخص کا دل بند کر سکتا تھا۔ میری حالت بھی اس وقت بہت بری تھی۔ مجھے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی وقت میرا دل بند ہو جائے گا۔ راہداری میں آٹھ دس انسانی ڈھانچے موجود تھے۔ انہوں نے کندھوں پر کالی چادریں اوڑھ رکھی تھیں جو ان کے منھوں سے اوپر تک کا جسم ڈھانچے ہوئی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں جلتی ہوئی لائٹیں چلا رکھی تھیں اور وہ حویلی کے اندر کی طرف جا رہے تھے۔ ان کی پیروں کی ہڈیوں سے ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جیسے انہوں نے سخت چڑے کے جوتے پہن رکھے ہوں۔

میں انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ ہمت دور جانے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ نہیں گئے۔ اس دہشت ناک منظر کو دیکھنے کے بعد میں کالی دیر اپنی جگہ بنا رہا کہ کوشش کے باوجود میں اپنے جسم کو حرکت میں نہ لاسکا۔ ایسا لگتا تھا جہم میں سے جان نکل گئی ہو۔ پھر جب ذرا کچھ حواس بحال ہوئے تو مجھے پتہ چلا کہ میرا جسم لرز رہا ہے۔ میں اپنے اڑے ہوئے ہوش و حواس کو بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن میں اپنے دل کو خوف کے شکنجے سے آزاد کرانے میں ناکام رہا۔

میں وہیں آکر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے میں وہیں بیٹھا اپنے دل کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے ساتھ پہاڑ پر جو ڈھانچے والا واقعہ پیش آیا تھا وہ جھوٹ تھا لیکن ابھی تو وہی دیر پہلے میں کئی ڈھانچوں کو دیکھ چکا تھا اس کے بعد میرے پاس پہلے والے واقعے کو غلط ثابت کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد اس آسیب زدہ علاقے سے نکل جانا چاہئے۔ میں کار میں بیٹھ کر واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے جلدی سے تویہ بیگ میں رکھا اور ٹارچ منبھال کر کمرے سے باہر نکلے لگا۔ ابھی میں باہر قدم رکھتا ہی چاہتا تھا کہ مجھے اپنی جگہ رک جانا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے سے وہی ڈھانچے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے سامنے سے گزرے تھے واپس آ رہے تھے۔ میں فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ جیسے جیسے ان ڈھانچوں کے قدموں کی آوازیں قریب آرہی تھیں میرے دل کی دھڑکنیں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ مجھے خوف کی شدت سے منہ ڈے پینے آ رہے تھے کہ انہیں کسی طرح میرے بارے میں پتہ نہ چل جائے یا کہیں وہ اندر ہی نہ آجائیں۔

اب ان کے قدموں کی آوازیں بالکل قریب آچکی تھیں اور مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا دل کسی بھی وقت اچھل کر حلق سے باہر آ جائے گا۔ میں سانس روکے کھڑا تھا اور پوری طرح سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ تھا۔ آہستہ آہستہ ان ڈھانچوں کی آوازیں دور ہوتی محسوس ہونے لگیں اور پھر کچھ دیر بعد بالکل خاموشی چھا گئی۔ میں نے نہایت احتیاط سے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا۔ آگے بڑھنے کے لیے مجھے ٹارچ جلانے کی ضرورت تھی

ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے میں نے بے اختیار تیزی کے ساتھ نیچے طرف دوڑنا شروع کر دیا اور یہ تیزی میرے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے کی جانب لڑھکنے لگا۔ میں نے اس افرا تفری میں ایک جھاڑی کو پکڑنے کی کوشش بھی کی لیکن مجھے نیچے گرنے سے روکنے میں کوئی مدد نہ دے سکی۔ پھر اچانک میرا سر کسی پتھر سے ٹکرا گیا اور اس بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔

☆.....☆.....☆

جب میری آنکھ کھلی تو فوری طور پر مجھے کچھ یاد نہیں آیا کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آچکے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ مجھے سب کچھ یاد آئے لگا اور جب سب کچھ یاد آگیا تو مجھے یہ تصویریں ہوئی کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور کس کے قبضہ میں ہوں۔ میں اس وقت ایک چارپائی پر نہایت گرم بستری میں لیٹا ہوا تھا۔ میں جس کمرے میں تھا وہ کافی چھوٹا تھا۔ یہاں ایک دوا ٹھکانا تھا۔ کمرہ کچی مٹی کا بنا ہوا تھا لیکن کافی گرم تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہاں کہیں آگ بھی جل رہی ہے۔ میں نے گردن اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیتا چاہا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ گردن میں اسٹننے والے شدید درد کی وجہ سے میں کراہ اٹھا۔ میرے سر اور جسم پر کئی جگہ شیلیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا۔ جس کا عجیب و غریب علیہ قلعہ واڑھی کے بال کالے تھے لیکن دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے بہت بد چمکے تھے۔ اس نے سر پر کپڑے کی ٹوپی پہن رکھی تھی جو اس کے سر کے لحاظ سے کافی چھوٹی تھی اور اس نے سر کے کچھ حصے کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ویسے کی روشنی میں بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے سے وحشت ناک ہنس رہی تھی۔ اس نے ایک لمبا پنڈ پھنک رکھا تھا اور گلے میں بڑے بڑے موتیوں کے ہار تھے۔ وہ قریب ہی چارپائی پر بیٹھ گیا اور میرے چہرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ وہ یقیناً میری آواز سن کر اندر آیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا: ”کیا تم اپنے آپ کو ٹھیک محسوس کر رہے ہو؟“

”ہاں... لیکن تم کون ہو...؟“ میں اپنا جملہ مکمل نہیں کر پایا تھا کہ اس شخص نے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

”سب معلوم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں لیکن پہلے تم کچھ کھالو۔ میں تمہارے لئے دودھ لاتا ہوں۔“ اس نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سر کے بال بھی بہت لمبے تھے۔ اس کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے میں میری چارپائی اور بستر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر دھیرے سے اپنی گردن کو اٹھانا چاہا لیکن جیسے ہی مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی گردن اٹھا نہیں پاؤں گا، میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ میری گردن تھوڑی بہت دائیں بائیں تو ہل رہی تھی لیکن میں سر کو چارپائی سے اٹھا نہیں سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ہاتھوں میں

ڈھانچے ان ڈھانچوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ میرا نام شاکال ہے۔ میں بہت سے پراسرار علوم کا ماہر ہوں اور ان ڈھانچوں کے خلاف جنگ کر رہا ہوں۔

"لیکن... یہ ڈھانچے کون ہیں... کہاں سے آئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔ شاکال کی باتیں سن کر میں کافی حد تک پریشان ہو چکا تھا۔

"یہ ڈھانچے ایک اور پراسرار علوم کے ماہر شاما کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔ شاما اور میں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں لیکن شاما نے استاد سے بہت کچھ سیکھے کے بعد اپنے علم کو غلط طریقے سے استعمال کرنا شروع کر دیا وہ برائی کی طرف راغب ہو گیا۔ پھر استاد نے اپنے انتقال کے وقت مجھے حکم دیا تھا کہ میں کسی طرح شاما کو ختم کر دوں یا اسے راہ راست پر لے آؤں۔ تب سے اب تک میں اس کے خلاف جنگ کر رہا ہوں۔"

"تو کیا تمہیں اپنے مقصد میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ابھی تو کچھ خاص کامیابی نہیں ہوئی لیکن میں کسی بھی وقت اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔" شاکال نے جواب دیا۔

اس کی باتیں مجھے مسلسل پریشان کئے ہوئے تھیں۔ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے بتایا کہ وہ ڈھانچے کسی انسان کی روح کو قید کر دیتے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"شاما نے روجوں کے لیے ایک قید خانہ بنا رکھا ہے اور وہ ان قیدی روجوں سے مختلف کام لیتا رہتا ہے۔" شاکال نے جواب دیا۔

شاکال کی باتیں سن کر میں بہت دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر میں نے تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک کر اس سے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کہ میں کب یہاں سے جا سکتا ہوں اور کس طرح؟"

شاکال کچھ دیر خاموش رہا۔ وہ نفا میں مسلسل گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "تمہیں پہلے تو صحت مند ہونا ہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ میرے پاس رہنا ہوگا۔ میں نے یہاں سے ایک خاص دوری تک حصار کھینچ دیا ہے۔ تم اس حصار کے اندر رہو گے تو محفوظ رہو گے اور اگر اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گے تو پہلے تمہیں اپنا سانس ٹھنکا محسوس ہوگا اس کے بعد تم بے ہوش ہو جاؤ گے۔ تمہارے بے ہوش ہونے ہی ڈھانچے اپنا کام شروع کر دیں گے۔ بہر حال تم ذرا صحت یاب ہو جاؤ پھر میں تمہیں بتا دوں گا کہ میرے حصار کی کھینچی ہوئی حد کہاں تک ہے۔ حصار کے اندر چاہے تم گھومو پھر دو۔ سوتے رہو یا جاگتے رہو تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوگا لیکن حصار سے باہر جاتے ہی تم شاما کا شکار ہو جاؤ گے۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔ میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور میں ایک بار پھر سوچوں میں ڈوب گیا۔ پھر نہ جانے کس وقت میں سو گیا۔

"اٹھو سلطان۔ اب کچھ کھانسی لودرنہ تمہیں اور کمزوری ہو جائے گی۔" شاکال نے مجھے نیند سے جگاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں کافی

ایک مٹی کا پیالہ تھا۔ اس نے میرے قریب بیٹھنے کے بعد پیالہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو.... دودھ پی لو۔"

"میں گردن نہیں اٹھا سکتا۔" میں نے اسے بتایا۔

"اچھا رکھو...." اس نے کہا اور دودھ کا پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد اس نے میری گردن کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر دھیرے دھیرے اس نے مجھے تقریباً بٹھا دیا۔ اپنا گھٹنا میری پشت پر رکھنے کے بعد اس نے جبکہ کر پیالہ اٹھایا اور بولا۔ "لو.... اب پی لو۔"

میں اس کے گھٹنے کے سارے آرام سے بیٹھ چکا تھا۔ بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد مجھے اپنے سر میں شدید درد محسوس ہوا لیکن میں اسے برداشت کرتے ہوئے دودھ پیتا رہا۔ مجھے اندازہ تھا کہ پیالے سے گرنے کی وجہ سے مجھے جو چوٹیں لگی ہیں وہ یقیناً کافی تکلیف دیں گی اور مجھے بہت کے ساتھ تکلیف برداشت کرنی پڑائیں۔

کچھ دیر بعد میں نے سارا دودھ پی لیا۔ اب میں اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ میں نے پیالہ اس شخص کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد بہت احتیاط سے مجھے لٹا دیا۔ پھر وہ پیالہ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا گیا اور میں سوچنے لگا کہ آخر یہ شخص کون ہے؟

دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے اس طرف دیکھا۔ وہی شخص کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ میرے قریب بیٹھنے کے بعد بولا۔ "ہاں... اب بتاؤ تم کون ہو اور اتنی سردی اور بارش میں پیالے پر کیا کر رہے تھے جہاں سے گر پڑے ہو۔" میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا اور اپنے ساتھ گزرنے والے پراسرار واقعات بھی بتائے۔ میں نے اپنی مشکوک ختم کرنے کے بعد اس سے پوچھا۔ "تم کون ہو.... اور یہ بتاؤ کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟"

وہ کچھ دیر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرنے سے، بعد بولا۔ "یہ بات یقیناً تمہارے لئے خوشی کا باعث ہے کہ تم زندہ بچ گئے ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ تمہارے لیے کچھ بری خبریں بھی ہیں۔" وہ اٹھ کر خاموش ہو گیا اور کچھ سوچنے لگا۔

"کیسی بری خبریں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش فضا میں گھورتا رہا پھر بولا۔ "تمہاری روح اور جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔"

میں اس کی بات سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں اس کی بات سے جو نتیجہ اخذ کر سکا وہ یہی تھا کہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کون ہے جو مجھے مارنا چاہتا ہے؟"

"میں نے کب کہا کہ کوئی تمہیں مارنا چاہتا ہے۔ تم میری بات سمجھ نہیں سکے.... خبر.... میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ تم انسانی ڈھانچوں کے جس پکر میں پھنس گئے تھے وہ بلاؤں کی ایسی قسم ہے جو کسی بھی انسان کو گرفت میں لینے کے بعد اس کی روح اور جسم پر علیحدہ علیحدہ قبضہ کر لیتی ہیں۔ پھر اس انسان کو اردو فینز کے لیے ا کا گوشت اتار کر اسے بھی ڈھانچہ بنا دیا جاتا ہے اور یوں وہ



آکر میں نے دیکھا کہ ہم لوگ کسی پہاڑ کے اوپر ہیں۔ کچھ دور ہی نیچے کا منظر نظر آ رہا تھا اور وہاں بھی پہاڑی پہاڑ تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران بھی تھا اور کچھ پریشان بھی کہ شاکل مجھے کہاں لے آیا ہے۔ کیونکہ آس پاس کا ماحول دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ جس جگہ میں رات کو بے ہوش ہوا تھا نہ تو یہ وہ علاقہ ہے اور نہ ہی اس کے آس پاس کا کوئی علاقہ۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں شاکل سے اس بارے میں کچھ پوچھوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس وقت اس سے اگر میں زیادہ سوالات کروں گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ برا مان جائے اس کے علاوہ مجھے امید تھی کہ وہ خودی کسی وقت سب کچھ بتا دے گا۔

"وہ جو دوسرا پہاڑ نظر آ رہا ہے وہاں تک تمہارے چلنے پھرنے کی حد ہے۔" شاکل نے سامنے موجود پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا پھر دائیں بائیں اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "ان دونوں اطراف تم اسی پہاڑ پر رہ سکتے ہو جس پر ہم اس وقت موجود ہیں۔ پیچھے کی طرف بھی تمہیں اسی پہاڑ کی حدود میں رہنا ہوگا۔ دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف یہ پہاڑ دور تک پھیلا ہوا ہے۔"

"ان کمروں میں کوئی اور بھی رہتا ہے؟" میں نے عام سے انداز میں پوچھا اور کوشش کی کہ شاکل کو میرے جملے سے بالکل اندازہ نہ ہو کہ میرے اندر ان کمروں کو دیکھ کر ان کے متعلق جاننے کی شدید خواہش پیدا ہو چکی ہے۔ میں ہر لحاظ سے اپنا رویہ محتاط رکھنا چاہتا تھا تاکہ شاکل کو کسی بھی وقت یہ احساس نہ ہو کہ میں اس کے لیے کوفت یا بوریت کا سبب بن رہا ہوں۔ میرے سوال پر شاکل کچھ دیر سوچا رہا پھر بولا۔ "یہ کمرے میرے مہمانوں کے لیے ہیں اور کچھ میں ان پر اسرار حلقوں رہتی ہے۔ اکثر یہاں مہمان آتے رہتے ہیں۔ ابھی تین دن پہلے ہی میرے کچھ دوست یہاں تھے اور ان سے پہلے بھی کچھ دوست آئے ہوئے تھے۔" میں نے ان پر اسرار حلقوں کے بارے میں اس سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور بولا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ میں کب تک یہاں سے چلا جاؤں گا؟ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میں تم پر بوجہ بنوں۔" میری بات سن کر وہ کچھ سنجیدہ ہو گیا۔ میں سمجھا کہ شاید وہ میری بات پر ناراض ہو گیا ہے لیکن وہ ہنس کر بولا۔ "دیکھو یہ بات تو تم بھول جاؤ کہ تم کبھی بھی مجھ پر بوجہ بن سکتے ہو جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ اکثر میرے دوست وغیرہ یہاں آتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی تو یہاں ایک ہی وقت میں تین تین چوتھیں پچیس لوگ بھی آجاتے ہیں لیکن آج تک میرے دل میں کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ کوئی مجھ پر بوجہ بن رہا ہے اور پھر یوں کچھ لوگ کہ تم بھی آج سے میرے دوستوں میں شامل ہو گئے ہو اور رہی یہ بات کہ تم کب تک یہاں سے جا سکتے ہو تو اس سلسلے میں میں تمہیں یہی کون گاکہ میں کوشش کروں گا کہ تم جلد از جلد اپنے گھر چلے جاؤ لیکن کچھ دن ابھی بہت زیادہ احتیاط کرنا ہوگی کیونکہ شاکل کے ساتھی یقیناً تمہاری تلاش میں ہوں گے اگر میں بحفاظت تمہارے گھر چھوڑ آؤں اور تمہارے گرد حلقے حصار کھینچ دوں یا تمہیں کوئی تعویذ وغیرہ دے دوں جس سے تم شام سے محفوظ رہ سکو تب بھی مجھے غفر ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے کہ شام سے کچھ ایسے بھی مل سیکرے کہ ہیں جن کی وجہ سے وہ کئی معاملات میں مجھے گھٹت دے سکتا ہے پہلے بھی میں کئی مرتبہ چند معاملات میں اس سے گھٹت کھا چکا ہوں۔"

میں شاکل کی باتیں سن کر خاموش ہو گیا۔ شاکل سمجھا کہ شاید میں اس کی باتیں سن کر پریشان

روشنی تھی۔ یہ روشنی دھواڑے اور اس روشندان سے آ رہی تھی جسے میں گردن میں ورد ہونے کی وجہ سے رات میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ روشندان ایسی جگہ تھا کہ میں اسے مڑ کر ہی دیکھ سکتا تھا لیکن اس وقت میں نے آنکھیں کھول کر گردن کو اچھا خاصا گھمایا تھا اس لیے میں اس روشندان کو دیکھ پایا تھا۔ "اب تو تمہاری گردن حرکت کر رہی ہے۔" شاکل نے میرے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کی مسکراہٹ بھی کالی خوفناک تھی۔

"ہاں اب میں بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور دیرے دیرے بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ شاکل نے اپنے ہاتھ میں پکڑے برتن زمین پر رکھ دیے اور مجھے بیٹھنے میں مدد دینے لگا۔ جب میں بیٹھ گیا تو اس نے نکلی میری کمر کے ساتھ رکھ دیا۔ تاکہ مجھے بیٹھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس نے لحاف کو اس انداز سے میرے سامنے ترتیب دے دیا کہ اب وہ اس پر برتن رکھ سکتا تھا پھر اس نے زمین پر پڑے برتن اٹھائے اور احتیاط کے ساتھ میرے سامنے رکھ دیے اور کہا۔

"تو یہ کھاؤ۔ بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

میں نے برتن میں دیکھا۔ اس نے بہترین قسم کی مرغی تلی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی دوسرے برتن میں سوپ بھی نظر آ رہا تھا۔ جبکہ شاکل نے ایک چھوٹا سا کپڑا بھی ہاتھ میں دیا رکھا تھا۔ اس نے کپڑا کھول کر اس میں سے روٹیاں نکالیں اور میرے سامنے رکھ دیں۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا تو وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہاں آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک جگ اور گلاس تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میری تمام چیزوں میں اب درد نہیں ہو رہا تھا۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ اتنی جلدی ان چیزوں کو آرام کیسے آگیا کیونکہ کئی چیزیں تو کافی شدید نوعیت کی تھیں۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری چیزوں میں درد نہیں ہے" اس کی کیا وجہ ہے۔" میں نے شاکل سے پوچھ ہی لیا۔

وہ میری بات سن کر مسکرایا پھر بولا۔ "میرے پاس کچھ ایسے نسخے ہیں جن سے درد بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور ذم بھی بھر جاتے ہیں میں نے رات کو تمہیں جو درد دیا تھا اس میں وہاں بھی ملا دی تھی مجھے معلوم تھا کہ صبح تم کالی ٹھیک ہو چکے ہو گے لیکن ابھی تمہیں اس دوا کی ایک اور خوراک چینی ہے۔ تم کھانا کھاؤ۔ کچھ دیر چل پھر لو پھر دوا لینی لیتا۔ آج شام تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔" میں نے کھانا ختم کر لیا تو شاکل برتن اٹھا کر لے گیا پھر کچھ دیر بعد آکر بولا۔ "آؤ۔ اب ذرا باہر چلے ہیں۔" میں بستر سے اتر آیا۔ اس نے چارپائی کے نیچے سے چیلوں کا ایک جوڑا نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں چیل پہننے کے بعد دیرے دیرے اس کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ ہم لوگ ایک ایک اور کمرے میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس کمرے سے نکلنے کے بعد ہم برآمدے میں آ گئے۔ اس برآمدے کے آگے کافی وسیع و عریض میدان تھا۔ اس کے بعد چار دیواری بنی ہوئی تھی اور گھر سے باہر نکلنے کے لیے نڈری کا بنا ہوا ایک دروازہ موجود تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں کئی کمرے دیکھے انہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یقیناً یہاں شاکل کے علاوہ اور لوگ بھی رہتے ہوں گے۔ ورنہ شاکل کے لیے تو ایک دو کمرے ہی کافی تھے لیکن میں نے اس وقت شاکل سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ شاکل مجھے لے کر

ہے۔ اس لئے رات بھر اسے جاگ کر مختلف علاقوں میں مختلف علم پڑھنا پڑے ہیں۔ اس رات وہ اسی پہاڑ کے قریب اپنے کام میں مصروف تھا کہ اس نے حمیس پہاڑ سے نیچے گر کر بے ہوش ہوتے دیکھ لیا۔ اسی دوران شام کے ساتھی صاحبانچے تسماری طرف بڑھ رہے تھے۔ میرے شاگرد ریش نے حمیس ان ڈھانچوں سے بچایا اور حمیس لے کر میرے پاس آگیا۔ اس کا گھر میل سے بہت دور ہے اس لئے اس نے حمیس میرے پاس لانا ہی مناسب سمجھا۔

کچھ دیر خاموش چھائی رہی پھر شاکل نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولایا تھا کہ دور سے آتے ایک آدمی کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا اور غور سے اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ "یہ تو ریش آ رہا ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور نظریں اسی پر جمائے رکھیں۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی ہمارے قریب آ گیا۔ اس نے ایک خاص انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنے سینے اور سر پر لگائے۔ شاکل نے اسے پیٹنے کا اشارہ کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "اب کیسی ہے آپ کی طبیعت؟"

"اب بہت بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام ریش ہے۔ شاید شاکل جی نے میرا تعارف کروا دیا ہوگا؟" اس نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"ہی! میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری مدد کی۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "اس میں شکر گزار ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا اور وہی اچھا انسان ہے جو بڑے وقت میں دوسروں کے کام آئے۔ آپ کو ٹھیک دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مجھے۔"

"میں تو یہی کہوں گا کہ اگر اس وقت میں ٹھیک نظر آ رہا ہوں تو یہ صرف اور صرف آپ کی وجہ سے ہے اور آپ کا شکر گزار نہ ہونا میری کم ظرفی کا ثبوت ہوگا۔" میں نے ایک بار پھر اس کا احسان ماننے ہوئے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"میرا نام سلطان ہے۔ میں حبیب آباد جا رہا تھا کہ راستے میں سڑک ٹوٹی ہوئے کی وجہ سے پھنس گیا اور رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا لیکن پھر ڈھانچوں کے پتہ میں پھنس گیا۔" میں نے جواب دیا۔ "شاکل جی! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟" ریش نے شاکل سے انتہائی متوجہ انداز میں پوچھا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔ اور سلطان تم میں یقیناً اندر ہرگز نہ آتا۔" شاکل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ریش بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ دونوں ایک کمرے میں چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر اس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک مجھے اسی کمرے سے ایک نسوانی آواز سنائی دی جس میں شاکل اور ریش گئے تھے۔ میرے اندر تجسس پیدا ہو گیا کہ معلوم کروں آخر وہ کون عورت یا لڑکی ہے جو ان کے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔ لیکن پھر مجھے شاکل کی تنبیہ یاد آگئی۔ وہ مجھے اندر آنے سے منع کر گیا تھا اور اس کمرے میں کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی جس سے میں اندر بھاگ سکتا اور اگر کھڑکی ہوتی تب بھی شاہد میں اس سے اندر بھاگنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔ کیونکہ میں شاکل کو ناراض نہیں کرنا

ہو گیا ہوں۔ وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دیکھو سلطان! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم جلد از جلد اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ میں تسماری پریشانی کو سمجھ سکتا ہوں لیکن یہ ہماری مجبوری ہے۔ اصل میں ہماری پراسرار دنیا عام دنیا سے بہت مختلف ہے۔ عام زندگی میں لوگ اگر ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں انہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں یا جان سے مار دینا چاہتے ہیں تو جس شخص سے دشمنی کی جارہی ہوتی ہے وہ اگر چاہے تو اپنے دشمن سے چھپ کر اس کی طرف سے کی جانے والی کسی بھی کارروائی سے بچ سکتا ہے لیکن پراسرار دنیا میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں کوئی اپنے دشمن سے اس وقت محفوظ رہ سکتا ہے جب وہ خود اس کے برابر علم جانتا ہو یا کم از کم دشمن کے متعلق یہ جانتا ہو کہ وہ کتنا علم جانتا ہے اور کیا کیا کر سکتا ہے۔ میں نے بھی جو شام سے دو چار مہرہ شکست کھائی اس کی وجہ یہی تھی کہ میں اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے مزید کیا کیا علوم سیکھ لئے ہیں لیکن پھر میں نے پتہ لگایا کہ اب وہ کیا کچھ جانتا ہے لہذا میں نے فوری طور پر اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔"

"میں یہاں دھوپ میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" میں نے شاکل سے کہا۔

"اچھا رکو۔" میری بات سن کر شاکل نے کہا اور خود ایک کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہاں آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک درہ اور دو گاؤں تھکے تھے۔ اس نے وہ چیزیں زمین پر بچھانے کے بعد ایک نکیہ مجھے دے دیا اور دو مرا نکیہ وہ اپنی کمرے کے ساتھ لگا کر میرے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"تم اگر چاہو تو اپنا کام کر سکتے ہو۔ میری وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔

"کام تو فی الحال کوئی نہیں ہے البتہ دھوپ اچھی لگ رہی ہے۔" شاکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے وہ نہ جانے کیا سوچتا رہا اور میں اس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

"یہ تو پہاڑی علاقہ ہے پھر تمہارے پاس کھانے پینے کی اتنی چیزیں کہاں سے آ جاتی ہیں کہ تم تقریباً ہر وقت مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے رہتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔ میری بات پر شاکل مسکرا دیا اور بولا۔ "آس پاس کے علاقے میں کچھ پہاڑی لوگ رہتے ہیں جو میرے حقیقت مند ہیں۔ میں ان کی مشکلات دور کرنے کے لیے گڈے تعویذ وغیرہ دیتا رہتا ہوں اور وہ لوگ ہر دوسرے دن میرے لئے اناج وغیرہ لے آتے ہیں جو بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ مجھے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔"

"جس پہاڑی پر میں بے ہوش ہوا تھا کیا وہ آس پاس ہی ہے؟" میں نے اس سے وہ سوال پوچھ لیا جو مجھے کئی بار پریشان کر چکا تھا۔

"تم جہاں بے ہوش ہوئے تھے وہ اس سرمنی پہاڑ کے پیچھے ہے۔" شاکل نے بہت دور ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "دراصل مجھے میرے ایک شاگرد ریش نے تمہارے متعلق بتایا تھا۔ وہ ۱۲۱ علاقے میں رہتا ہے۔ آج کل وہ ایک خاص عمل سیکھ رہا ہے۔"

خوف سے زیادہ تھی۔ میں اپنی سوجوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کچھ سانپ پھسکار رہے ہوں۔ میں خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں آس پاس کوئی سانپ موجود ہے۔ میں نے تیزی سے اپنے اطراف میں نظر دوڑائی لیکن آس پاس کوئی سانپ موجود نہیں تھا۔ میں اس آواز کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا جو اب تک میرے کانوں میں آرہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ آوازیں اس کمرے سے آرہی ہیں جہاں شاکال موجود تھا۔ میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جوتیاں پہننے کے بعد اس کمرے کی طرف چل دیا لیکن مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کمرے میں جھانکنے کی کوشش کروں گا تو ہو سکتا ہے شاکال ناراض ہو جائے کیونکہ اس نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ کسی دوسرے کمرے میں نہیں جاتا اور میں اس کو کسی صورت میں ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنی جگہ پر رک گیا۔ میں وہیں کھڑے کھڑے آنے والی پراسرار آوازیں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں کسی نیچے پر نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں دھیرے دھیرے واپس اسی جگہ پر آکر بیٹھ گیا جہاں میں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ اب میری نظریں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن میرا ذہن ان آوازیں کی طرف لگا ہوا تھا جو مسلسل میرے کانوں میں آرہی تھیں۔

کچھ دیر بعد آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ میں فیرا راوی طور پر اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں شاکال موجود تھا۔ چند لمحوں بعد شاکال کمرے سے باہر آگیا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ بہت سخت محنت کر کے آ رہا ہے۔ اس نے چہرے پر نمودار ہونے والے پسینے کو اپنی آستین سے صاف کیا اور میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ اس کی سانس کچھ تیز چل رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی سانس بحال ہو گئی اور چہرے سے محنت کے آثار بھی کافی حد تک ختم ہو گئے۔ وہ پُر سکون انداز میں بولا۔ "تم یقیناً پریشان ہو گے کہ کہاں پھنس گئے ہو؟"

"میں دراصل ان آوازیں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کمرے سے آرہی تھیں جہاں تم گئے تھے۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ وہ میری بات سن کر تھوڑا سا مسکرایا پھر قریب پڑا ایک چھوٹا سا پتھر ہاتھ میں لے کر اسے آہستہ آہستہ اچھالنے لگا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر بولا۔ "تم نے شاید کچھ پراسرار قصے سن رکھے ہوں گے یا جادو وغیرہ کے متعلق جنہیں کچھ معلومات ہوں گی۔ ان تمام پتھروں میں سانپ کی خاص اہمیت ہے۔ ابھی تم نے جو آوازیں سنیں وہ خطرناک ذہریلے سانپوں کی تھیں۔ ان میں سے کئی سانپ ایسے ہیں جن پر اگر محنت کی جائے تو وہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا ہتھیار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مجھے ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی پتہ چلا ہے کہ شاکال کے پاس بہت اعلیٰ نسل کے سانپ ہیں جن سے وہ وقتاً فوقتاً مختلف کام لیتا ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے ہی میں نے بھی سانپ پکڑ کر ان پر محنت شروع کر دی ہے۔" ابھی شاکال مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا اور اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ کسی آواز کو سننے کی کوشش کر رہا ہے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا ہوا بولا۔ "سلطان! تم اپنے کمرے میں چلو۔ مجھے کچھ خطہ محسوس ہو رہا ہے۔"

میں نے حیرت سے پوچھا۔ "خطہ؟ کیا خطہ؟"

چاہتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ان کی طرف سے ہٹا لیا اور دور دور تک پہلے پہاڑوں اور آسمان پر چھوٹے چھوٹے پادل کے کلاؤں کو دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد شاکال باہر آگیا اور چند ہی لمحوں بعد ریش بھی آگیا۔ وہ دونوں ایک بار پھر درمی پر آکر بیٹھ گئے۔

"اب چند دن تک تم یہی کچھ پڑھو گے جو میں نے جنہیں بتایا ہے۔ اس کے بعد ہی میں تمہیں آگے کے لیے کچھ بتاؤں گا۔" شاکال نے ریش سے کہا۔ "آپ کا حکم سرائیگھوں پر۔" ریش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر توقف کے بعد وہ بولا۔ "کیا میں اب جا سکتا ہوں؟"

"ہاں جاؤ لیکن ہر طرح احتیاط رکھنا۔"

"جی ہمت بہتر۔" ریش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شاکال کے لیے ایک مرتبہ تعظیماً جھکا پھر اسی طرف چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے کئی دیر بعد تک شاکال اور میں نے کوئی بات نہیں کی۔ "کیا تم نے کسی عورت کی آواز سنی تھی؟" شاکال نے میری طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"ہاں سنی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ شاکال کے سوال پر میں کچھ پریشان ہو گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس نے کیوں یہ سوال پوچھا ہے۔

"وہ کسی لڑکی یا عورت کی آواز نہیں تھی۔" شاکال نے کہا۔ وہ اب بھی میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس کی نظریں بالکل سامنے پھاڑیا آسمان وغیرہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی بات سن کر میں نہ صرف حیران ہوا بلکہ کچھ پریشان بھی ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تو پھر... کس کی تھی وہ آواز؟"

"وہ ایک بدروح کی آواز تھی۔" اس نے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ کچھ دیر تو مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ پھر صمت کر کے میں نے کہا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔ وہ بدروح کہاں...؟" اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔

"ابھی تو تم نے صرف آواز سنی ہے اور اتنا کھبرا رہے ہو۔ ہو سکتا ہے جنہیں یہاں کسی وقت کوئی نہایت خوفناک مخلوق دیکھنے کو مل جائے تو کیا تم اس سے خوفزدہ ہو جاؤ گے؟" شاکال نے کہا۔ اس کے لیے میں کچھ تسخیر بھی تھا شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ میں بدروح کا ذکر سن کر پریشان اور خوفزدہ ہو گیا ہوں اسی لئے وہ مجھ سے مذاق کر کے مغلوظ ہو رہا تھا۔

"نہیں نہیں... میں... کسی کو دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ شاکال میری بات سن کر مسکرایا۔ شاید وہ اب بھی میری باتوں اور بات کرنے کے انداز سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر شاکال بولا۔ "اچھا تم یہاں بیٹھو۔ مجھے کچھ کام ہے۔" وہ اٹھ کر ایک اور کمرے میں چلا گیا۔ یہ کمرہ بالکل آخر میں واقع تھا۔ اس کے جانے کے بعد فیرا راوی طور پر میں نسوانی آواز کا بھڑک رہا لیکن جب کوئی آواز نہ آئی تو میں سوچنے لگا کہ آخر یہاں کیسی پراسرار دنیا آباد ہے اور نہ جانے یہاں بدروحوں کے علاوہ کون کون سی مخلوق موجود ہے۔ یہ بات تو شاکال خود بھی کہہ رہا تھا کہ کسی وقت کوئی بھی عجیب و غریب اور خوفناک مخلوق مجھے نظر آسکتی ہے۔ ایک مرتبہ تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ کمرہ کھول دوں۔ کچھ خوفزدہ بھی تھا لیکن انہیں دیکھنے کی خواہش ان کے

زور سے دور جا گری۔ اس کے گرنے کا اندازہ میں نے اس کی آواز سے لگایا تھا ورنہ وہ میری نظروں کے سامنے نہیں تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں باقی دو تین بلاؤں کو بھی گرا دیا گیا اور انہیں گرانے والی انہی جیسی بلائیں تھیں۔ نئی آنے والی بلائیں اس کمرے کی جانب سے آئی تھیں جہاں شہال موجود تھا۔ میں سمجھ گیا کہ سب سے پہلے جس بلا کو کسی چیز نے گرایا تھا وہ بھی کوئی بلا ہی تھی جو شہال کے کمرے کی جانب سے آئی تھی مگر اس کی تیزی کی وجہ سے میں اسے دیکھ نہ سکا تھا۔ اب وہ بلائیں آپس میں ٹھٹھکی رہی تھیں۔ ان کے منہ سے خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں۔ ان کی ہڈیاں آپس میں ٹکرائے سے ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جیسے سخت لکڑیاں آپس میں ٹکرائی جا رہی ہوں۔ ان کی لڑائی کی وجہ سے بہت دھول اڑ رہی تھی۔ بہت دیر تک یہ لڑائی جاری رہی پھر وہ تینوں بلائیں جو پہلے آئی تھیں آہستہ آہستہ سیال مارے کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور ہکی زمین ہونے کی وجہ سے اس میں جذب ہو گئیں جبکہ وہ تینوں بلائیں وہاں شہال کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ ان بلاؤں کے جانے کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی۔ اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف گمراہ اندھیرا تھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان بلاؤں اور آس پاس کا کچھ ماحول دیکھ رہا تھا اس کی وجہ ان بلاؤں کی آنکھوں سے نکلنے والی روشنی تھی۔ اب تک مجھے آہٹ سنائی دی۔ ابھی میں اس آہٹ کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے کچھ روشنی دکھائی دی پھر کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ روشنی اور آہٹ شہال کے کمرے کی طرف سے آ رہی تھی پھر کچھ دیر کے بعد شہال میرے سامنے آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی لائٹن تھی۔

"میرا خیال ہے تم کافی خوفزدہ ہو گئے تھے۔" اس نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں خوفزدہ ہونے سے زیادہ پریشان تھا۔" میں نے جواب دیا۔ میری بات پر وہ مسکرایا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے لائٹن ایک حلق میں رکھ دی۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ جلائی اور اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں میرا بستر موجود تھا۔ اس نے وہاں موجود لائٹن جلائی تو میں بھی اس کمرے میں داخل ہو گیا۔

"یاد رکھنا کہ اگر کوئی خطرناک موقع آ جائے تو تم صرف میری ہدایات پر عمل کرنا نہیں کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "یہ سب کیا تھا؟"

"یہ سب شہال کی شرارت تھی۔" اس نے جواب دیا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "کیا تم نے اندازہ لگایا کہ وہ بلائیں میری طرف آنے کی بجائے تمہارے کمرے میں ٹھٹھکی کی کوشش کر رہی تھیں؟"

"ہاں میں نے یہ بات محسوس کی تھی لیکن وہ ایسا کیوں کر رہی تھیں؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

"شہال تمہیں ختم کروانا چاہتا ہے۔" شہال نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔

"تم انگو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔" اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے سختی سے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا تو وہ بولا۔ "جب تک میں تم سے نہ کہوں کمرے سے باہر نہ نکلتا۔" وہ اس کمرے میں گیا جہاں اس نے بتایا تھا کہ بدروم میں موجود ہیں۔ میں اس کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے میں آگیا۔ میں نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد باہر کی جانب دیکھا لیکن وہاں مجھے کوئی گزیر دکھائی نہ دی۔ میں اس کمرے سے گزرتا ہوا اس چھوٹے کمرے میں آگیا جہاں میرا بستر موجود تھا۔ میں اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں کافی پریشان تھا اور خوفزدہ بھی۔ ان پریشانی اور خوف کی وجہ سے میں بستر پر زیادہ دیر نہ بیٹھ سکا اور دوسرے کمرے میں آکر باہر دیکھنے لگا لیکن وہاں کوئی ایسا منظر نہیں تھا جسے خطرناک کہا جاسکتا۔ میں کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہاں اپنے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ کافی دیر ہو گئی مگر مجھے شہال کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ اب تک کمرے میں موجود ہے جہاں وہ میرے سامنے گیا تھا۔ اس لئے کہ اگر وہ باہر نکل کر کوئی کارروائی کرتا تو یقیناً آوازیں یا آہٹیں سنائی دیتی۔ تقریباً گھنٹہ اندازہ گزر چکا تھا لیکن شہال نے تو میرے پاس آیا تھا ورنہ ہی آواز دے کر مجھے کوئی حکم دیا تھا۔ خاصاً اندھیرا چھل چکا تھا اور باہر کا منظر بالکل نظر آ رہا تھا۔ میں جب سے کمرے میں آیا تھا اب تک بیرونی دروازے اور بستر کے کئی چکر کاٹ چکا تھا۔ میں اس وقت بھی بیرونی دروازے سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا لیکن شہال کی ہدایت کے مطابق دروازے سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ ورنہ میرا ہی چاہ رہا تھا کہ کمرے سے باہر نکل کر دیکھوں کہ شہال کیا کر رہا ہے۔ اس کی خاموشی کی وجہ سے مجھے ڈر تھا کہ اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بے ہوش ہو چکا ہو یا پھر موت کے منہ میں جا چکا ہو کیونکہ میرے خیال میں اس پر اسرار دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں تھا۔

اب تک مجھے سامنے تین عجیب و غریب قسم کی بلائیں آئی نظر آئیں۔ ان کی آنکھیں شعلوں کی طرح روشن اور سرخ تھیں۔ چہرے کے خدوخال انسانی حد تک کھردہ اور خوفناک تھے۔ ان کے بازوؤں پر گوشت نہیں تھا اور انسانی ڈھانچے کی طرح کے ان کے ہاتھ تھا میں ادھر ادھر لہرا رہے تھے۔ جبکہ باقی جسم پر انہوں نے لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ تینوں خوفناک آوازیں نکال رہی تھیں اور نونکیلے دانت صاف نظر آ رہے تھے۔

"سلطان کمرے سے باہر ہرگز نہ آؤ۔" شہال کی آواز آئی۔ وہ اپنے کمرے سے بچ رہا تھا۔ "دیکھو کھیلنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" یہ اس نے شاید اس لئے کہا تھا کہ تینوں بلائیں میرے کمرے کی طرف آ رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد وہ تینوں بلائیں دروازے کے پاس آکر رک گئیں۔ نزدیک آ جانے کی وجہ سے ان کی خوفناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ میرے کمرے میں داخل ہونا چاہتی تھیں لیکن باوجود کوشش کے وہ اندر داخل نہیں ہو پا رہی تھیں۔ میں خیراباوازی طور پر دروازے کے قریب سے ہٹ گیا تھا اور اس وقت تقریباً کمرے کے وسط میں کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔ اب اندھیرا گہرا ہو چکا تھا لیکن میرے سامنے موجود بلاؤں کی آنکھوں سے اس قدر روشنی نکل رہی تھی کہ آس پاس کا ماحول خاصاً روشن ہو چکا تھا۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر یہ بلائیں میرے کمرے میں ہی داخل کیوں ہونا چاہتی ہیں۔ اب تک سب سے پیچھے کھڑی بلا سے کوئی چیز تیزی سے ٹکرائی اور پھر وہ بلا اس چیز کے

لطف اپنے اوپر ڈالنا چاہا لیکن اگلے ہی لمحے میری جج کل گئی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ حقیقت ہے۔ میں نے لطف کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھوں پر گوشت نہیں ہے اور وہ بالکل کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ لگ رہے ہیں۔ خوف کی وجہ سے مجھے سردی لگنے لگی۔ میں نے گردن جھکا کر سارے کمرے کا جائزہ لیا۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ پھر مجھے ایسا لگا جیسے میرے ہاتھ وزن ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے ہمت کر کے ہاتھ فضا میں بلند کئے اور آہستہ آہستہ ان کی طرف دیکھا میں حیران رہ گیا۔ اب میرے ہاتھ بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو آنکھوں کے قریب لا کر اور انہیں ہلا جلا کر کسی بار اطمینان کیا۔ پھر میں نے لطف اوپر ڈالا اور سوچنے لگا کہ آخر میرے ہاتھ انسانی ڈھانچے جیسے کیوں نظر آتے تھے؟ میں نے کئی بار اپنے ہاتھ لطف سے باہر نکال کر انہیں دیکھا وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں سوچنے لگا کہ کیا وہ سب میرا وہم تھا۔ میرا دل بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر رضامند نظر آ رہا تھا کہ میں نے جو عجیب و غریب منظر دیکھا تھا وہ میرا وہم تھا۔ میرا خیال تھا کہ سونے سے پہلے بدروحوں کی لڑائی کی وجہ سے میرے ذہن پر ایسی ہی باتیں سوار تھیں۔ اسی لئے اچانک آٹھ کل جانے پر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ بھی ان جیسے ہو گئے ہیں۔ کافی دیر ذہنی کشش میں جکڑا رہنے کے بعد بالآخر میں نے اپنے ساتھ گزرنے والے واقعے کو وہم جان کر اس کی طرف سے دھیان ہٹا لیا۔ اس طرح میرے دماغ کو کافی سکون ملا پھر اپنے گھر اور دیگر معاملات پر سوچنے لگا اور نہ جانے کس وقت مجھے دوبارہ نیند آگئی۔

☆.....☆.....☆

صبح میری آنکھ شامال کے دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے کھلی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ "کیا بات ہے کیا رات دیر تک جاگتے رہے ہو جو اتنی گہری نیند سو رہے تھے؟" اس نے اندر آتے ہوئے کمرے میں اسے راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اندرونی کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ میرے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ رات شامال کی طرف سے ایک اور حملہ ہو چکا ہے؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے تعجب بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اس نے ان پہلی بدروحوں سے زیادہ خطرناک بدروحیں بھیجی تھیں۔" شامال نے بتایا۔ "پھر؟" میں نے پوچھا۔ میں کچھ پریشان ہو چکا تھا۔ شاید وہ میری پریشانی کو بھانپ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں پر اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن میں نے بہت سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں۔ رات میں آنے والی بدروحوں کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے والی بدروحوں کا ہوا تھا لیکن یہ سب کچھ ہمارے گھر سے بہت دور ہوا تھا۔ اس جگہ پر میں نے شامال کی بھیجی ہوئی بدروحوں کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ میں نے ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی کچھ بدروحیں ان کو ختم کرنے کے لیے روانہ کر دیں ہیں۔ وجہ تھی کہ زیادہ شور شراب نہیں ہوا اور تمہاری آنکھ نہ کھل سکی۔ چلو خیر۔ اب تم منہ ہاتھ دھو کر

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تم اس کا فائدہ اٹھاتے لیکن میں نے تمہیں اس کے چنگل سے آزاد کرا لیا۔ میرا خیال ہے کہ میری اس حرکت پر وہ شدید غصے میں ہے اور میری طرف سے یہ ایک کاری ضرب محسوس کر رہا ہے اور اسے میرا پلہ بھاری محسوس ہو رہا ہے۔ اسی لئے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں ختم کر کے اپنی برتری ثابت کر سکے۔ یہ تینوں خدفاک بدروحیں اسی نے بھیجی تھیں لیکن میں نے بھی اپنے آس پاس کے علاقے میں کچھ ایسے علم پڑھ رکھے ہیں جن کی وجہ سے کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں مجھے پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میں ان بلاؤں کے بارے میں جان گیا تھا۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ ایسے واقعات تو اکثر یہاں ہوتے رہتے ہیں۔ اب اگر تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو اور تمہاری دوا کی ایک خوراک تو ابھی باقی ہے۔" اس نے کہا پھر اس نے آتشدان میں آگ جلائی اور خود اٹھ کر باہر چلا گیا۔ وہ اپنے ساتھ جاتے ہوئے دوسرے کمرے میں رکھی لائین بھی لے گیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ شامال اتنے بڑے واقعے کے بعد بھی مطمئن تھا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کھانے کا برتن 'دسرخوان اور پانی کا جگ تھا۔ اس نے وہ چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "لو یہ کھاؤ اس کے بعد دوا کھا کر آرام سے سو جانا۔" میں نے تمام چیزیں قریب سے رکھنے کے بعد اس سے کہا۔ "شروع کرو۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "تم کھاؤ میرا کھانا ذرا پیٹھو ہوتا ہے۔" میں اس کی بات سمجھ نہ سکا لیکن میں نے اس بارے میں زیادہ سوچنا مناسب بھی نہیں سمجھا اور اس سے پوچھا۔ "یہ کھانے کون پکاتا ہے؟" وہ مسکرا کر بولا۔ "میں خود پکاتا ہوں۔ کیوں اچھا نہیں ہے کیا؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" میں اس کی بات پر ذرا جھینپ گیا تھا۔ اس لئے مسکراہٹ کا سہارا لے کر اس کی بات کا جواب دیا۔

"اچھا تم کھانا کھاؤ۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ پھر تمہیں دوا دے دوں گا۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں کھانا ختم کرنے کے بعد کمرے میں ٹھینے لگا جا کر کھانا ہضم ہو جانے کے بعد دوبارہ شامال آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس میں میری دوا ہوگی۔ اس نے کہا۔ "لو یہ دوا پی لو۔ صبح تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔" میں نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا اور پھر دوا پینے کے بعد گلاس اسے واپس کر دیا۔ "ٹھیک ہے۔ اب تم چاہو تو سو جانا اور ہاں یہ تختہ روشن دان پر لگا دینا ورنہ کمرہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اچھا میں جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اسے جاتے دیکھ کر مجھے تنہا رہنے کا احساس ہونے لگا۔ میرا دل چاہا کہ اس سے پوچھ لوں کہ وہ کون سے کمرے میں ہو گا۔ تاکہ میں خطرے کی صورت میں اس کی مدد کر سکوں لیکن پھر میں نے اسے روکنے اور اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا میں نے سوچا کہ اگر میں نے اس سے کچھ پوچھا تو وہ کبھی گا کہ میں ڈر رہا ہوں۔ میں کچھ دیر کمرے میں ٹھنڈا رہا۔ پھر روشندان بند کرنے کے بعد میں نے بیرونی کمرے کے دروازے پر اندر سے چھٹی لگائی اور آکر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

○

رات کے نہ جانے کون سے گھر میری آنکھ کھل گئی۔ لطف میرے اوپر سے ہٹ گیا تھا اور آتشدان میں آگ بجھ چکی تھی شاید اسی لئے سردی کی وجہ سے میں جاگ گیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر

سوچ رہا تھا کہ اگر شاکل اپنے حلقے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس کے کیا کیا نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ اس بات کا اسکاں تھا کہ شاکل کو شکست دینے کے بعد اپنا پرانا مقصد پورا کرے یعنی مجھے ڈھانچہ بنا دے یا پھر یہ ہو سکا تھا کہ وہ مجھے قہر کر کے اپنے کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرے۔ اس بات کا اندیشہ بھی تھا کہ وہ مجھے زندہ ہی نہ چھوڑے۔ اچانک شاکل کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کچھ دیر کے بعد وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ ”ہاں بھی تم نے ناشتہ کر لیا یا اور کرنا ہے؟“ وہ میرے سامنے پڑی ناشتہ کی اشیاء کو دیکھ رہا تھا۔ ”نہیں بس کر لیا ناشتہ۔“ میں نے چائے ختم کرنے کے بعد کپ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”تم نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔“ اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

”میں نے بتایا تھا کہ میں ناشتہ میں زیادہ چیزیں نہیں کھاتا۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔ میں یہ برتن رکھ آتا ہوں اور پھر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تم نے کیا کرنا ہے۔“ اس نے کہا اور برتن سمیٹ کر لے گیا۔ میں نے سوچا کہ جب وہ واپس آئے گا تو میں اسے شکار پر حملہ کرنے سے روکنے کی ایک آخری کوشش اور کروں گا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آ گیا اور ایک ٹانگ چارپائی پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ جبکہ اس کا دوسرا پاؤں زمین پر ہی تھا۔ ”اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے۔“ اس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ وہ شاید اپنے ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا تھا۔

”کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ تم اس سے جگہ کے بغیر اسے سبق سکھا دو؟“ میں نے شاکل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں اگر اب میں نے اس پر حملہ نہیں کیا تو اس کی طرف سے حملوں میں شدت آ سکتی ہے اور اس کا کوئی بھی وار ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں اس پر حملہ کروں۔ ویسے تم فکر نہ کرو میں انتہائی احتیاط سے اپنا کام کروں گا اور اس کی طرف سے دباؤ کی صورت میں پیچھے بھی ہٹ جاؤں گا اور واپس آ جاؤں گا اور پھر آئندہ کبھی اس پر حملہ کروں گا۔“ شاکل نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ میری اندرونی کیفیت بھانپ گیا ہے۔ اسی لئے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے یا صرف میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔ ”میں اس گھر کے گرد حصار کھینچ جاؤں گا۔ تم اس گھر میں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو۔ باورچی خانے میں کھانے پینے کی ہر شے موجود ہے۔ جو چاہو کھاؤ پیو لیکن ایک احتیاط کرنا کہ اس گھر کے علاوہ اور کسی گھر میں نہ جانا۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔ میں شام تک واپس آ جاؤں گا اور ہو سکتا ہے اس سے بہت پہلے واپس آ جاؤں۔ اچھا اب میں ملنے کی تیاری کرتا ہوں۔ تم چاہو تو باہر گھوم پھر سکتے ہو لیکن جب میں تم سے کوئی تو واپس اندر آ جانا کیونکہ میرے ساتھ جو بدروسیں وغیرہ جاکس کی ہو سکتا ہے انہیں دیکھنا نہ چاہو۔“ اس نے کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا تمہارے ساتھ جانے والی بدروسیں بہت زیادہ خوفناک ہیں؟“ میں نے پوچھا۔ اس نے

ناشتہ کر لو۔ آؤ میرے ساتھ۔“ اس نے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے لے کر گھر کے آخر میں پہنچے ہوئے فصل خانے میں آ گیا۔ میں منہ ہاتھ دھوئے شاکل نے کہا۔ ”تم منہ ہاتھ دھو کر اپنے کمرے میں پہنچو۔ میں تمہارے لیے ناشتہ لے کر آتا ہوں۔“ میرے قدموں سے باہر چلا گیا۔ میں منہ ہاتھ دھو کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ توڑے ہی قافلے پر مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ آوازیں وہیں سے آرہی تھیں اور سامنے شاکل چلے پر بیٹھا کچھ بنا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ باورچی خانہ ہے۔ میں وہاں رکائیں اور اپنے کمرے میں آ کر بستر ٹھیک کرنے لگا۔ اچانک میرا دھیان رات چٹر آنے والے واقعے کی طرف چلا گیا جب میں نے اپنے ہاتھوں کی جگہ کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ دیکھے۔ خوف کی ایک ہلکی سی لہر مجھے اپنے بدن میں محسوس ہوئی۔ لیکن میں نے جلد ہی اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ کچھ دیر بعد شاکل ناشتہ لے کر آ گیا۔ اس نے ناشتہ کی چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”تو بھی ناشتہ کر لو۔ انڈا، دودھ چائے، روٹی سب کچھ موجود ہے۔“

”تم نے اتنی دھمت کیوں کی؟ میں تو ناشتہ میں صرف چائے اور ڈبل روٹی یا روٹی استعمال کرتا ہوں۔“ میں نے اس سے کہا۔

”دیکھو بھی تم جب تک یہاں ہو میرے مہمان ہو اور میں اپنے مہمانوں کی خوب خدمت کر رہا ہوں تاکہ جب میں ان کے پاس جاؤں تو وہ بھی میری خوب خاطر مدارات کریں۔“ شاکل نے ہنسنے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کی بات پر ہنس دیا اور ناشتہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”شاکل کی حرکتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج میں اس پر حملہ کروں گا۔“

”تو کیا تم بھی اپنے ساتھ بدروسیں وغیرہ لے کر جاؤ گے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں میرے ساتھ اور بھی کئی قسم کی ہتھیاریں ہوں گی۔“ اس نے ہنس کر جواب دیا۔

”کیا یہ حملہ ضروری ہے؟“ میں نے پوچھا۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جگہ کرے کیونکہ جگہ میں تو کسی بھی فریق کو شکست ہو سکتی ہے اور شاکل کی شکست کی صورت میں میرے لیے خطرہ پیدا ہو سکتے تھے۔

”شاکل پر حملہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جب تک اس کو سبق نہیں دیا جائے گا وہ ہر نئی جگہ کرتا رہے گا۔“ اس نے کہا۔ اس وقت اسے کافی غصہ آ رہا تھا اور غصے کی وجہ سے اس کے ہاتھ مضبوطی کی صورت اختیار کر گئے تھے۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ہی اس پر حاوی رہو گے؟“ میں نے پوچھا۔ میں اب بھی یی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے۔

”مجھے پوری امید ہے کہ میں اس پر حاوی رہوں گا۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری حفاظت کو پورا پورا انتظام کر کے جاؤں گا۔“ اس نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اب میرا دل ناشتہ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے چائے کی پیالی اٹھائی اور آہستہ آہستہ چمکیاں لینے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ

مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "ہاں تمہارے تصور سے بھی زیادہ خوفناک۔ عام آدمی اگر انیس رات میں دیکھ لے تو خوف سے ہی مر جائے۔ خیر تم بھی نہ دیکھنا۔ ہو سکتا ہے وہ جہیں اچھی نہ لگیں۔" "نہیں میں انیس ضرور دیکھوں گا۔" میں نے پرعزم لہجے میں کہہ۔ اس کی کئی ہوئی بات مجھے اپنے لئے بڑی کاغذ لگ رہی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں تم بہادر آدمی ہو لیکن ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ وہ تھینا میرے خیالات سمجھ گیا تھا۔ اس کی بات پر میں کچھ جھینپ گیا اور اپنی غفالت چھپانے کے لئے بولا۔ "میں نہیں میں بہادری میں دکھانا چاہتا۔ تمہاری باتیں سن کر میرے دل میں انیس دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے۔ جب ہم روانہ ہوں گے تو تم دیکھ لیتا۔ اچھا میں چلا ہوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں بستر پر نیم وراز ہو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد شاہل میرے پاس آیا اور بولا۔ "اچھا ابھی سلطان ہم جا رہے ہیں۔ میں نے جو ہدایات دی ہیں وہ یاد رکھنا۔" "تم فکر نہ کرو مجھے سب یاد رہے گا۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تو پھر ٹھیک ہے مجھے اجازت دو۔" اس نے کہا۔

"کیا راستے میں تمہاری بلاؤں کو کوئی دیکھ نہیں لے گا؟" میں نے ذہن میں ابھرنے والا سوال اس سے پوچھ لیا۔

"نہیں ہم ایسے راستے سے جائیں گے جہاں سے ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور پھر سب نے ہی کچھ نہ کچھ اونٹ لیا ہے۔ اس لئے ہمیں دیکھ کر یہی اندازہ ہو گا کہ وہ عورتیں ہیں جو پردہ کئے ہوئے ہیں۔" اس نے جواب دیا پھر مزکر باہر کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "اگر تم چاہو تو ہمیں دیکھ لو۔" میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں اس کے کہنے کے مطابق پردہ میں تھیں۔ اس نے مجھے ہاتھ سے باہر ہی رکھنے کا اشارہ کیا اور اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا لیکن پھر اچانک رک کر بولا۔ "تم اپنے کمرے کے سامنے چلے جاؤ۔" میں اس کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے سے برآمد ہوا۔ میں ہنسنے لگا کہ میری طرف نہیں دیکھا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد جب وہ وہاں سے نکلا تو تب بھی اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس طرح وہ باقی تمام کمروں میں گیا اور کچھ دیر بعد وہاں باہر آگیا لیکن کسی کمرے سے کوئی بلا یا بدروح برآمد نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد وہ میرے پاس آکر بولا۔ "اس وقت جانا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔" میں اس کی حرکات اور بات سمجھ نہیں سکا۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اس نے کمروں میں جا کر کیا کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص وجہ ہے اس وقت نہ جانے کی؟"

"ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیا اور کچھ سوچنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بولا۔ "آؤ چل کر دھوپ میں بیٹھتے ہیں۔"

ہم دونوں گھن میں آکر اسی درمی پر بیٹھ گئے جو کل شاہل نے بچائی تھی اور پھر شلا کی طرف سے بھیجی گئی بلاؤں کی وجہ سے اسے اٹھائیں گئے تھے۔ میں نے شاہل کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی سوچوں میں غرق تھا۔ میں اس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ میں دانش شاہل سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری وجہ سے کسی قسم کی کوفت کا شکار ہو۔ میں نے اپنے جسم کے زخموں کی طرف دیکھا وہ بالکل ٹھیک ہو چکے تھے اور کوئی بھی ان کی طرف دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ جھینپ بھی زخمی تھیں۔ "میں نہانا چاہتا ہوں۔" میں نے کچھ ہوریت محسوس کرتے ہوئے شاہل سے کہا۔ "ہاں ہاں کیوں نہیں۔" غسل خانہ تم دیکھ چکے ہو اور باورچی خانہ بھی تم نے دیکھ لیا ہے۔ باورچی خانے میں چولہے پر گرم پانی رکھا ہو گا۔ اسے غسل خانے میں لے جا کر نہالو۔" اس نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ میں اس کے پاس سے اٹھ کر باورچی خانے میں آیا۔ اندر کھانے پینے کی بے شمار چیزیں موجود تھیں اور دو چولہے پڑے تھے جن میں سے ایک پر پانی کا برتن رکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے ٹکڑیاں جل رہی تھیں۔ میں نے پانی میں انگلی ڈال کر اندازہ کیا کہ وہ کتنا گرم ہے۔ پانی زیادہ گرم نہیں تھا لیکن اس قابل تھا کہ اس سے نہالیا جاسکتا تھا۔ میں نے ایک کپڑے کی مدد سے پانی کا برتن اٹھایا اور اسے غسل خانے میں لے آیا۔ سردیوں کا موسم ہونے کی وجہ سے کافی لمبہ کا احساس ہو رہا تھا۔ میں پانی غسل خانے میں رکھنے کے بعد اپنے کمرے میں گیا۔ بیک میں سے کپڑے نکال کر میں اس غسل خانے میں پہنچ گیا۔ میاں باہر کی نسبت سردی کچھ کم محسوس ہو رہی تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جاتے ہوئے دروازہ بند کر گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میں نہا کر باہر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ شاہل اب تک وہاں بیٹھا ہوا تھا اور کسی سوچ میں غرق تھا۔

دوپہر کا کھانا شاہل نے مجھے میرے کمرے میں ہی دیا اور خود دوسرے کمرے میں کھایا۔ کھانا کھاتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ اس نے کہا تھا کہ اس کا کھانا ذرا طبعیہ ہوتا ہے۔ اس دن میں نے اس کی بات پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن آج جب اس نے دوسرے کمرے میں جا کر کھانا کھایا تو میرے اندر اس کا کھانا دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس پراسرار دنیا میں رہتے ہوئے اسے نہ جانے کیا کیا کچھ کھانا پڑتا ہو گا۔ اسی لئے وہ میرے سامنے کھانا نہیں کھاتا تھا۔ دھیرے دھیرے شام آگئی لیکن اب تک شاہل کا روانہ ہونے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس سے جانے کے بارے میں پوچھنا مناسب خیال نہ کیا۔ رات کا کھانا بھی اس نے مجھے کمرے میں دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر کھلیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے مجھ سے کہا۔ "اب میں روانہ ہونا چاہتا ہوں۔" اس کی بات سن کر ایک خوف کی نر میرے بدن میں دوڑ گئی لیکن یہ خوف واقعی تھا اور چند لمحوں سے زیادہ مجھے اپنی گرفت میں نہ لے سکا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ لیکن....." یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا؟" اس نے سنی خیر انداز میں پوچھا۔ "دراصل میں سگریٹ پینے کا عادی ہوں۔ اب تک تو میں برداشت کئے ہوئے تھا لیکن اب بہت زیادہ طلب ہو رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے لئے سگریٹ بڑی یا حقے کا بندہ دست ہو جائے۔" میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے کچھ کہا نہیں اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہاں آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ سوکے ہوئے پتے اور کاغذ

سگریٹ کی طرح استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے لائین کی مدد سے اسے ہلایا اور کس لیے لگا۔ کچھ دیر بعد مجھے احساس ہوا کہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی سگریٹ نے کافی حد تک مجھے تسکین دی ہے۔ میں نے وہ سگریٹ ختم کیا اور سونے کے لیے لفاف میں دبک گیا۔ میں بہت دیر تک سوچوں میں گم رہا پھر کسی وقت مجھے نیند آگئی۔ رات کے نہ جانے کون سے پہراچانک میری آنکھ کھل گئی۔ لفاف میرے اوپر موجود نہیں تھا اور مجھے سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے جونہی لفاف اٹھا کر اپنے اوپر ڈالنا چاہا تو خوف سے میں لرز گیا۔ آج بھی میرے دونوں ہاتھ کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ کی طرح ہو رہے تھے۔ میں نے فیروزاوی طور پر نظروں ہاتھوں پر سے ہٹائیں اور کچھ دیر تک خوف کی وجہ سے ساکت بیٹھا رہا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے آہستہ آہستہ میرے ہاتھ وزن ہو رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد جب میں نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا تو وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اس سے پہلے جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تب تو میں اسے ایک دہم سمجھ کر بھول گیا تھا لیکن آج میں اسے دہم نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے کہ آج میں اس واقعے کی طرف پوری طرح متوجہ تھا اور میرا ذہن صرف اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے روشندان کی طرف دیکھا۔ میں وہاں تختہ لگا بھول گیا تھا۔ وہاں سے مجھے باہر گھرا اندھیرا دکھائی دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ صبح ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ میں نے گل بار اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھا لیکن وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا اور لفاف اپنے اوپر ڈال لیا۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کافی دیر تک میں بستر پر ہی لیٹا رہا آخر میں دوبارہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے قریب ہی زمین پر رکھے ہوئے کانڈ اور سوکھے پتوں کی مدد سے ایک سگریٹ بنایا اور لائین سے سلگنے کے بعد وہاں آکر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں نے بیٹھے بیٹھے لفاف اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور صرف ایک ہاتھ باہر نکال کر سگریٹ چتا رہا اور بوجھا رہا کہ آخر کیا وجہ ہے جو میرے ہاتھ انسانی ڈھانچے کے ہاتھوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی سوچوں میں غرق تھا کہ باہر مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ میں ان آہٹوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کسی جنگی جہاز جیسی غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں پریشان ہو گیا۔ ایک خیال مجھے یہ آ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے شاہل جاتا ہوا باہر کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا ہو اور کوئی جنگی جہاز گھر میں گھر آ گیا ہو۔ اچانک مجھے روشندان کی طرف آہٹ سنائی دی میں نے فوراً اس طرف دیکھا۔ وہاں مجھے دو سرخ سرخ آنکھیں دکھائی دیں۔ انہیں دیکھ کر میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ میں نے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لی کہ شاہل کے کہنے کے مطابق میں گھر کے اندر ہر طرح سے محفوظ تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا یہ واقعی کوئی جنگی جہاز ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ کمرے کے اندر نہیں آ سکتا تھا اور مجھے امید تھی کہ صبح کا اجلا ہونے ہی یہ جہاز وہاں سے بھاگ جائے گا۔ ابھی میں یہ سب سوچ رہا تھا کہ دونوں سرخ آنکھیں روشندان سے کچھ نیچے ہٹ گئیں۔ میں سمجھا کہ شاید وہ جا رہا ہے لیکن اس نے اپنا ایک ہاتھ روشندان کے اندر ڈال دیا۔ یہ ایک انسانی ڈھانچے کا ہاتھ تھا۔ میرے تن بدن میں سستی دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی جنگی جہاز نہیں بلکہ کوئی بدروح وغیرہ ہے۔ اس کا ہاتھ اندر آکر مجھ سے کافی دور رک گیا تھا پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اندر ڈال دیا۔ اب وہ اپنے جسم کو آڑا تر چھا کر کے اندر داخل ہو رہی تھی اور مجھے اپنا

تھے۔ اس نے وہ چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ بچے سگریٹ کے تھبا کو کام دے سکتے ہیں۔ تم کانڈ کا سگریٹ بنا کر اس میں اپنے ہاتھ سے پتیں کر بھر لیتا۔ اچھا اب میں روانہ ہو رہا ہوں۔“ اس نے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ پھر اچانک مڑ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ کر بولا۔ ”کیا تم اب بھی بدروحوں وغیرہ کو دیکھنا چاہو گے؟“

”ہاں ضرور۔“ میں نے اٹل اور مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

”تو پھر تم اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھ سکتے ہو۔“ اس نے گما اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آ گیا۔ شاہل نے نہ جانے کس وقت کمرے میں ایک لائین جلا کر لٹکادی تھی جس کی روشنی میں اس پاس کافی واضح طور پر دیکھا جاسکتا تھا۔ میں نے لائین پر سے نظروں ہٹائیں اور شاہل کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد شاہل اس کمرے سے برآمد ہوا جس میں بدروحیں تھیں۔ اس کے باہر آنے کے بعد اس کمرے سے میں نے ایک بلا کھڑ باہر آتے دیکھا۔ یہ بلا واقعی بے حد خوفناک تھی اور کوئی عام انسان اسے رات میں دیکھ کر مر بھی سکتا تھا۔ اس کے بعد اس جیسی چار اور بلائیں کمرے سے باہر آ گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ ایسی آوازیں نکال رہی تھیں جیسے کوئی خرغور جنگلی درندہ غرا ہو رہا ہو۔ وہ پانچوں کمرے سے باہر نکلنے کے بعد آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گھر کے بیرونی دروازے کی طرف چلی گئیں۔ شاہل ایک اور کمرے سے باہر نکلا تو اس کے آنے کے بعد کچھ ایسے انسانی ڈھانچے وہاں سے برآمد ہوئے جن کے سر کی جگہ سانپوں کے سر تھے اور وہ سانپوں کی طرح چونکا رہے تھے۔ ان کی تعداد دس تھی۔ وہ بھی گھر کے بیرونی دروازے کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد ایک اور کمرے سے شاہل کے نکلنے کے بعد کتے لہا جانور نکلے جن کے سر انسانوں سے مشابہ تھے۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ وہ بھی پہلے والی بلاؤں اور ڈھانچوں کی طرح گھر کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ شاہل میرے پاس آیا اور بولا۔ ”آج میں اتنی ہی فوج کے ساتھ حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہوں تو زیادہ فوج بھی لے جاسکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ شاما کے ساتھ آج کی بمبڑ کے لیے یہ سب کافی ہیں۔“ اس نے گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا تو میری نظریں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں لیکن وہاں اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ ان بلاؤں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاہل کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ ”گھبراتا نہیں اور ہاں تمہیں میری ہدایات یاد ہیں؟“

”ہاں مجھے یاد ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ تم چاہو تو سو سکتے ہو۔“ اس نے گما اور ان بلاؤں وغیرہ کی طرف چل دیا۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن مجھے وہاں کچھ بھی نظر نہ آ سکا۔ البتہ مجھے شاہل اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب گھر سے باہر جا رہے ہیں۔ کافی دیر تک ان کی آوازیں آتی رہیں اس کے بعد گھرا سنا چھا گیا۔ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے چھٹی لگا لی اور اپنے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ بستر پر شاہل کے ویسے ہوئے کانڈ اور تھبا کو کے پتے پڑے تھے۔ میں نے پتوں کو اپنے ہاتھ سے خوب سلا

اردو فیکر کے لیے لک کر کے ۱۱ پتے اس میں بھر دیئے۔ اب میں انہیں



کھلی تو کمرے میں روشنی بجلی ہوئی تھی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ دن ہو چکا ہے۔ میں نے روشندان کی طرف دیکھا لیکن اب وہ بلا وہاں نہیں تھی 'جہاں میں نے اسے دیکھا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ میں کیوں سو گیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ بلا اندر نہیں آئی اور شاید اٹھنے کے بعد وہاں چلی گئی۔ میرے سوتے ہوئے اگر وہ اندر آ جاتی تو مجھے موت کے منہ میں پھنسا سکتی تھی۔ میں کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ میں نے کمرے سے باہر آ کر سب سے پہلے اس روشندان کا جائزہ لیا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے دور دور تک نظریں ڈالیں لیکن وہ بلا کہیں نظر نہ آئی۔ میں وہاں گھر میں آ گیا۔ برآمدے اور اپنے کمرے میں موجود لائٹس میں نے بجھا دیں۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں باورچی خانے میں چلا گیا۔ وہاں ناشتہ تیار کرنے کے بعد میں اپنے کمرے میں لے آیا اور چارپائی پر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتے کے بعد برتن وہاں باورچی خانے میں رکھ کر میں ایک بار پھر اپنے کمرے میں وہاں آ گیا اور چارپائی کو اس کی پرانی جگہ پر رکھ کر بہتر درست کرنے لگا۔ بہتر درست کرنے کے بعد میں کمرے سے باہر آ گیا۔ درمیاب تک صحن میں بھیجی ہوئی تھی لیکن رات کو شامیل اور اس کے ساتھیوں کے جانے کی وجہ سے بے ترتیب ہو گئی تھی۔ میں نے صحن میں آ کر اسے درست کیا اور کچھ دور پر سے ہوئے تھکے لا کر اس پر رکھ دیے۔ ایک تکیہ کمر میں ڈال کر میں آرام سے بیٹھ گیا۔ اب مجھے شامیل کا انتظار تھا۔ میں دوپہر تک دھوپ سے لطف اندوز ہوتا رہا لیکن شامیل نہ آیا مجھے بھوک لگنے لگی تو میں باورچی خانے میں آ گیا۔ زمین پر رکھی ہانڈیوں کو میں نے ہانڈی ہانڈی کھول کر دیکھا۔ ایک میں مجھے سالن نظر آ گیا لیکن سردی کی وجہ سے شور مچا ہوا تھا۔ میں نے ایک چولہے میں لکڑیاں جلائیں اور سالن گرم کرنے کے لیے رکھ دیا۔ روٹی کے لیے میں نے مختلف برتنوں کا جائزہ لیا مگر روٹی کہیں نظر نہ آئی البتہ ایک برتن میں مجھے آٹا نظر آ گیا۔ میں نے چولہے پر سے سالن کی ہانڈی اتار کر نیچے رکھ دی اور روٹی پکانے کے لیے ڈالا اور دیگر کئی خواتین کو آٹا گوندھ کر روٹی پکاتے دیکھ چکا تھا۔ میں نے بھی ان کے ہی طریقے پر عمل کیا اور کچھ ہی دیر میں آٹا گوندھ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ ڈال چولہے پر رکھنے کے بعد بیلن کی مدد سے روٹی بنا کر اس پر رکھ دی۔ سالن اب تک گرم تھا۔ میں نے ایک برتن میں سالن ڈالا اور وہیں بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں کچھ دیر صحن میں مشغول رہا آخر تک کروری پر بیٹھ گیا۔ میں شامیل کے نہ آنے کی وجہ سے کافی پریشان تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی مڑو تو نہیں ہو گئی۔ ورنہ شامیل تو صبح تک آ جائے گا کہہ گیا تھا۔ وہ جس دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گیا تھا وہ کوئی کمزور شخص نہیں تھا۔ شامیل خود کئی مرتبہ میرے سامنے شام کی طاقت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اس لئے مجھے خیال آ رہا تھا کہ کہیں شام نے اس کو شکست تو نہیں دے دی۔ ایسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ شامیل ختم ہو چکا ہو یا شام نے اسے قید کر لیا ہو۔ میں غیر ارادی طور پر اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ شامیل ختم ہو چکا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی موت کے بارے میں سوچ کر مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس کے مر جانے کے بعد شام مجھے نہیں چھوڑے گا۔ وہ یقیناً مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرتا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے یا کسی اور وجہ سے مجھے

خون رگوں میں محمد ہونا محسوس ہو رہا تھا۔ میرے ہاتھ سے سرکٹ چھوٹ کر نہ جانے کس وقت زمین پر گر چکا تھا۔ وہ بلا اب اپنا تقریباً آدھا جسم روشندان سے اندر داخل کر چکی تھی اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ ہی دیر بعد وہ مکمل طور پر اندر آ جائے گی اور اندر آنے کے بعد وہ میرے ساتھ جو کچھ بھی کرے گی اس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا۔ میں ہمت کر کے چارپائی سے نیچے اتر آیا اور آہستہ آہستہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ بلا اندر آ گئی تو میں دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل جاؤں گا اور باہر سے دروازے کی کڑی لگا دوں گا تاکہ وہ بلا کمرے میں بند ہو جائے اور میں باورچی خانے میں پتہ لے لوں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ باورچی خانے میں کوئی کڑی یا روشندان وغیرہ نہیں تھا۔ وہ بلا اب کمرے میں اندر داخل ہو چکی تھی لیکن پھر اچانک ہی مجھے اس کے ہاتھ ڈھیلے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ مڑھلا ہو کر بے ہوش ہو گئی۔ اب وہ روشندان میں بے حس و حرکت لٹک رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں بہت دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اب وہ کب دوبارہ حرکت کرے گی لیکن جب اس نے کوئی جنبش نہ کی تو مجھے خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی وجہ سے وہ بلا ختم ہو چکی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ شام کی طرف سے بھیجی گئی بلا ہو لیکن شامیل نے کوئی ایسا عمل کیا ہو جس کی وجہ سے وہ بلا میرے قریب آنے سے پہلے ختم ہو گئی ہو۔

میں کافی دیر تک اپنی جگہ کھڑا رہا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اس بلا کے قریب نہیں جانا چاہیے بلکہ اپنی چارپائی کھینچ کر اندر روٹی کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا لینی چاہیے تاکہ وہ بلا اگر کسی وقت کوئی حرکت کرے تو میں فوراً باہر جا سکوں۔ میں دیرے دیرے چارپائی کی طرف بڑھا لیکن میری نظریں مسلسل اس بلا پر تھیں۔ میں نے چارپائی آہستہ آہستہ کھینچ کر دروازے کے ساتھ لگا لی اور خود بہتر پر لٹک اپنے اوپر ڈال کر بیٹھ گیا۔ میری نظریں اب بھی اس بلا پر تھیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن اس بلا نے کوئی حرکت نہیں کی تھی میں اسی نتیجے پر پہنچا کہ وہ ختم ہو چکی ہے۔ میں دیرے دیرے چارپائی سے نیچے اتر آیا اور نہایت محتاط انداز میں چلا ہوا اس بلا تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے جھوٹ کر دیکھا لیکن لیکن میری ہمت نہیں ہوئی کہ اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہناؤں۔ میں کچھ دیر اس بلا کے قریب کھڑا سوچا رہا کہ کیا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر میں نے ہمت کر کے اسے بھونے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ایک ہاتھ کی انگلی پکڑتے ہوئے میزاول بری طرح وحرک رہا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے اس کی انگلی پکڑ لی اور پھر اس کا ہاتھ دائیں بائیں ہلا کر دیکھا۔ اس کا جسم بے جان تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ختم ہو چکی ہے۔ میں وہاں اپنے بہتر پر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مجھے نیند نے ستانا شروع کر دیا۔ میں نے ایک بار پھر روشندان میں گلی ہلا کی طرف دیکھا وہ بے حس و حرکت وہاں پر لٹک ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے سو جانا چاہیے لیکن مجھے یہ خطرو تھا کہ کہیں میرے سوتے کے بعد وہ پھر سے نہ اٹھ جائے۔ میں نے صبح تک کا وقت جاگ کر گزارنے کا فیصلہ کیا۔ میں ختم دراز ہو گیا اور اپنی نظریں اس بلا پر جمائیں۔ کچھ دیر کے بعد مجھ پر نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ میں نے گروں جھک کر نیند سے بچھڑا پانے کی کوشش کی لیکن میں اپنی

موت کے گھاٹ اٹار دیتا۔

سورج آہستہ آہستہ چلے ہوتا جا رہا تھا اور میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ میری شدت سے خواہش تھی کہ اب شاکل کو واپس آ جانا چاہئے کیونکہ رات کا تصور مجھے خوفزدہ کر رہا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کل کی طرح کو کوئی والدہ آئندہ بھی میرے ساتھ پیش آئے۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں شاکل کو اس ڈھانچے کے متعلق بتاؤں گا تو یقیناً آئندہ کے لیے کوئی ایسا بندوبست کرے گا کہ ایسا والدہ پیش نہ آئے۔ اس کے علاوہ وہ مجھے صحیح طور پر بتا سکے گا کہ وہ ڈھانچہ کون تھا اور شاکل کی طرف سے حصار قائم کئے جانے کے باوجود اندر کیسے آہٹا تھا؟

میں نے دور پہاڑوں میں ڈھلتے ہوئے سورج کی طرف دیکھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ عرصے میں سورج ختم طور پر غروب ہو جائے گا۔ میں بے چینی سے محن میں ٹپٹنے لگا۔ میں غیر ارادی طور پر بار بار گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری نگاہیں شاکل کی کھڑکیوں پر وقت گزرتا رہا۔ بالآخر سورج پہاڑوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا پھر میں باورچی خانے میں آگیا۔ پانچس اٹھا کر میں اپنے کمرے میں آگیا۔ لائٹیں جلائے کے بعد میں نے برآمدے میں لٹکی لائٹیں بھی جلا دی۔ پھر جلدی جلدی میں نے باورچی خانے میں کھانا گرم کر کے کھایا۔ میں چاہتا تھا کہ میں گھرا اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے اپنے کمرے میں چلا جاؤں۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں باورچی خانے سے باہر آگیا۔ اندھیرا بہت زیادہ ہو چکا تھا لیکن ہر چیز اب بھی ہلکی ہلکی نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا اور کچھ دیر مسلسل اسے دیکھا رہا۔ ہر آنے والے لمحے میں مجھے امید تھی کہ شاید دروازہ کھلے اور شاکل آ جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں مایوس ہو کر ویرے ویرے اپنے کمرے کی طرف چل رہا۔ ابھی میں اپنے کمرے سے کٹنی در تھا کہ مجھے کسی کی دبی دبی چیخوں کی آواز سنائی دی۔ کوئی مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ میں اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا اور اپنی پوری توجہ اس آواز کی جانب مبذول کر دی۔ جلد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ وہ آواز میں اسی کمرے کی جانب سے آ رہی ہیں جس کے دروازے کے سامنے میں اس وقت کھڑا تھا۔ یہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ وہ ”مجھے بچاؤ“ اور ”مجھے یہاں سے نکالو“ کے الفاظ کہہ رہی تھی۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بچ رہی ہے لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ بہت دور ہو۔ میں نے کمرے کے دروازے کے ساتھ اپنا کان لگا دیا۔ اس کے بعد بند دروازے سے ذرا ہٹ کر آوازوں کو سنا اور ایک بار پھر کان دروازے کے ساتھ لگا دیا۔ میں نے دوبارہ دروازے کے ساتھ کان لگا کر اور ایک بار پیچھے ہٹ کر اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کیا واقعی آواز میں اسی کمرے سے آ رہی ہیں یا کہیں اور سے لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ آواز اس کمرے سے آ رہی ہے۔ میں کچھ دیر آوازوں کو غور سے سنتا رہا ایسا لگتا تھا کہ جیسے والی عورت یا لڑکی انتہائی تکلیف میں ہے اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر اس کی مدد نہ کی گئی تو وہ جلد ہی مر جائے گی۔ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ آخر شاکل نے اس کمرے میں کس کو بند کر رکھا تھا۔ میرے دل میں خواہش پڑا کہ اہو کی دروازے کی اوپر کی کنڈی کھول کر اندر چلا جاؤں اور اندر جو کوئی بھی ہے اس کو نکال دوں۔ لیکن وہ مجھ سے کتنا دور تھی۔ اس نے مجھے کسی بھی کمرے میں جانے سے منع کیا

تھا۔ میں سوچنے لگا کہ مجھے اندر جانا چاہئے یا نہیں۔ آنے والی آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اندر والی لڑکی کی تکلیف بند رہی جی جی جی جا رہی ہے اور اب وہ زیادہ زور سے چلا رہی ہے۔ میں بہت دیر تک اسی شش و پنج میں جلا رہا کہ مجھے اندر جانا چاہئے یا نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اندر کوئی ایسی لڑکی یا عورت موجود ہو جس سے شاکال کی دشمنی ہو اور کھانا وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ چلانے لگی ہو۔ میں نے سوچا اگر یہ بات نہ بھی ہوئی تب بھی اس سے ملتی جلتی کوئی کہانی ہوگی۔ مجھے اپنے خیالات اس لئے بھی درست معلوم ہو رہے تھے کہ صبح سے اب تک تو میں نے اس لڑکی کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ حالانکہ میں کئی بار میاں سے گزرا تھا اس لئے وہ کوئی بد روح یا بلا نہیں بلکہ انسان تھی۔ اور زیادہ دیر تک بھوکے رہنے اور شاید سردی یا کسی تکلیف کی وجہ سے وہ چیخنے چلانے پر مجبور ہو گئی ہے۔ یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد بھی مجھ میں دروازہ کھولنے کا حوصلہ پیدا نہیں ہوا۔ میں ایک بار پھر سوچنے لگا کہ کمرے کا دروازہ کھولوں یا نہیں۔ اچانک لڑکی پھر چئی۔ ”مجھے اس عذاب سے بچاؤ شاکال میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔“ یہ الفاظ سن کر میں چونک گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ شاکال نے اندر کسی کو قید کر رکھا ہے اور اپنی کچھ شرائط منوانا چاہتا ہے اور اس لڑکی نے اب تک اس کی بات نہیں مانی تھی لیکن اب وہ اتنی مجبور ہو گئی تھی کہ شاکال کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار تھی۔ اندر سے ایک بار پھر چیخیں اُبھریں۔ وہ شاکال کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ شاید اسے علم نہیں تھا کہ کمرے سے باہر گھر میں کون کون رہ رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً وہ کسی اور کو بھی پکار سکتی تھی۔ چیخیں مددوم ہو گئی تھیں۔ شاید وہ لڑکی تھک گئی تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بہے ہوش ہو چکی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں ضرور اس کی مدد کروں گا ہر قسم کے خیالات اور خطرات کو ذہن سے نکالتے ہوئے میں نے کمرے کی کڑی آہستہ سے کھول دی لیکن اندر واضح طور پر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ دور نکل ہوئی لائٹیں کی روشنی کی وجہ سے معمولی سی روشنی اس کمرے میں پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ روشنی بالکل تھی اور اتنی سی روشنی میں نہ تو ٹھیک طرح سے کمرے کا جائزہ لیا جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی کارروائی کی جاسکتی تھی۔

میں نے برآمدے میں پڑی ہوئی لائٹن اتاری اور اسے لے کر دوبارہ کمرے کے دروازے پر آ گیا۔ لائٹن کی روشنی کی وجہ سے اب کمرے کی ہر چیز صاف نظر آرہی تھی لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کمرے کے کسی بھی حصے میں کوئی ٹوٹی موجود نہیں تھی۔ میں کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اندر کمرے میں صرف ایک جگہ اور کچھ دوسری چیزیں پڑی تھیں۔ میں وہیں رک کر سوچنے لگا کہ آخر وہ جہیزیں کہاں سے آرہی تھیں۔ کافی دیر سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید وہ سب میرا وہم تھا یا ہمدرد آدمی اس کیں دور سے آرہی تھیں اور میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ ابھی میں واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کسی کے کراہنے کی آواز نے مجھے چوکھٹا دیا۔ مجھے سنائی دینے والی آواز قریب سے ہی آرہی تھی۔ میں نے غیر ارادوی طور پر سارے کمرے پر نگاہ ڈالی۔

”شکال مجھے یہاں سے باہر نکالو میں..... میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔“ اس لڑکی کی آواز مجھے ایک بار پھر سنائی دی۔ میں پوری طرح آواز کی طرف متوجہ ہو گیا اور اندازہ لگانے کی

میں اس کمرے میں رکا نہیں بلکہ باہر برآمدے میں آگیا۔ وہ لڑکی بھی میرے ساتھ ہی کمرے سے باہر آ گئی۔ کمرے سے فوری طور پر باہر آ جانے کی وجہ یہ تھی کہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ شاکال اور اس کے ساتھی تو نہیں آرہے ہیں۔ اگر اس وقت شاکال آ جاتا تو مجھے کسی صورت معاف نہیں کرتا۔ میں نے لائین دوبارہ برآمدے میں لٹکا دی۔ بستر پر بٹھانے کے بعد میں نے اسے پوچھا۔ ”کیا تم نانا پسند کرو گی؟“

”ہاں مگر شاکال کہاں ہے اور تم کون ہو؟“ اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد پوچھا۔

”بس یوں سمجھ لو کہ میں بھی تمہاری طرح ایک قیدی ہوں۔ خیر تم جلد از جلد نانا اور میرے کپڑے پہن لو لیکن یاد رکھو ہمیں سب کچھ جلدی کرنا ہے کیونکہ اگر شاکال آگیا تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں آزاد کرانے کی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اتار دے۔“ میں نے اس سے کہا اور اپنے بیگ سے کپڑے نکالنے لگا۔ کپڑے نکال کر میں نے چارپائی پر رکھے اور اس لڑکی سے کہا۔ ”تم بیٹیں بیٹھو میں باورچی خانے میں پانی گرم کرتا ہوں۔“

میں نے پانی گرم کر کے غسل خانے میں رکھ دیا اور اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ لڑکی وہیں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ”آؤ چلو ہمیں غسل خانہ دکھا دوں۔“ میں نے اس سے کہا۔ میں نے کمرے میں موجود لائین اٹھالی اور باہر کی طرف چل دیا۔ اب میرے ہاتھ میں دو لائینیں تھیں۔ غسل خانے کے دروازے پر پہنچ کر ایک لائین اسے دیتے ہوئے میں نے کہا۔ ”دیکھو جلدی جلدی نانا۔“ ہمارے پاس ناٹم کم ہے۔“ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور لائین لے کر غسل خانے میں چلی گئی۔ اور میں واپس کمرے کی جانب چل دیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اہانک آہٹ سنائی دی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا میں سمجھا کہ شاکال آگیا ہے لیکن اگلے ہی لمحے میں نے سکون کی سانس لی کیونکہ سنائی دینے والی آہٹ بیرونی دروازے کی نہیں بلکہ غسل خانے کے دروازے کی تھی۔ میں نے غسل خانے کی طرف دیکھا۔ وہ لڑکی لائین لے چلی آ رہی تھی۔ اس نے میرے کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب وہ میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا۔ ”جلدی سے بستر میں بیٹھ جاؤ تاکہ ہمیں سروی کم لگے۔“ وہ میرے ساتھ کمرے میں آگئی۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی تو میں نے اس پر لحاف ڈال دیا۔ اس نے ابھی طرح لحاف اپنے جسم پر لپیٹ لیا میں نے آئینہ میں آگ روشن کر دی اور اس کے قریب آکر پوچھا۔ ”کیا تم کھانا کھاؤ گی؟“

”ہاں مجھے شدید بھوک لگی ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ میں باورچی خانے میں آگیا۔ جلدی جلدی سالن گرم کر کے میں نے پکی ہوئی روٹیاں و سرخوان میں لپیٹیں اور واپس کمرے میں آگیا۔ لڑکی نجانے کتنے دن کی بھوک تھی وہ جلدی جلدی سے سارا کھانا چٹ کر گئی۔

”ہاں اب تم کون ہو؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”میں قریبی گاؤں کی رہنے والی لڑکی ہوں۔ ایک مرتبہ شاکال ہمارے گاؤں میں آیا تو اس نے مجھے دیکھ لیا۔ میں اسے پسند آگئی اور اس نے میرے والد کے پاس اپنے دوستوں کو میرا رشتہ مانگنے کے لیے بھیج دیا۔ میرے والد جانتے تھے کہ شاکال جادو نوے کرنے والا آدمی ہے اور اس کے علاوہ وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ میرے والد نے اسے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کئی مرتبہ میرے

کو شش کرنے لگا کہ وہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ آواز ایک بار پھر سنائی دی تو مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ آواز زمین میں سے آرہی ہے۔ میں فوراً نیچے بیٹھ گیا اور جگ کر اپنا ایک کان زمین کے ساتھ لگا دیا۔ آوازیں زمین کے اندر سے آرہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ نیچے کوئی تہ خانہ ہے۔ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈال کر جائزہ لیا اور معلوم کرنے کی کوشش کی کہ تہ خانے میں جانے کا راستہ کس طرف ہے لیکن کوئی ایسا جگہ دکھائی نہ دی جہاں تہ خانے کا دروازہ ہو سکتا تھا۔ میں نے قریب رکھی لائین اٹھائی اور کمرے کے ایک کونے میں آگیا۔ یہاں زمین پر بیٹھ کر میں نے ہاتھ کی مدد سے تہ خانے کا دروازہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کوئی دروازہ وغیرہ نہیں ہے۔ پھر میں کمرے کے دوسرے کونے میں آگیا۔ یہاں بھی کچھ دیر کی کوشش کے بعد پتہ چلا کہ یہاں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کمرے کے تیسرے اور چوتھے کونے کا جائزہ لینے کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہاں تہ خانے میں جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو میں کچھ بائس سا ہو گیا۔

میں وہاں موجود چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک کونڈا سا پلکا کہ ضروری تو نہیں تہ خانے میں جانے کا راستہ صرف کمرے کے کونے میں ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس چارپائی کے نیچے کوئی دروازہ موجود ہو۔ میں نے ہاتھ میں پکڑی لائین ایک طرف رکھ دی اور چارپائی کے دوپانے اٹھا کر اس کے نیچے کی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں ایک چھوٹی سی چٹائی پڑی تھی۔ میں نے اسے بھی اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔ چٹائی کے بہتے ہی مجھے تہ خانے کا دروازہ نظر آگیا۔ میں نے فوراً کونڈا پکڑ کر تہ خانے کے دروازے کو اوپر کی طرف کھینچا۔ دروازہ بہتے ہی عجیب سی بدبو میرے نشتوں میں گھسنے لگی۔ میں نے تہ خانے کے اندر لائین لٹکا کر اندر کا جائزہ لیا۔ اندر نیچے اترنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ جلد ہی مجھے ایک لڑکی بھی نظر آگئی جو رسیدوں سے بندھی ہوئی تھی اور حیرت سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگایا کہ اس کی عمر چوبیس پینیس سال کے لگ بھگ تھی۔ نقابت اس کے چہرے پر صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے اچھے گندے ہال اور کپڑے دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے وہاں بند ہوئے کم از کم ایک ماہ ہو چکا ہے۔

”تم کون ہو؟“ اس نے کمزور سی آواز میں پوچھا۔

”پہلے تم بتاؤ تم کون ہو؟“ میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے سوال کر دیا۔

”میں ایک مظلوم عورت ہوں۔ شاکال نے مجھے قید کر رکھا ہے۔ میری مدد کرو۔“ اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ میں نے سوچا کہ پہلے اسے آزاد کروایا جائے اس کے بعد کھانا وغیرہ کھلا کر اسے اپنی حالت درست کرنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے بارے میں صحیح طور پر بتا سکے۔ میں نے لائین واپس باہر نکال لی اور پھر اپنے پاؤں کے قریب رکھتے ہوئے نیچے اترنے لگا۔ نیچے اتر کر میں نے اس لڑکی کی رسیاں کھول دیں۔ اس کے کپڑوں سے ناگوار سی بو آرہی تھی۔ ”آؤ میرے ساتھ۔“ میں نے کہا اور خود سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔ میں جلد از جلد تہ خانے سے نکل جانا چاہتا تھا یہاں کی بدبو میرے لئے ناقابل برداشت ہوئی، حارہ، اتم، کچھ دیر کے بعد میں اور وہ لڑکی تہ خانے سے باہر آ گئے۔

والد کو شادی کے لیے پیغام بھجوایا لیکن ہر بار شاکل کو انکار سننا پڑا اور پھر ایک دن وہ مجھے اغوا کر لے آیا۔ وہ روزانہ مجھ سے شادی کرنے کو کہتا ہے اور میں انکار کر دیتی ہوں لیکن آج مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں مرنے والی ہوں۔ اس لئے میں نے پیچ کر کہا کہ میں اس کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں اور جب تمہ خالے کا دروازہ کھلا تو مجھے امید تھی کہ شاکل اندر داخل ہو گا لیکن تمہیں دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ اب بتاؤ کہ تم کون ہو اور شاکل کہاں ہے؟

"شاکل اپنے ایک دشمن سے لڑنے گیا ہوا ہے۔ آج صبح اسے آنا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ اب تم بتاؤ کہ تمہیں اپنے گاؤں کا راستہ یاد ہے؟" میں نے اپنے بارے میں بتانے کی بجائے اس سے پوچھا۔

"نہیں مجھے اپنے گاؤں کا راستہ نہیں معلوم۔" اس نے فطین آواز میں جواب دیا۔

"دیکھو میں یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ ایک خاص حد سے آگے نہیں جاسکتا۔ اگر میں جانے کی کوشش کروں گا تو میرا ایک دشمن مجھ پر حملہ کر دے گا اور مجھے اپنی قید میں کر لے گا۔ یا جان سے مار دے گا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو یہاں سے جاسکتی ہو۔" وہ میری بات سن کر کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔ "لیکن کیا میرے جانے کے بعد شاکل تمہیں چھوڑ دے گا؟"

اس کی بات سن کر میں پریشان ہو گیا۔ "چھوڑے گا تو نہیں لیکن میں اسے کہہ دوں گا کہ تمہارے فرار ہونے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں اسے بتاؤں گا کہ میں تو اپنے کمرے میں تھا۔" میں نے کہا۔

"نہیں وہ تمہاری بات پر یقین نہیں کرے گا۔ وہ بہت کینہ آدی ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح پتہ لگا لے گا کہ تم نے ہی مجھے بھاگ جانے میں مدد دی ہے۔" اس لڑکی نے کہا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس وقت پریشانی کی وجہ سے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ "پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا کرنا چاہئے؟" میں نے اس سے پوچھ لیا۔ ابھی اس لڑکی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گھر کے بیرونی دروازے کی جانب سے آہٹ سن کر مجھے اپنی رگوں میں خون خشک ہوتا محسوس ہوا۔ میں کچھ گیا کہ شاکل آگیا ہے۔ میں نے پریشان نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھا مگر وہ جیسی مسکرا رہی تھی۔

لڑکی کی مسکراہٹ دیکھ کر کچھ لمحوں کے لیے میری پوری توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی میں نے سوچا کہ اتنی خوفناک صورت حال میں جبکہ اس کا دشمن سر پر پہنچ چکا ہے، وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔ میں فوری طور پر اس کی وجہ نہ جان سکا اور ایک بار پھر میں گھر کے بیرونی دروازے پر ہونے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ خوف کی وجہ سے میرا حلق خشک ہو گیا تھا اور رگوں میں خون جم رہا تھا محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی کچھ ہی دیر بعد شاکل میرے سامنے موجود ہو گا اور لڑکی کو آزاد کرانے کے جرم میں مجھے کوئی بھی سزا دے دے گا۔ اگر شاکل کوئی عام آدمی ہوتا تو اس کے ساتھی بھی عام انسان ہوتے تو یقیناً میں ان کے مقابلے کے بارے میں کچھ سوچتا لیکن یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔ شاکل ایک ایسا شخص تھا جو نہ صرف پراسرار علوم کا ماہر تھا بلکہ مختلف قسم کی جادوئیں اور بد روئیں اس کی ساتھی تھیں۔ کچھ دیر بعد جلدی جلدی خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ یہ شاکل کے ساتھیوں کی آوازیں

تھیں۔ میں نے ایک بار پھر غیر ارادی طور پر لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور نہایت اطمینان سے جیسی تھی۔

"شاکل! شاکل! اور اس کے ساتھی آگئے۔" میں نے ایک ایک کر کے۔

"پریشان مت ہو۔" لڑکی نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن... وہ ہمیں مار... ڈالیں گے۔" میں نے کہا۔

"وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" لڑکی نے نہایت مطمئن لہجے میں کہا۔

"یہ... یہ تم... کیسے کہہ سکتی... ابھی میں نے اپنا جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ باہر دل ہلا دینے والا شور مچ گیا۔ ان خوفناک آوازوں کو سن کر میں کافی خوفزدہ ہو گیا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "دیکھو... گھبراؤ نہیں... میں جانتی ہوں کہ تم اس وقت کچھ سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور میں اتنی مطمئن کیوں بیٹھی ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں۔ میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ میں ایک قریبی گاؤں میں رہنے والی لڑکی ہوں۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں حقیقت بتا کر پریشان یا خوفزدہ کروں۔ میرا خیال تھا اگر شاکل صبح تک نہ آیا تو میں تم سے یہ کہہ کر کہ مجھے اپنے گاؤں کا راستہ کچھ یاد آگیا ہے" یہاں سے چلی جاؤں گی۔ دراصل رات میں میں باہر نہیں آنا چاہتی تھی اور ویسے بھی اتنے عرصے قید میں رہنے کے بعد میں کچھ آرام بھی کرنا چاہتی تھی۔ خیر میں تمہیں یہ بتا رہی تھی کہ میں کسی گاؤں کی لڑکی نہیں ہوں۔ میں دراصل شاکل کی ساتھی ہوں۔ شاکل سے ایک جھڑپ کے دوران میں اس کے ہتھے چڑھ گئی۔ اس نے مجھے قید کر لیا۔ میں پراسرار علوم کی اتنی بڑی ماہر نہیں ہوں جتنا شاکل یا شاکل ہیں لیکن پھر بھی کئی موقعوں پر ایسے واؤ آزمائشی ہوں کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر میرے سامنے ٹھک سکتا ہے لیکن میں زیادہ دیر تک ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ میرا دشمن ہر دم مجھ کے کچھ دیر بعد میرے واؤ کا ٹوڑ کر سکتا ہے۔ اس وقت بھی یہی صورت حال ہے۔ شاکل میرے واؤ کی وجہ سے بے بس ہے اور اس کے ساتھی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اب میں یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ جانا پسند کرو گے؟"

"میں... میں وہ... میں نے اور حوالہ جملہ کہا اور سوچنے لگا کہ کیا کہوں۔

"دیکھو میرے جانے کے بعد شاکل تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئے گا اور ہو سکتا ہے وہ تمہیں ماری ڈالے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔" لڑکی نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"لیکن... کچھ دور جا کر میرا سانس بند ہونے لگے گا اور پھر..." میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اب ایسا نہیں ہو گا۔ شاکل نے تمہیں جس حصار میں قید کر رکھا تھا اسے فہم کرنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں بس اب تم چلنے کی تجاویز کرو۔" لڑکی نے مجھے اطمینان دلانے کے بعد چلنے کے لیے کہا۔

"کیا میں اپنا ٹیکٹ اٹھاؤں؟" میں نے پوچھا۔

”ہاں اٹھا لو اور میرے پیچھے پیچھے آؤ۔“ لڑکی نے کہا اور خود کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اس کے پیچھے چل دیا۔ کمرے سے باہر آ کر میں نے دیکھا کہ شاکال ہم سے کافی دور کھڑا تھا اور اس وقت وہ شدید فیس میں نظر آ رہا تھا۔ اس کی ساتھی بلاؤں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتی ہوں لیکن وہ ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔

”شوہلا! میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت یہاں سے بھاگ جاؤ گی لیکن... یاد رکھو اگر آئندہ کبھی تم میرے ہتھے چڑھیں تو میں تمہارا بہت برا ہتھکڑوں گا۔“ شاکال نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ ”یہ بعد کی بات ہے۔“ لڑکی جس کا نام شوہلا تھا، اطمینان سے بولی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ”آ جاؤ میرے ساتھ۔“ اس نے اپنا جملہ ختم کرنے کے بعد قدم آگے بڑھا دیا۔ اس کا رخ گھر کے بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جوں جوں شوہلا آگے بڑھ رہی تھی، شاکال اور اس کے ساتھی ہم سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ بلائیں اس وقت بھی خوفناک آوازیں نکال رہی تھیں۔ ”تم نے اچھا نہیں کیا سلطان۔“ میں جانتا ہوں کہ تم نے ہی شوہلا کو آزاد کیا ہے۔“ شاکال نے خوفناک لہجے میں مجھ سے کہا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا لیکن میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ اس لئے کہ میں باوجود سوچنے کے کوئی ایسا جملہ اپنے ذہن میں ترتیب نہیں دے پایا تھا جو میں شاکال سے کہہ سکتا تھا۔ میں نے اس پر سے نظریں ہٹائیں اور شوہلا کے پیچھے چلا رہا۔ کچھ ہی دیر بعد میں اور شوہلا گھر سے باہر آ گئے۔ باہر ہر طرف گہرا اندھیرا تھا۔ شوہلا ایک جگہ رک گئی۔ اب وہ ایک ہولے کی صورت میں مجھے نظر آ رہی تھی۔ میں بھی رک گیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے اسے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا اس لئے وہ رک گئی ہے میں نے پریشان ہو کر اس سے پوچھا۔ ”اب کیا کریں؟“ وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ ”میں ہلکا ہلکا تو سب کچھ نظر آ رہا ہے۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟“

”میں میں جب سے یہاں آیا ہوں، کبھی زیادہ دور نہیں گیا۔“ میں نے جواب دیا۔ اس نے مزید کوئی بات نہیں کی اور گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ میں نے پریشان ہو کر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اگلے ہی لمحے شاکال اور اس کے ساتھی باہر آ جائیں گے اور ہم دونوں کو پکڑ لیں گے۔ ”آؤ میرے ساتھ۔“ شوہلا نے کہا اور ایک طرف کو چل دی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر فیرا داری طور پر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ البتہ گھر کے اندر سے بلاؤں وغیرہ کی آوازیں یہاں تک آ رہی تھیں۔ شوہلا نہایت احتیاط کے ساتھ کافی دیر چلتی رہی۔ شوہلا کے آگے ہونے کی وجہ سے مجھے راستہ دیکھنے کے لیے زیادہ کوشش نہیں کرنا پڑ رہی تھی۔ جب ذہن سے خوف کچھ کم ہوا تو مجھے سردی کا احساس ہونے لگا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ بادلوں نے اپنا ڈیرہ چھایا ہوا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک ہم دونوں بے نرمی چلتے رہے۔ کئی چھوٹے بڑے پھانسیوں کو ہم عبور کر چکے تھے اور اب در تک کھامیدان ہمارے سامنے تھا۔ کھلے علاقے میں آنے کی وجہ سے مجھے اور زیادہ سردی لگنے لگی۔ میں نے اپنے منگ میں ہاتھ ڈال کر

ایک سوٹر نکالا اور پہننے لگا۔ سوٹر پہن کر میں نے شوہلا سے پوچھا۔ ”کیا تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟“ ”ہاں لگ تو رہی ہے لیکن یہ چادر مجھے کافی حد تک سردی سے بچائے ہوئے ہے۔“ شوہلا نے بتایا۔ اس نے کمر سے آتے ہوئے بستر پر موجود چادر ساتھ لے لی تھی۔

”تم کو تو میں تمہیں کوئی سوٹر وغیرہ دے سکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”اگر کوئی ایسی چیز ہے تو دے دو۔“ شوہلا نے رک کر کہا۔ میں بھی رک گیا اور بیگ میں ہاتھ ڈال کر نٹولنے لگا پھر جلد ہی چند کپڑوں کے پیچے سے میں نے ایک سوٹر نکال کر شوہلا کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے مجھے چادر دینے کے بعد سوٹر پہن لیا اور پھر چادر لپیٹ کر بولی۔ ”اب ہم لوگ شاکال کی حدود سے باہر آ چکے ہیں۔“

”میں کہاں جانا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”شاکال کے پاس۔“ شوہلا نے جواب دیا اور چلتی گئی۔ میں نے بھی قدم بڑھا دیے۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ ”میں مزید کتنا سفر طے کرتا ہے؟“ ”کم از کم تین گھنٹے اور چنانچہ گاہیں۔“ اس نے بتایا۔

”مجھے کچھ صحن محسوس ہو رہی ہے۔“ میں نے کہا۔ ”صحن تو میں بھی گئی ہوں۔“ شوہلا نے کہا۔ پھر اس نے گردن گھما کر ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کہیں آرام کرنے کے لیے جگہ تلاش کر رہی ہے۔ میں نے بھی آس پاس کا جائزہ لینا شروع کر دیا لیکن اس دوران ہم دونوں رکے نہیں تھے۔ تقریباً بیس منٹ مزید چلتے کے بعد ہمیں ایک ٹوٹی ہوئی بوسیدہ عمارت نظر آئی۔ شوہلا عمارت کے قریب رک کر اس کا جائزہ لینے لگی۔ میں بھی عمارت کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں اور دروازوں وغیرہ کو دیکھنے لگا۔ ”میرا خیال ہے ہمیں کچھ دیر یہیں آرام کر لینا چاہئے۔“ شوہلا نے کہا۔ اس کے کہنے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے بھی رائے چاہتی ہے۔

”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔“ میں نے اس کی تائید کی تو اس نے عمارت کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ عمارت کے اندر اندھیرا بہت گہرا تھا۔ باہر بہت دیر اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے ہمیں آس پاس کا ماحول کافی حد تک واضح دکھائی دینے لگا تھا لیکن عمارت کے اندر گہرے اندھیرے کی وجہ سے ہم دونوں کچھ دیکھنے سے قاصر تھے۔ ”اب کیا کریں؟“ میں نے شوہلا سے پوچھا۔ ”کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔“ شوہلا نے پرامید لہجے میں جواب دیا۔ میں خاموش رہا۔ وہ بھی خاموش تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ عمارت کے کسی محفوظ حصے میں جانے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ میں خود بھی اس بارے میں سوچنے لگا۔ اچانک کسی خونخوار جانور کی فراہٹ سنائی دی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے گہراہٹ سے لبریز لہجے میں شوہلا سے پوچھا۔ ”یہ کیسی آواز ہے؟“

”میرا خیال ہے کوئی جانور ہے۔“ شوہلا نے جواب دیا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنی گہراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

”کیا وہاں باہر چلیں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں ہی کرنا ہوگا۔“ شوہلا نے جواب دیا تو میں نے فوراً عمارت سے باہر جانے کے لیے قدم

دروازے پر رک گیا۔ اس نے جلتی ہوئی تیلی زمین پر پھینک دی اور دروازہ کھول دیا۔ کمرے کے اندر روشنی ہو رہی تھی۔ وہ شخص اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔ "اندر آ جاؤ۔" ہم دونوں اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرہ کافی گرم تھا۔ اندر ایک چارپائی تھی جس پر بستر موجود تھا اور لائف کی ترتیب بتا رہی تھی کہ یہ بستر ہمارے ساتھ موجود شخص کا ہی ہے۔ فرش پر چٹائی جمی ہوئی تھی۔ آتشخان میں راکھ کے نیچے کچھ روشن کوئلے دکھائی دے رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر ہی مجھے کافی سکون محسوس ہوا۔ ایک جانب طاق میں ایک تیل کا دیا جل رہا تھا۔ "تم لوگ بیٹھو میں آگ جلاتا ہوں۔" عمر رسیدہ شخص نے کہا اور آتشخان کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور شوبھا چارپائی پر بیٹھ گئے اور کمرے کا جائزہ لینے لگے۔ عمر رسیدہ شخص کچھ دیر آتشخان کے قریب بیٹھا آگ جلاتا رہا اور جب کٹڑیوں نے اچھی طرح آگ پکڑ لی تو وہ ہمارے پاس آگیا۔ "ہاں اب تباہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟"

"ہم میاں بیوی ہیں۔ اگلے گاؤں میں میری سسرال ہے۔ ہم لوگ وہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ہماری گاڑی خراب ہو گئی اور مجبوراً ہمیں گاڑی چھوڑنا پڑی۔ موسم بھی خراب ہے اور بارش بھی شروع ہو گئی تو ہم لوگوں نے صبح تک کہیں پناہ لینے کے بارے میں سوچا اور یوں ہمارے گھر تک آ گئے۔" میں نے اسے ایک فرضی کہانی سنائی۔ اس دوران وہ شخص چارپائی پر بیٹھ چکا تھا۔ "آپ کو ہمارے یہاں رہنے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟" شوبھا نے عمر رسیدہ شخص سے پوچھا۔

"نہیں! میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم لوگ جب تک ہاں میرے پاس رہ سکتے ہو۔" اس شخص نے خوش دلی سے کہا۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ہم سے پوچھا۔ "کچھ کھانے کے تم لوگ؟"

"نہیں! ہمیں بھوک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اچھا تو پھر میں تم لوگوں کے سونے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اس شخص نے اٹھتے ہوئے کہا پھر آتشخان کے قریب سے ماہوس اٹھا کر باہر چلا گیا۔ میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر مسکرا کر بولی۔ "بہت کچھ۔"

"اب ہمیں شاکل کی طرف سے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جس طرح عام دنیا میں کسی کو اپنے دشمن سے ہر وقت خطرہ ہو سکتا ہے اسی طرح پراسرار دنیا میں بھی دشمن کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ میرے چہرے پر اچھرنے والے پریشانی کے آثار دیکھ کر وہ تھوڑا مسکرا کر بولی۔ "جہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاکل میں اتنی بہت نہیں ہے کہ اب وہ ہم پر حملہ کر سکے۔ اس وقت شاکا کو پتہ چل چکا ہے کہ میں شاکل کی قید سے آزاد ہو چکی ہوں۔ وہ کسی بھی مسئلے کی صورت میں ہماری نہ صرف مدد کرے گا بلکہ اس وقت وہ ہماری حفاظت بھی کر رہا ہے۔"

"اسے کیسے پتہ چلا کہ تم آزاد ہو چکی ہو؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔ پھر مجھے اپنے اس اعتماد سوال کا احساس ہوا۔ کیونکہ شاکا پراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر ہے اس کے لیے یہ معلوم کرنا قطعاً مشکل

بڑھا دیتے۔ مجھے غصہ تھا کہ کہیں کوئی جانور ہم پر حملہ نہ کر دے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں باہر آ گئے۔ بہت دیر تک تیز تیز چلتے رہے۔ اس دوران ہم دونوں پیچھے مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے۔ "اچھا ہوا اس جانور نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ اگر ہم مزید آگے بڑھتے تو وہ یقیناً وہ جانور ہم پر حملہ کر دیتا۔" شوبھا نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ کوئی بھیڑیا تھا۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں مزید بات چیت کے بغیر کافی دیر تک چلتے رہے۔ ہمارے چلنے کی رفتار اب بھی تیز تھی۔ تیز رفتاری کی وجہ سے سردی کا احساس کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ اچانک ایک لمبے کو سارا ماحول روشن ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد بادلوں کی گرج سنائی دی۔ میں نے فوراً آسمان کی طرف دیکھا اور شوبھا سے مخاطب ہوا۔ "گلتا ہے بارش ہوگی۔"

"ہاں گلتا تو ایسا ہی ہے۔" شوبھا نے کہا۔

"اب تو ہمیں لازمی کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا ہوگی۔" میں نے کہا۔

"مجھے راستہ یاد آ گیا ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ ہمیں جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" شوبھا نے کہا اور چلنے کی رفتار مزید تیز کر دی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ کچھ دور چلنے کے بعد بارش کے چند قطرے میرے چہرے سے ٹکرائے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ بارش زیادہ تیز نہیں ہوگی لیکن یہ چند قطرے تیز بارش کی شروعات ہو سکتے تھے۔ "اور تیز چلو۔" شوبھا نے کہا اور چلنے کی رفتار اور تیز کر دی۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ "کتنی دور ہے گاؤں؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "ابھی کچھ دور ہے۔" شوبھا نے جواب دیا۔ ہم دونوں تیز رفتاری کے ساتھ کافی دیر تک چلتے رہے پھر اندازہ ہوا کہ دور کچھ درخت اور اونچی نیچی دیواریں وغیرہ ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے پتہ چل گیا کہ ہم گاؤں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اچانک ایک لمبے کے لیے پھر سارا ماحول روشن ہو گیا اور کچھ دور موجود مکانات اور درخت وغیرہ صاف نظر آنے لگے۔ بادلوں کی گرج چمک کے ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی۔ شوبھا اور میں تیز تیز قدم بڑھاتے ایک مکان کے قریب پہنچ گئے۔ پھر شوبھا نے فوراً ہی دروازے پر دستک دے دی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد جب کسی نے دروازہ نہیں کھولا تو شوبھا نے ایک بار پھر زور سے دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"ہم مسافر ہیں۔ راستے میں گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے یہاں آ گئے ہیں۔" شوبھا نے جواب دیا۔ چند لمحوں بعد کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اندر سے کٹڑی کھولی جا رہی تھی اور پھر دروازہ تھوڑا سا کھل گیا۔ ایک آدمی نے چہرہ باہر نکال کر جائزہ لیا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی عمر رسیدہ ہے۔ "ہم لوگ صبح تک آپ کے یہاں وقت گزارنا چاہتے ہیں ہماری گاڑی۔" ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ شخص ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ "اندر آ جاؤ۔" ہم دونوں کمرے کے اندر داخل ہو گئے۔ اس شخص نے دروازے کی کٹڑی لگانے کے بعد ہاتھ میں پکڑی ماہوس کی تیلی جلائی اور اسے بجھنے سے بچانے کے لیے اس کے دونوں طرف ہاتھ اس طرح رکھ دیئے کہ ہوا فٹلے تک نہ پہنچ سکے۔ ماحول تھوڑا سا روشن ہو گیا۔ وہ شخص آگے بڑھ کر اور پھر چند قدم کے فاصلے پر موجود ایک کمرے کے

”وہ کیا؟“ میں نے کچھ پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

”تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر تم اپنے گھر چلے جاؤ گے تو اپنے دشمن شاکال سے محفوظ رہ سکو گے؟“

اس نے کہا اور سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ یقیناً شاکال اب مجھے اپنا بہت بڑا دشمن سمجھ رہا ہوگا اور مجھے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب بھی اس کے بہتے چڑھوں گا وہ مجھ سے کوئی رعایت نہیں کرے گا۔

”پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟“ میں نے شکست لے کر شوبھا سے پوچھا۔

”تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ جب تک شاکال کا ہم لوگ کوئی مناسب بندوبست نہیں کر دیتے“

تم ہمارے ساتھ ہی رہو۔“ شوبھا نے مجھے مشورہ دیا۔ میں نے مزید کچھ نہ کہا اور نکلنے سے سر لگا کر فضا میں گھورتے ہوئے سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر کے بعد شوبھا نے کہا۔ ”تم بھی سوچ رہے ہو گے کہ یہ کن چکروں میں پھنس گئے؟“

”تم ٹھیک کہتی ہو۔ پہلے میں پراسرار واقعات پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن جب میں ان چکروں میں پھنسا تو مجھے یقین آیا کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے۔“ میں نے کہا۔

”شروں“ گاؤں اور دیگر ندراتی جگہوں پر رہنے والے اکثر لوگ پراسرار واقعات اور بلاؤں وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ پراسرار ماحول شروں‘ گاؤں‘ دیہاتوں اور ندراتی جگہوں سے دور درازوں میں ہوتا ہے۔ یہاں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں جنہیں شروں وغیرہ میں رہنے والے لوگ نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ جہاں وہ رہتے ہیں وہاں انہیں ایسی چیزوں سے واسطہ نہیں پڑتا۔“ شوبھا نے بتایا۔

”یقیناً تم بالکل صحیح کہہ رہی ہو۔“ میں نے اس کی تائید کی۔ کچھ دیر توقف کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ ”شوبھا یہ بتاؤ کہ اندازاً کب تک شاکال کا بندوبست ہو جائے گا؟“

وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ ”اس بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ہماری اور اس کی دشمنی کافی عرصے سے چلتی آ رہی ہے۔ کئی بار ہم اس کو ہماری نقصان پہنچا چکے ہیں اور ایک مرتبہ تو وہ عمل طور پر ہماری گرفت میں آ گیا تھا لیکن کبکنت کو عین موقع پر ہوش آ گیا اور وہ کسی چکنی جھلی کی طرح ہماری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے اس پر کئی بار حملہ کیا مگر اس نے بھی پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ ہمیں حملہ کرنے کے بعد مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور اس دوران اس نے مجھے اغوا کر لیا۔ میرے وہاں جانے کے بعد مجھے یقین ہے کہ شاکا ایک بار پھر اس سے معرکہ کرے گا۔ امید ہے کہ ہم غریب اسے شکست دے دیں گے۔ اس کے بعد تمہارا پس جاسکے گا۔“

میں سمجھ گیا کہ شوبھا میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہہ رہی ہے کہ وہ لوگ غریب شاکال کو شکست دے دیں گے ورنہ صاف ظاہر تھا کہ شاکال کو شکست دینے میں تاخیر بھی ہو سکتی تھی اور یہ ضروری نہیں تھا کہ شوبھا اور شاکا ہی شاکال کو شکست دیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شاکال کوئی ایسا داؤہ مارے کہ شاکا اور شوبھا کو شکست ہو جائے ایسی صورت میں میری بھی خیر نہ تھی‘ میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ راستے میں اس طرح پراسرار لوگوں سے میرا واسطہ پڑ جائے گا تو میں کبھی تھا سزا نہ کرتا بلکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں ٹرین یا بس وغیرہ میں سفر کرتا لیکن یہ سب کچھ میں اب اس وقت

نہیں تھا لیکن چونکہ میں یہ سوال کر چکا تھا اس لئے شوبھا کو جواب دینے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ ”پراسرار علوم کے ماہروں کے پاس مختلف طاقتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک طاقت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کوئی دور کے حالات جان سکتے ہیں۔“ شوبھا نے بتایا۔

”اور کیا یہ بھی ہو سکتا۔۔۔۔۔“ ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور عمریدہ شخص جسے میں نے پہلا کہہ کر مخاطب کیا تھا اندر داخل ہوا اور بولا۔ ”تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔“ ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے پھر میں پہلا کے پیچھے چل رہا۔ میرے پیچھے شوبھا آ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر کے بعد پہلا ہمیں ایک اور کمرے میں لے آیا۔ یہ کمرہ بھی کافی گرم تھا۔ یہاں بھی طاق میں تیل کا ایک دیبا جل رہا تھا۔ یہاں تین چار پائیاں موجود تھیں جن پر لحاف اور گدے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ آفتان میں جڑاگ جل رہی تھی۔ زمین پر ایک صاف ستھری دری چھپی ہوئی تھی۔ ”تم لوگ یہاں آرام کرو۔ صبح ملاقات ہوگی۔“ پہلا نے کہا اور خود کمرے سے باہر جانے لگا پھر رک کر بولا۔ ”دروازہ بند نہیں کرنا۔ میں جہیں پانی لاتا ہوں۔“ پہلا کے جانے کے بعد شوبھا اور میں نے اپنے اپنے کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیئے تاکہ درمی خراب نہ ہونے پائے اور پھر ایک چارپائی پر آکر بیٹھ گئے۔ میں نے پورے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اس کے بعد میں آفتان میں چلتی ہوئی آگ کو دیکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور پہلا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گلاس اور پانی کا ایک جگ تھا۔ اس نے دونوں چیزیں مجھے تمنا دیں اور پھر کوئی بات کہنے بغیر واپس چلا گیا۔ میں نے گلاس اور جگ ایک جانب درمی پر رکھ کر شوبھا سے پوچھا۔ ”یقیناً جہیں صحن محسوس ہو رہی ہوگی؟“

”ہاں اور یقیناً تم بھی تھک گئے ہو گے۔ اب ہمیں کچھ دیر آرام کر لینا چاہئے۔“ اس نے کہا اور پھر درمی چارپائی کی طرف چلی گئی۔ اس نے چارپائی پر رکھا لحاف کھولا اور پھر لحاف اوڑھ کر بیٹھ گئی۔ ”تم بھی لحاف اوڑھ لو۔“ اس نے کہا۔ میں نے آفتان کی طرف دیکھا۔ آگ مناسب تھی۔ البتہ اس میں ایک دو گنگریاں ڈالے جانے کی گنجائش تھی۔ میں نے اٹھ کر ایک گنگری اور آگ میں ڈال دی اور شوبھا کی طرح لحاف اوڑھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے نکلنے کو دیوار کے ساتھ لگایا اور اس سے نکل لگا لی۔ ”ہو! یہ طریقہ صحیح ہے۔“ شوبھا نے بھی اپنا نیک دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ شوبھا کیا سوچ رہی ہے۔ البتہ میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے اپنا گھر اور ماں وغیرہ یاد آنے لگے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ شوبھا اور شاکا وغیرہ میرے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے اور کب مجھے آزاد کریں گے۔ میں نے شوبھا سے پوچھا۔ ”شوبھا کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے ساتھ شاکا کے پاس جاؤں؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہوا کہ شاید وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی ہے۔ ”کیا تم اپنے گھر جانا چاہتے ہو؟“

”ہاں“ یقیناً اور میرا خیال ہے کہ اب میرے گھر چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں۔“ میں نے کہا۔

”یہ تمہارا خیال ہے کہ تمہارے گھر چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن ایک بات تم بھول رہے ہو۔“ اس نے اپنا لحاف مزید بہتر طور پر اوڑھتے ہوئے کہا۔

ہے اور میں کرچن فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ شاما اور شاکال اپنے استاد کے ساتھ پھاڑوں میں آگئے تو استاد نے ان کی تربیت شروع کر دی۔ ایک روز ان کے استاد نے انہیں ایک خاص عمل سکھانا چاہا تو پتہ چلا کہ شاما کی طبیعت خراب ہے۔ استاد نے سوچا کہ جب شاما کی طبیعت ٹھیک ہوگی تو اسے بھی عمل بتا دیا جائے گا۔ اس عمل کے ذریعے کسی بھی انسان کو اپنے پاس ایک ڈیڑھ ماہ رکھنے کے بعد اسے کسی بھی بلا وغیرہ کی شکل میں تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ تم نے شاکال کے پاس جتنی بلائیں وغیرہ دیکھیں اس نے ان سب کو اسی عمل کے ذریعے بنایا ہے۔ پہلے وہ سب بھی عام انسان ہی تھے اور میرا خیال ہے کہ اگر تم مزید کچھ عرصہ اس کے پاس رہتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ ہمیں بھی اپنے کسی لفظ مقصد کے لئے استعمال کرتا۔" شوبھا کی بات سن کر خوف کی ایک لہر مجھے اپنے جسم میں محسوس ہوئی۔ اسی وقت شوبھا نے میرے چہرے کی طرف دیکھا۔ شاید میرے اندرونی خوف کے تاثرات میرے چہرے پر نمایاں ہو گئے تھے اور شوبھا نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اب ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم اس کی قید سے آزاد ہو چکے ہو اور اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں تو میں کیا بتا رہی تھی؟" شوبھا نے اپنا سر کھلے ہوئے کہا۔

"تم بتا رہی تھیں کہ شاکال کو اس کے استاد نے عمل سکھا دیا جبکہ شاما کی طبیعت....." ابھی میں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا کہ شوبھا بولی۔ "ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ شاکال کو یہ عمل اس کے استاد نے تین دن میں سکھایا۔ اس دوران شاما کی طبیعت خراب رہی۔ شاکال کو یہ عمل سکھانے کے دوسرے دن ہی شاما کے استاد کی طبیعت خراب ہو گئی۔ شاکال کسی کام سے کچھ دن کے لیے شرمگیا ہوا تھا۔ اسی دوران استاد کا انتقال ہو گیا۔ استاد مرنے سے پہلے شاما کو ایک ایسی کتاب دے گیا جس میں بہت سے عمل لکھے تھے۔ استاد نے یہ بھی کہا کہ جب شاکال واپس آئے تو شاما اور شاکال مل کر وہ عمل کر لیں۔ شاکال جب واپس آیا تو شاما نے اس سے وہ عمل سکھانے کو کہا جس کے ذریعے انسان کو بلا وغیرہ کا روپ دیا جاسکتا تھا۔ نہ جانے کیا سوچ کر شاکال نے شاما کو وہ عمل بتانے میں ہل مٹول شروع کر دی اور اس سے وہ کتاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جو استاد مرنے سے پہلے اسے دے گیا تھا۔ شاما نے خد کی کہ شاکال پہلے اسے عمل بتائے کیونکہ اسے کچھ شک ہو گیا تھا کہ شاکال عمل بتانے سے کرپ کر رہا ہے۔ شاکال نے کہا کہ پہلے اسے وہ کتاب دکھائی جائے۔ بس بیس سے ان دونوں کے درمیان گفتگو کا آغاز ہوا اور پھر بات اتنی بڑھ گئی کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اس وقت سے اب تک دونوں کی کوشش ہے کہ ایک دوسرے کو گھست دے دیں۔" شوبھا تفصیل بتانے کے بعد خاموش ہو گئی۔ شوبھا کی بتائی ہوئی باتیں اگر کوئی فرضی کہانی ہو تیں تو بہت دلچسپ ہوتیں اور ان سے محفوظ ہوا جاسکتا تھا۔ لیکن حقائق ہونے کی وجہ سے میں کافی حد تک پریشان اور خوفزدہ ہو گیا تھا۔ شوبھا کی بتائی ہوئی کئی باتیں بار بار میرے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد مجھے یاد آیا کہ شوبھا نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں ہے۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں بھی ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ بچپن سے ہی مجھے چاندروم وغیرہ سیکھنے کا شوق

سوچ رہا تھا۔ سفر سے پہلے ایسی کوئی بات میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھی۔ مجھے اس وقت ایسی بہت یاد آ رہی تھیں۔ نہ جانے وہ اس وقت کس حالت میں ہوں گی۔ یقیناً میری خلی گاڑی سڑک پر نلنے کی اطلاع ان تک پہنچ چکی ہوگی اور وہ نہ جانے کیا سمجھ رہی ہوں گی۔ اب سے پہلے وہ اس لئے مجھے اس شدت کے ساتھ یاد دہیں آئی تھیں کیونکہ مجھے جلد ہی گھر چلے جانے کی امید تھی لیکن شوبھا کی باتیں سننے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا گھر جانا آسان نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کب تک میں گھر جاسکوں گا۔ اس لئے مجھ پر بامی چھانے لگی تھی اور مجھے ای وغیرہ شدت سے یاد آنے لگے تھے۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی ای اور دیگر لوگوں سے مل کر واپس آ جاؤں۔ اس طرح انہیں پتہ چل جائے گا کہ میں زندہ ہوں۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "اس بارے میں ہمیں شاما سے ملاقات کے بعد بتاؤں گی۔"

"میری تم سے درخواست ہے کہ کوئی ایسی صورت حال بنالیا کہ میں گھر واپس جاسکوں۔" میں نے ملجبانہ انداز میں شوبھا سے کہا۔

"آجکے تم مجھ سے اس انداز میں بات مت کرنا۔" شوبھا نے برا ماننے ہوئے کہا۔

"دوستہ دراصل..... میں۔" میں صرف اتنا ہی کہہ سکا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔

"تم نہیں جانتے کہ میرے دل میں تمہاری کتنی قدر ہے۔ میں ہمیں اپنا محسن سمجھتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو میں جلد از جلد تمہیں گھر پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ اگر میں شاکال کی گھست سے پہلے ہمیں مستقل طور پر تمہارے گھر پہنچانے کا بندوبست نہ کر سکتی تو تب بھی کم از کم کوئی ایسی صورت حال بنا لوں گی کہ تم اپنے گھر والوں سے مل کر واپس آ سکو۔" شوبھا نے کہا۔ اپنی بات ختم کر کے وہ کچھ سوچنے لگی۔ میں نے بھی کوئی بات نہیں کی اور سوچوں میں ڈوب گیا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ شاکال اور شاما کون ہیں اور تم کون ہو؟" میں نے خاموش فضا میں اپنی آواز سے ارتعاش پیدا کرتے ہوئے شوبھا سے پوچھا۔ اس نے فوراً کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا کہ وہ ذہنی طور پر مکلف میں مبتلا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "شاکال اور شاما پہلے بہت اچھے دوست ہوا کرتے تھے۔ یہ مجھے شاما نے بتایا تھا کیونکہ جب سے میں شاما کے پاس ہوں اسے شاکال کا دشمن ہی دیکھا ہے۔ خیر تو میں بتا رہی تھی کہ شاما اور شاکال پہلے اچھے دوست ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں زندگی میں کبھی کوئی مالی پریشانی پیش نہیں آئی۔ دونوں نے اچھے بی اے کیا۔ اس کے بعد انہیں پراسرار علوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس شوق کے پیش نظر انہوں نے ایک استاد کی شاگردی اختیار کر لی۔ ان کے استاد نے انہیں آہستہ آہستہ مختلف سبق سکھانے شروع کر دیے۔ اس کے بعد ایک روز ان کے استاد نے ان سے کہا اب اگر وہ دونوں مزید آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے گھر بار چھوڑ کر اس کے ساتھ پھاڑوں میں چلنا ہو گا۔ شاما اور شاکال اس کے ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔ ایک اور دلچسپ بات ہمیں بتائی چلوں کہ شاما اور شاکال کے اصلی



واسطہ پڑا۔ شاکل کہہ رہا تھا کہ وہ ڈھانچے شاما کے ہیں اور شاما انسانوں کو بکڑ کر انہیں ڈھانچوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تم مجھے ان ڈھانچوں کی حقیقت بتاؤ۔" میں نے شوبھا سے پوچھا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"شاکل نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ شاما نے کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا۔ البتہ شاکل اب پوری طرح شیطان کا بھاری بن چکا ہے۔ یہ تمام ڈھانچے ان انسانوں کے ہیں جنہیں شاکل نے کچھ عملیات کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا۔ پھر جب ایک بار شاما اور اس کی لڑائی ہوئی تو شاما نے ان ڈھانچوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ یہ ڈھانچے اب شاما کے علاقے کی حفاظت کرتے ہیں۔ تم ڈھانچوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ انہوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ کسی کو بلاوجہ نقصان نہیں پہنچاتے۔ ان کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کو شاما کے علاقے میں داخل نہ ہونے دیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے ذمے کئی کام ہیں۔" شوبھا نے بتایا۔

شوبھا اور میں کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ اچانک بادلوں کی گرج سنائی دی اور باہر تیز بارش ہونے کی آواز آنے لگی۔ میں نے فیرا راوی طور پر شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ کھٹکے سے سر نکالے سو رہی تھی۔ میں نے اپنا تکیہ دیوار سے ہٹا کر چارپائی پر رکھ دیا اور لیٹ گیا پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ میں کس وقت نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ رات کے نہ جانے کون سے سپر میری آنکھ کھل گئی اور میں یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ میری آنکھ کس وجہ سے کھلی ہے۔ ہو سکتا ہے لحاف میرے اوپر سے ہٹ گیا ہو اور سردی کی وجہ سے میری نیند ٹوٹ گئی ہو کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو لحاف کافی حد تک میرے اوپر سے ہٹا ہوا تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ آنکھ کھلنے کی کوئی اور وجہ رہی ہو۔ میں نے لحاف اپنے اوپر کھینچا اور ایک نظر شوبھا کی چارپائی کی طرف بھی ڈالی۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ شوبھا وہاں نہیں تھی۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے کسی وجہ سے وہ باہر گئی ہو اور کچھ دیر بعد واپس آجائے لیکن کافی دیر انتظار کے بعد بھی جب وہ نہ آئی تو مجھے تشویش ہوئی میں نے سوچا کہ کچھ دیر اور انتظار کر لینا چاہیے۔ میں نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے عجیب عجیب خیال آ رہے تھے۔ میں نے لحاف کو مزید ٹھیک کر کے اوڑھا تو خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ مجھے وہ وقت یاد آگیا جب شاکل کے گھر کچھ مرتبہ میری آنکھ رات میں کھل گئی تھی اور تب میں نے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھ انسانی ڈھانچوں کی طرح ہو رہے تھے۔ میں نے فیرا راوی طور پر اپنے ہاتھ لحاف سے باہر نکال کر دیکھے اور انہیں صحیح حالت میں دیکھنے کے بعد واپس لحاف میں کر لیا۔ بادل زور سے گرے تو خوف کی ایک لہر میرے بدن میں دوڑ گئی۔ شوبھا کا انتظار کرتے ہوئے مجھے کافی دیر ہو گئی تھی۔ میں اپنے بستر سے باہر آگیا۔ جوتے پہننے کے بعد میں نے اپنے بیگ میں سے برساتی نکالی اور اسے پہن کر دروازہ کھول دیا۔ باہر اندھیرا تھا اور پانی زور و شور سے برس رہا تھا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے آس پاس کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ٹپکتے ہی بارش کا پانی میرے سر اور کہڑوں پر گرنے لگا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ اندازے سے سارے گھر کا جائزہ لے کر شوبھا کی تلاش کرنی چاہیے۔ اتنا تو مجھے اندازہ تھا کہ گھر زیادہ بڑا نہیں ہے۔ میں اپنے دائیں طرف چل دیا۔ کچھ

تھا۔" شوبھا نے بتانا شروع کیا۔ "میں شاما کے گھر کے قریب ہی رہتی ہوں۔ اس لئے ان لوگوں سے ہماری پرانی واقفیت بھی ہے۔ ایک مرتبہ شاما گھر آیا تو باتوں باتوں میں نے اسے اپنے شوق کے بارے میں بتایا۔ شاما نے مجھے بتایا کہ پراسرار علوم کو سیکھنے کے لیے انسان کو دنیا سے تعلق تقریباً ختم کر دینا پڑتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اپنے شوق کی خاطر ایسا کر سکتی ہوں۔ یوں میں اس کے ساتھ رہنے لگی۔"

"تم پراسرار علوم سیکھ کر کیا کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

شوبھا دھیرے سے ہنسی اور بولی۔ "یہ بڑا دلچسپ شوق ہے۔ پراسرار علوم سیکھنے کا خواہش مند کوئی بھی انسان یہ سب کچھ سیکھنا شروع کرتا ہے تو پھر اسے آگے ہی بڑھنے کی جستجو ہوتی ہے۔ شاکل والا واقعہ تو اتفاقاً ہمارے ساتھ پیش آگیا بلکہ یہ کتنا مناسب ہو گا کہ اتفاقاً شاما اور شاکل کے درمیان خوفناک دشمنی چل پڑی۔ ورنہ پراسرار دنیا میں دشمنیاں کم ہی ہوتی ہیں۔ میں صرف شاکل کے خوف کی وجہ سے اپنا شوق ختم نہیں کر سکتی اور پھر مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل وہ ہمارے سامنے کھٹے کھٹے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ شاما کے پاس اس سے زیادہ علم ہے۔" اس کے لیے میں مزم اور مست کی آمیزش تھی۔ میں نے اپنے کھٹکے کو درست کیا اور آتشدان کی طرف دیکھا۔ اس میں آگ کچھ کم ہو چکی تھی۔ میں نے اپنا لحاف ہٹایا اور چارپائی سے اتر کر آتشدان کے قریب آگیا۔ آگ میں کچھ ٹکڑیاں ڈالنے کے بعد میں واپس اپنے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ لحاف لپیٹنے کے بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "تم کس شہر کی رہنے والی ہو؟"

"میں دہلی کی رہنے والی ہوں۔ میرے والد کپڑے کے بیوپاری ہیں۔ دہلی میں ہمارا اپنا بنگر ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم کب تک شاما سے علوم سیکھتی رہو گی؟"

"اس سوال سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" شوبھا نے جواب دینے کی بجائے مجھ سے سوال کر ڈالا۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا مطلب ہے لڑکیوں کے والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکیوں کی شادی مناسب وقت پر کر دی جائے۔ جبکہ لڑکوں کے ساتھ ایسا مسئلہ نہیں ہوتا۔ یقیناً ایسی صورت حال تمہارے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔"

میری بات پر وہ مسکرا کر بولی۔ "فی الحال تو میرا اپنا ہی شادی واوی کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور پھر والدین سے بھی میں نے کہہ دیا ہے کہ میں کم از کم پانچ سال تک شادی نہیں کروں گی۔"

"تمہارے والدین نے تمہیں پراسرار علوم سیکھنے سے منع نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

شوبھا نے جواب دیا۔ "شاما کے اور ہمارے گھر پر تعلقات بہت ہی اچھے ہیں۔ شاما کے گھر والوں کو اتنا معلوم ہے کہ وہ پتا نوم اور مصریزم کا ماہر بننا چاہتا ہے۔ اس کے لیے اس نے اپنا مکان پھاڑوں میں بنا رکھا ہے۔ شاما اکثر گھر آتا جاتا رہتا ہے۔ اس لئے جب میں نے والدین کو بتایا کہ میں پتا نوم اور مصریزم سیکھنے کے لیے شاما کے ساتھ جانا چاہتی ہوں تو انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کس طرح میری کار خراب ہوئی اور پھر میرا ڈھانچوں وغیرہ سے

حمیں سمجھا ہے؟" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"ایک بات تو یہ ہے کہ اس نے مجھے تمہارا علیہ بتا دیا تھا اور پھر تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پراسرار دنیا میں کسی کو پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں۔" اس شخص نے وضاحت کی۔

میں نے مطمئن ہو کر گردن ہلائی۔ "شوہما اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ گاؤں سے باہر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں حمیں اپنے ساتھ لے آؤں تاکہ تم شکال کی طرف سے کسی بھی قسم کے حملے سے محفوظ رہ سکو۔" اس شخص نے وضاحت کی۔

"کیا میں اپنا سامان بھی ساتھ لے لوں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں اگر ضروری ہو تو لے لو۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا تم بیس رکو میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے کہا اور کمرے میں آگیا۔ اپنا بیگ وغیرہ اٹھانے کے بعد میں نے حسرت سے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ کتنا سکون تھا یہاں جبکہ اب مجھے باہر سردی میں جانا تھا اور پتہ نہیں کب تک ایسے حالات میں رہنا تھا۔ پھر میں کمرے سے باہر آگیا۔ میں نے مالک مکان کے کمرے کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالی اور گھر سے باہر آگیا۔ "لے آئے سامان؟" باہر موجود شخص نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"چلو آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور ایک طرف چلنے لگا۔

"کیا اب بھی شوہما شکال کے ساتھیوں سے جنگ میں مصروف ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن یہ جنگ تمہاری بددقت کوئی دلی نہیں ہے۔ یہ عملیات کی جنگ ہے اور شوہما اس وقت عملیات میں مصروف ہے۔" اس شخص نے بتایا۔ کچھ دیر ہم خاموشی سے چلتے رہے پھر میں نے اس شخص سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں شوہما کا ساتھی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"شوہما کا ساتھی۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "لیکن شوہما نے تو تمہارے متعلق نہیں بتایا تھا۔"

"شکال کی طرف سے حملے سے پہلے شوہما کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اور ساتھی اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔" اس نے بتایا۔

"میں اب بھی کچھ سمجھ نہیں سکا ہوں۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس نے دیر سے ہنس کر کہا۔ "ہمارے ساتھ رہو گے تو حمیں اکثر باتیں سمجھ نہیں آئیں گی۔ خیر ہم حمیں بتا دیا کریں گے۔ شاما کو معلوم ہو چکا تھا کہ شوہما شکال کی قید سے آزاد ہو چکی ہے اور اس کے علاقے سے باہر آ چکی ہے۔ شاما نے ہمیں اسے لانے کے لئے سمجھا لیکن ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی شکال نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے متعلق شوہما کو علم ہو گیا۔ اس نے بروقت کارروائی کر کے اس حملے کو کامیاب بنادیا اور ہم بھی اس کی مدد کو پہنچ گئے۔"

"اب ہمیں مزید کتنی دور جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔ دراصل مجھے سردی محسوس ہو رہی تھی

اور میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد شوہما کے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے امید تھی کہ وہاں سردی سے بچنے کا

دیر بعد میں نے پورے گھر میں شوہما کو تلاش کر لیا لیکن وہ وہاں کہیں نہیں تھی۔ میں واپس کمرے میں گیا۔ آتشان میں کچھ سرخ کوئلے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے انہی سے ہاتھ تپانے شروع کر دیے لیکن میرا ذہن مسلسل شوہما کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے سوچا اگر وہ گھر پر نہیں ہے تو پھر جگہ باہر گئی ہوگی لیکن یہ بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس تاریکی اور بارش میں باہر کیا کرنے گئی ہے؟ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے گھر سے باہر نکل کر بھی دیکھنا چاہئے اور میں بیرونی دروازے کی طرف توڑ ماری نہیں تھا۔ اس لئے اسے دیکھ کر اس بات کا پتہ چل سکتا تھا کہ شوہما باہر گئی ہے یا نہیں۔ میں فوراً باہر اور کمرے سے باہر آگیا۔ میں گھر کے بیرونی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دروازے کی چٹنی کو ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کھلی ہوئی تھی۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ شوہما گھر سے باہر گئی ہے۔ باہر جانے کا خیال آتے ہی میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مجھے ڈر تھا کہ باہر جانے پر میرے ساتھ کوئی حادثہ یا خوفناک واقعہ نہ ہو جائے۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ مجھے اپنے کمرے میں جا کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا چاہئے اور شوہما کا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر وہ نہیں آئی تو پھر صبح ہونے پر اسے تلاش کرنا چاہئے لیکن میں نے سوچا کہ مجھے گھر سے باہر نکل کر کم از کم اس پاس تو دیکھ ہی لینا چاہئے لیکن ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور کچھ بھی واضح نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ اندھیرے میں کچھ دیر رہنے کی وجہ سے مجھے ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا تھا لیکن اب بھی میں زیادہ دور کی چیزیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور پھر گردن باہر نکال کر اوپر اور دیکھا۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں گھر سے باہر آگیا۔ ابھی میں واپس گھر میں جانے یا نہ جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان پر بجلی چمکی۔ چند لمحوں کے لیے سارا ماحول روشن ہو گیا۔ اسی روشنی میں میں نے دور دور تک دیکھا مگر شوہما کہیں نظر نہ آئی۔

"کیا شوہما کو تلاش کر رہے ہو؟" اچانک میرے دائیں جانب سے آواز آئی۔ میں نے چونک کر دائیں جانب دیکھا۔ وہاں ایک شخص کھڑا تھا جس کے خد و خال واضح طور پر مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس نے جسم پر کالا لباس پہن رکھا تھا پھر غور سے دیکھنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ اس نے منہ پر بھی کالا کپڑا لپیٹ رکھا ہے۔

"تم کون ہو؟" میں نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔ وہ شخص دیر سے ہنس کر بولا۔ "تمنا شاید کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اس سے جھوٹ کہا حالانکہ میں کچھ خوفزدہ بھی تھا۔

"شوہما ہی نے مجھے سمجھا ہے۔ شکال کے کچھ ساتھیوں نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لئے شوہما کو اپنے دفاع کے لیے یہاں سے جانا پڑا۔ اس نے ہی مجھے تمہارے پاس سمجھا ہے۔ شوہما نے کہا تھا کہ میں دیر سے تمہارے کمرے میں داخل ہو جاؤں اور اگر حمیں سوتا ہوا دیکھوں تو حمیں جگا کر قتل صورت حال سے آگاہ کر دوں لیکن تم بیس مل گئے۔"

"لیکن حمیں کسے معلوم ہوا کہ وہی آدمی ہوں جس کے پاس جانے کے لیے شوہما نے

میری آنکھ کھلی تو مجھے پہلے تو سمجھ ہی نہ آیا کہ میں کہاں ہوں۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے گردن اُدھر اُدھر مٹھا کر جائزہ لیتا چلا لیکن اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ مجھے شاکال کے ساتھیوں نے یہاں تک پہنچایا ہے اور پھر اس بات کی بھی تصدیق ہو گئی کہ میں اس وقت شاکال کے گھر کے اس تہ خانے میں ہوں جہاں سے میں نے شوہا کو آزاد کرایا تھا کیونکہ میرے نختوں میں وہی ناگوار بو آ رہی تھی جو میں نے پہلے شوہا کو آزاد کراتے وقت محسوس کی تھی۔

"شوہا!" میں نے دیرے سے کہا۔ مجھے یقین تھا کہ شوہا میری طرح بیس آس پاس رسیوں سے بندھی پڑی ہوگی۔ میں نے کئی مرتبہ پکارا مگر مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے مزید آواز نہیں دی۔ کچھ دیر بعد مجھے ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا۔ اب مجھے میز میاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں نے زمین پر نظرس دوڑائیں۔ مجھ سے کچھ دور ایک بڑی سی گٹھڑی پڑی دکھائی دی۔ غور سے دیکھنے پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شوہا ہے۔ اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش ہے۔ میں نے سر زمین پر ٹکا دیا اور پھت کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا کہ اب میرا اور شوہا کا کیا بنے گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر شاکال نے ہمیں موت کے گھاٹ نہ اتارا تب بھی وہ ہمیں سخت ترین سزائیں دے گا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ شاکال عام انسانوں کو بلائیں وغیرہ بنا دیا کرتا ہے تو میں خوف سے کانپ اٹھا۔ میں ان خوفناک اور بد شکل بلاؤں کو دیکھ چکا تھا اور میں قطعاً یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اپنا وجود کھو کر کوئی بلا بن جاؤں۔ کچھ دیر مجھ پر شدید خوف طاری رہا پھر آہستہ آہستہ اس میں کمی آنے لگی۔ کچھ دیر بعد میرا خوف کافی حد تک کم ہو گیا اور میں شاکال کی قید سے آزاد ہونے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ بہت سوچ بچار کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میرے پاس یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ شوہا کے بارے میں میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کیا اس کے پاس یہاں سے نجات پانے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں۔ اس کے لیے شوہا سے بات چیت بہت ضروری تھی اور بات کے لیے یہ بہت ضروری تھا کہ شوہا ہوش میں آجائے۔ میں نے گردن کچھ اوپر کی اور شوہا کی طرف دیکھا۔ وہ اب تک اسی حالت میں پڑی تھی۔ جیسا کہ میں نے پہلے اسے دیکھا تھا۔ میں نے سر ایک بار پھر زمین پر ٹکا دیا۔ مجھے اب اپنے سر میں کچھ درد محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے شوہا کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے فوراً سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا جسم کچھ جنبش کر

"زیادہ دور نہیں ہے۔ ویسے بھی ہم گاؤں کے باہر تو آچکے ہیں۔" اس شخص نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد وہ شخص مجھے لے کر ایک ٹوٹے پھوٹے کھنڈر میں آگیا۔ میں اس کی رہنمائی میں چلا ہوا کھنڈر کے ایک ٹوٹے ہوئے کمرے میں آگیا۔ کمرے میں ایک جانب کچھ لکڑیاں جل رہی تھیں جن کی روشنی میں کمرے کی ہر چیز کافی حد تک واضح نظر آ رہی تھی۔ لکڑیوں کے جلنے کی وجہ سے یہاں باہر کی نسبت سردی بہت کم تھی اور مجھے یہاں کافی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اچانک میں ٹھٹک گیا۔ شوہا ایک جانب رسیوں سے بندھی پڑی تھی۔ "یہ سب کیا ہے؟" میں نے حیرت سے اس شخص سے پوچھا۔ اس نے نقاب ابھی تک چہرے سے نہیں ہٹائی تھی۔ وہ ہنس کر بولا۔ "ہمیں نظر نہیں آ رہا یہ سب کیا ہے؟"

میں کچھ پریشان ہو گیا۔ "دیکھو ہمیں یہاں تک کندھے پر اٹھا کر لانا ذرا مشکل کام تھا۔ اس لئے میں ہمیں پیدل چلا کر لے آیا۔ تم کیا سمجھتے تھے کہ شاکال کمزور انسان ہے۔ اب تم دونوں کو داہیں دیہیں پہنچا دیا جائے گا۔" میں اس کی بات سن کر خوفزدہ ہو گیا اور اس کی طرف دیکھا۔ ابھی میں مزید کچھ سوچنا چاہتا تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی ہے اور پھر چند ہی لمحوں میں میں دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

جواب کی توقع رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "شوہا کیا شاکل ہمیں مار دے گا؟"

"ہم بارے میں کچھ کہنا نہیں جاسکتا اگر وہ زیادہ دھمے میں ہوا تو ہو سکتا ہے ہمیں مار دے ورنہ ہمیں کوئی کڑی سزا بھی دے سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں کوئی بلایا سانپ وغیرہ بنا دے۔"

شوہا نے جذبات سے عاری لہجے میں بتایا۔ شوہا کی بات سن ایک بار پھر میرے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ شاید شوہا نے محسوس کر لیا تھا کہ میں خوفزدہ ہوں۔ وہ بولی۔ "تم زیادہ فکر نہ کرو۔ اسے آنے دو۔ میں پھر پور کوشش کروں گی کہ وہ ہمیں کوئی سزا نہ دے اور صرف قید نہیں رکھنے پر ہی اکتفا کرے۔"

"شوہا کی بات سن کر میرے دل کو کچھ دیر کے لیے اطمینان محسوس ہوا لیکن پھر مجھ پر خوف غالب آنے لگا۔ کبھی مجھے خیال آتا کہ شاید شاکل مجھے کوئی خوفناک بلا بنا دے گا اور کبھی خیال آتا کہ شاید مجھے کسی بلا کے حوالے کر دے گا جو مجھے کچا چبا جائے گی۔ مجھے شاکل کی ساتھی بلاؤں کا خیال آنے لگا۔ ان کی شکلیں ذہن میں ابھرتی ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اچانک تہ خانے کے دروازے پر کچھ آہٹ ہوئی اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ خوف میں مزید اضافہ ہو گیا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے میرا آخری وقت قریب آ رہا ہو۔ کیونکہ آہٹ سن کر مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اب کچھ ہی دیر بعد شاکل اندر آئے گا اور ہماری موت کا فیصلہ بنا دے گا۔

"کوئی آ رہا ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"ہاں، ہمیں ایسا ظاہر کرنا ہے جیسے ہم بے ہوش ہیں۔" شوہا نے میری بات کا جواب دینے کے بعد ہدایت دی۔

"اس سے کیا ہو گا؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"شاید ہمارے بچنے کا کوئی راستہ نکل آئے۔" شوہا نے وضاحت کی۔ ہم دونوں تہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھل گیا اور تیز روشنی نظر آئی جس سے اندازہ ہوا کہ اس وقت دن ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ شوہا نے آنکھیں تقریباً بند کر لی ہیں گی اور چوری چوری تہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھ رہی ہوگی۔ میں نے بھی آنکھیں کافی حد تک بند کر لیں۔ اگر کوئی میری طرف دیکھتا تو اسے یہی محسوس ہوتا کہ میری آنکھیں بند ہیں لیکن میں تھوڑی سی کھلی ہوئی آنکھوں کے ساتھ دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کسی کی ٹانگیں نظر آئیں۔ کوئی بیڑھیاں اتر کر بیچہ آ رہا تھا۔ آہٹ آہٹ آنے والے کے جسم کا ہلکی حصہ بھی نظر آنے لگا اور بال آخر اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ شاکل نہیں بلکہ کوئی اور آدمی تھا۔ اس نے ہمارے قریب آ کر کھڑے کھڑے ہمارا بغور جائزہ لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے پیروں سے مجھے ہلکی سی ٹھوکر لگائی۔ یقیناً وہ یہ بات معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مجھے ہوش آیا ہے یا نہیں۔ میں شوہا کی ہدایت کے مطابق بے ہوش بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے شوہا کو بھی ایک ٹھوکر لگائی لیکن وہ بھی بے ہوش بنی ہوئی تھی۔ وہ آدمی کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ تہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد اوپر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک بار پھر میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کسی کی ٹانگیں نظر آنے لگیں۔ وہ ہمیں بیڑھیاں اتر کر بیچہ آنے لگا۔ وہ جیسے جیسے نیچے آ رہا تھا میرے دل کی

رہا تھا۔ "شوہا کیا تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔ کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ شاید وہ پوری طرح ہوش میں نہیں آئی تھی۔ پھر وہ بولی۔ "حمیس بھی ان لوگوں نے قید کر لیا ہے؟"

"ہاں لیکن پہلے یہ بتاؤ کیا تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بس ٹھیک ہی ہوں۔" اس نے کراسنے کے انداز میں جواب دیا۔

"آخر ہم شاکل کی گرفت میں آئے کیسے؟" میں نے پوچھا اور اپنا سر زمین سے نکال لیا کیونکہ گردن اوپر رکھنے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔

"شاکل بہت ہی عیار اور مکار دشمن ہے۔ اس نے میرے بنائے ہوئے حصار کو توڑ کر ہمیں اپنی گرفت میں لے لیا۔" اس نے بتایا۔

"کیا تم اب کچھ نہیں کر سکتیں؟"

"نہیں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے حیرت اور پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"اس لئے کہ اب ہم اس کے حصار میں ہیں اور یہ حصار اس کمرے تک ہے اور اس حصار کو توڑنے کا عمل مجھے نہیں آتا۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ اگر کوئی ہمیں اس کمرے سے باہر نکال دے تو میں شاکل کا مقابلہ کر سکتی ہوں۔ شاکل بہت محتاط آدمی ہے۔ اس نے ہمیں ایک تو حصار میں قید کیا ہوا ہے۔ دوسرا اس نے ہمیں رسیدوں سے بھی جکڑ دیا ہے۔" شوہا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ جب تم پہلے یہاں قید تھیں تب بھی شاکل نے تمہارے گرد حصار کھینچا ہوا تھا اور میرے یہاں سے نکال دینے کی وجہ سے تم حصار سے آزاد ہو گئی تھیں۔" میں نے پوچھا ویسے میں سمجھ چکا تھا کہ کوئی اور شخص تو کسی کو حصار سے باہر نکال سکتا تھا لیکن جو شخص خود قید ہو وہ اپنی کوشش سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پچھلی مرتبہ بھی شاکل نے میرے گرد حصار کھینچ رکھا تھا اور اس حصار سے نکلنے کے دو ہی راستے تھے یا تو حصار ختم ہو جائے یا پھر باہر سے کوئی شخص اندر آ جائے تو حصار ختم ہو جاتا ہے۔" شوہا نے بتایا۔

"کیا شاکل ہماری مدد نہیں کر سکتا؟" میں نے پراسید لہجے میں پوچھا۔

"شاید نہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کر سکتا تو مجھے پچھلی مرتبہ ہی آزاد کروالیتا۔ شاکل بھی کافی طاقتور ہے۔ اس لئے اس کی قید سے کسی کو آزاد کروالینا آسان کام نہیں۔" شوہا نے بتایا۔ میں خاموش رہا اور سوچنے لگا کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گا۔

"شاکل ہمارے ساتھ نہ جانے کیا کرے گا؟" میں نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"شوہا تمہارا کیا خیال ہے شاکل اب ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" شوہا کی بات سن کر میرے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ اچانک مجھے خیال آ گیا تھا کہ شاکل ہمیں موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ شاکل ایسا نہ کرے۔ میں نے شوہا کی طرف سے اس سلسلے میں کسی ایسے

"وہ لوگ جتنی بار بھی ہمارے پاس آئے ہم بھی ظاہر کریں گے کہ ہم بے ہوش ہیں۔ ہاں آخر تک اگر وہ لوگ ہمیں ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں غور کریں ماریں گے ہمارے جسم پر پانی ڈالیں گے لیکن ہمیں اپنے آپ کو بے ہوش ظاہر کرنا ہے۔ تمام کوششوں کے بعد ممکن ہے وہ لوگ ہمیں اوپر لے جائیں اور ہماری رسیاں کھول دیں یا ڈھیلی کر دیں۔" شوبھا نے کہا۔ اس کی بات سن کر میں مایوس ہو گیا کیونکہ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ لوگ ہماری رسیاں کھول دیں گے یا ڈھیلی کر دیں گے۔ میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے علم کے ذریعے کچھ نہیں کر سکتیں؟"

"نہیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے ایسے عمل کر دیے ہیں کہ جب تک میں ان کی قید میں ہوں کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حصار ختم ہو جائے جو شکال نے میرے لئے بنا رکھا ہے۔ حصار ختم ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو شکال خود ہی وہ حصار ختم کر دے یا پھر کوئی آدمی اندر آ جائے۔ اس لئے اب ہمارے پاس یہی راستہ ہے کہ ہم جسمانی طور پر انہیں گرفت میں لے لیں اور انہیں اپنے حکم پر چلنے پر مجبور کریں۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم نے کہا کہ کوئی آدمی اندر آ جائے تو حصار ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا ان دونوں آدمیوں کے اندر آنے سے بھی حصار ٹوٹ گیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ دونوں بھی پراسرار علوم کے ماہر ہیں اور اس سارے پراسرار ٹھیل کو جانتے ہیں۔ اس لئے انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کس طرح اندر آنے کے بعد بھی حصار کو قائم رکھنا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموش ہو گیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر شکال کی طرف چلا گیا اور پھر مجھے اس بات سے خوف محسوس ہونے لگا کہ وہ نہ جانے میرے ساتھ کیا کرے۔ میں نے سوچا کہ اب تو ہم لوگ قید میں آ ہی چکے ہیں اور جب کہ شوبھا نے بتایا ہے کہ ہم جسمانی طور پر ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں اپنی بھرپور کوشش کروں گا کہ کسی طرح شکال یا اس کے ساتھیوں کو اپنی گرفت میں لے سکوں۔ میں سوچنے لگا کہ مجھے ان کو گرفت میں لینے کے لئے کیا طریقہ استعمال کرنا چاہئے۔ بہت دیر تک میں سوچتا رہا لیکن کوئی ایسا طریقہ میری سمجھ میں نہ آیا جس پر عمل کر کے میں شکال یا اس کے ساتھیوں کو گرفت میں لے سکوں۔ میں نے سوچا جس طرح کے حالات پیش آئیں گے اس کی مناسبت سے کوئی کارروائی کروں گا۔ بہت دیر گزر گئی۔ شوبھا خاموش تھی۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ میں بھی اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اس لئے تہ خانے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اچانک تہ خانے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔

"کوئی آ رہا ہے شاید۔" شوبھا نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور پھر کسی کی ناخنیں نظر آئیں۔ کوئی شخص اندر آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ پھر پہلے شخص کا پورا جسم نظر آ جانے کے بعد اس کا چہرہ نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ شکال تھا۔ اس کے پیچھے آنے والوں میں ایک شوبھا تھا اور دوسرا وہی شخص تھا جو پہلے تہ خانے میں آ چکا تھا۔ میں نے انہیں تقریباً بند کر لی تھیں اور تھوڑی سی کھلی ہوئی

دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور جسم میں شدید خوف کی لہرں اٹھ رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد آنے والے شخص کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بھی شکال نہیں تھا بلکہ کوئی اور تھا۔ اپنے سامنے موجود دونوں آدمیوں کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

"شوبھا کیا یہ لوگ ہوش میں نہیں آئے؟" نئے آنے والے نے پہلے سے موجود شخص سے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک بے ہوش ہی ہیں۔" شوبھا نے جواب دیا اور ہماری طرف دیکھنے لگا۔ نیا آنے والا شخص بھی ہمارے قریب ہی آ کر کھڑا ہو گیا۔ "چلو چل کر شکال کو بتا دیں کہ یہ دونوں ابھی تک ہوش میں نہیں آئے ہیں۔" نئے آنے والے نے شوبھا سے کہا۔

"ہاں چلو۔" شوبھا نے ہم دونوں کا بغور جائزہ لینے کے بعد کہا اور وہ آہستہ آہستہ بیڑیاں چڑھنے لگے۔

"میں نے شکال سے کہا ہے کہ اس آدمی کو۔۔۔" اس نے اتنا کہا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "کیا نام بتایا تھا اس کا؟"

"سلطان" شوبھا نے جواب دیا۔

اس شخص نے کہا۔ "ہاں سلطان کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہمیں اپنے عملیات کے لیے اس کی ضرورت ہے لیکن وہ مانا نہیں۔"

"مان جائے گا یا رو۔" شوبھا نے اسے کہا۔

"نہیں یا رو وہ نہیں مانے گا۔" دوسرے شخص نے حتیٰ لہجے میں کہا۔ شوبھا نے رک کر اس سے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" وہ شخص بھی رک گیا اور بولا۔ "وہ کہتا ہے کہ اسے ابھی فوج اور مضبوط کرنی ہے اور پھر سلطان پہلو خانی کی اولاد ہے۔ اس کی اہمیت سے تو سب ہی واقف ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ ہماری خدمت کے باوجود شکال اسے ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔"

"چلو آؤ پھر کوشش کرتے ہیں۔" شوبھا نے کہا اور وہ دونوں خاموشی سے بیڑیاں چڑھنے کے بعد اوپر چلے گئے۔ پھر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک بار پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ ان کی باتیں سن کر میں اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ نہ جانے وہ دونوں مجھے اپنے کسی عمل کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے جبکہ شکال نے مجھے ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مجھے اپنی فوج میں شامل کرنا چاہتا تھا اور میں جانتا تھا کہ اس کی فوج بلاؤں اور سانپوں وغیرہ پر مشتمل تھی۔ وہ مجھے بھی کوئی بلا وغیرہ بتانا چاہتا تھا۔

"تم نے کچھ نہیں کیا شوبھا؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"دراصل میں یہ جانتا تھا کہ تم نے ان کے کیا ارادے ہیں؟" شوبھا نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

"اب کیا سوچا ہے تم نے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اب اگر وہ لوگ آئیں تو ہمیں اپنے آپ کو بے ہوش ہی ظاہر کرنا ہے۔"

"لیکن اس سے کیا ہو گا؟" میں نے اسے اس بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"پھر کیا ہوا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے کوشش کی تھی کہ ہم لوگ گر جائیں۔" میں نے جواب دیا۔  
 "لیکن کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں مزید اس طرح حقیقت نہیں رہنا چاہتا۔" میں نے اسے بتایا۔ "میں چاہتا ہوں کہ شاکال اب ہم سے بات چیت کرے تاکہ اس کے ارادے معلوم ہو سکیں۔ میرے خیال میں اس طرح قید رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر شاکال ہم سے کوئی بات چیت کرے تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں کوئی ایسا موقع مل سکے کہ ہم لوگ اسے اپنی گرفت میں لے سکیں۔" شوبھا کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "یہ تم نے سمجھ کر کہا کہ اگر شاکال ہم سے بات چیت کرے گا تو ہو سکتا ہے کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ ہم اسے گرفت میں لے سکیں لیکن ابھی تک تم نے جو کچھ کیا وہ بہت خطرناک تھا۔ اس طرح ہم دونوں میں سے کوئی بھی شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ جیسے شتم زخمی ہو گیا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ بچے گرنے کی وجہ سے ہمیں کوئی اچھا موقع مل جائے گا۔ اگر شاہو بھی بے ہوش ہو جاتا یا زیادہ زخمی ہو جاتا تو ہو سکتا تھا کہ ہم اس کے اوپر لیٹ کر اس کا سانس بند کر دیتے۔ اس طرح شتم کا بھی خاتمہ کیا جاسکتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس دوران ان کے پاس سے کوئی چاقو یا ہتول وغیرہ ہمیں مل جاتا۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمیں ایسا کوئی موقع نہیں مل سکا۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔

ہم دونوں بہت دیر تک خاموش رہے۔ اچانک اوپر آہٹ ہوئی تو میں نے بے اختیار اس طرف دیکھا۔ شاکال نیچے آ رہا تھا۔ پھر وہ ہمارے قریب پہنچ کر ایک میزمری پر بیٹھ کر نظرت بھرے لیے میں شوبھا سے بولا۔ "تم کیا سمجھتی تھیں کہ مجھے دھوکا دے کر فرار ہو جاؤ گی؟" شوبھا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر شاکال مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اور تم نے مجھے کیوں دھوکا دیا؟"

"مجھے معاف کر دو شاکال۔ مجھے تم لوگوں کی پراسرار دنیا کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ مجھے شوبھا نے کہا تھا کہ تم مجھے اسے آزاد کرانے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دو گے۔ اس سے میں خوفزدہ ہو کر اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" میں نے ملتیانہ انداز میں اس سے کہا۔ میں چاہتا تھا کہ شاکال پر اپنا اعتماد بحال کر کے کسی وقت اسے قابو میں لے لوں۔

"لیکن تم نے اسے آزاد کیوں کر لیا تھا؟" شاکال نے پوچھا۔

میں نے اسے بتایا۔ "تمہارے جانے کے بعد میں نے اس کی جھپٹیں سنیں۔ یہ مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ میں کچھ سوچے کچھ بغیر اس تک پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے بھوت بولا کہ یہ آس پاس کے کسی گاؤں کی رہنے والی ہے اور تم اس سے شادی کی خواہش رکھتے ہو۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کے باپ کی طبیعت بہت خراب ہے اور وہ کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔ بس اسی لئے میں نے اسے آزاد کر لیا۔ یہ سب کچھ میں نے بھرپور دیکھا تھا لیکن میں نے اسے آزاد کرانے سے پہلے وعدہ لے لیا تھا کہ یہ تم سے شادی کرے گی۔ میں نے یہ وعدہ اس سے اس لئے لیا تھا کہ تم مجھ پر ناراض نہ ہو لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو تمہاری دشمن ہے اور تمہارے سب سے بڑے دشمن شاما کی ساتھی ہے۔ اس

نے مجھے بتایا کہ تم اس کے فرار ہونے کے بعد غصے میں مجھے مار ڈالو گے۔ بس اسی وجہ سے میں اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" شاکال کچھ دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ تم بھوت بول رہے ہو یا سچ۔ اس لئے میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھے آزاد کرو یا نہیں۔ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اگر تم چاہو تو مجھے میری لٹلی کی سزا دے سکتے ہو۔" میں نے کہا۔ میں اپنی باتوں سے ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ شوبھا مجھے دھوکے سے اپنے ساتھ لے گئی تھی اور اب بھی میری ہمدردیاں شاکال کے ساتھ ہیں۔ "شوبھا! پہلے تو میں چاہتا تھا کہ تم میری ساتھی بن جاؤ لیکن یہاں سے فرار ہو کر تم نے ثابت کر دیا کہ تمہاری ساری ہمدردیاں شاما کے ساتھ ہیں۔ اس لئے اب میں تم سے نہیں کروں گا کہ تم میری ساتھی بن جاؤ۔ اب میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اپنی فوج میں شامل کر لوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھی کافی علم جانتی ہو اور تمہیں کسی بلا وغیرہ کی شل دینا میرے لئے بہت مشکل ہو گا لیکن میں اپنی بھرپور کوشش کروں گا کہ تم میری فوج میں شامل ہو جاؤ۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے شاکال۔" شوبھا نے حقارت سے کہا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ میں ایسا لازمی کر سکوں گا لیکن میں اپنی پوری کوشش ضرور کروں گا۔" شاکال نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری ساری کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔" شوبھا نے بڑے معنی خیز انداز میں شاکال کو ٹھہرا کر کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" شاکال نے ایک بار پھر لیے کو طنزیہ دیکتے ہوئے اس سے پوچھا۔  
 "اس لئے کہ شاید تمہیں علم نہیں کہ میں بندر کے خون والا عمل مکمل کر چکی ہوں۔" شوبھا نے اسے بتایا۔ شوبھا کی بات سن کر شاکال کے چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد شوبھا سے کہا۔ "چلو تو پھر میں تمہیں اپنی فوج میں شامل نہیں کروں گا لیکن تم میری قید میں تو رہو گی ہیں۔"

"شاما کسی بھی وقت حملہ کر کے مجھے چھڑا لے گا۔" شوبھا نے حقارت بھرے لیے میں کہا۔  
 "اگر اس نے حملہ کیا تو اسے منہ کی کھانی پڑے گی۔" شاکال نے مکا ہوا میں لہراتے ہوئے غصے سے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ وہ پہلے بھی کئی مرتبہ تمہیں مٹی چٹا چکا ہے۔" شوبھا نے گویا اسے معلومات فراہم کیں۔

"وہ پہلے کی بات تھی۔" شاکال نے کہا پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اپنے ساتھیوں کی دیکھ مال کے لیے جا رہا ہوں۔ اگر تمہیں بھوک لگی ہو تو تمہیں کچھ کھانے کو دے سکتا ہوں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" شوبھا نے نفرت سے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو بھوک لگی ہو گی؟" شاکال نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، مجھے بھوک لگی ہے۔" میں نے چہرے پر مظلومیت جھاتے ہوئے کہا۔

ہوا تھا جبکہ شیم نے مجھے اٹھا رکھا تھا اور شاہو کے پیچھے چل رہا تھا۔ شاہل مکن ہی میں دری پر بیٹھ گیا تھا۔ شاہو احتیاط کے ساتھ تہ خانے میں اترنے لگا۔ اس کے بعد شیم بھی نہایت محتاط انداز میں بیڑیاں اترنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں بیڑیوں سے شیم کو گرا دوں تو ہو سکتا ہے کہ ایسی کوئی صورت حال میں چلے جائے جو ہمارے حق میں ہو حالانکہ ایسا کرنے سے مجھے کوئی خاص فائدہ مند صورت حال سامنے آنے کی توقع نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے سوچا کہ ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس طرح یہ خطرو بھی تھا کہ مجھے اور شاہو کو چوٹ لگ جائے گی لیکن پھر بھی میں نے یہ خطرو مول لینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے جسم کا سارا وزن نیچے کی طرف ڈال دیا جس سے شیم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنے جسم کو ادھر ادھر کر کے اسے سنبھالنے نہیں دیا اور بال آخر وہ نیچے کی طرف گر پڑا۔ وہ اپنے سے آگے جاتے ہوئے شاہو سے ٹکرایا۔ ہوں ہم چاروں بیڑیوں پر گر گئے۔ میں نے اس پوری کارروائی کے دوران اپنے ذہن کو پوری طرح حاضر رکھا اور کسی بھی فائدہ مند لمحے کی تلاش میں رہا لیکن آخر تک کوئی ایسا موقع نہ مل سکا اور ہم چاروں نیچے فرش پر آ پڑے۔

”میں کمکی ہوں؟“ میں نے ایسے ظاہر کیا جیسے مجھے ابھی ہوش آیا ہو۔ دراصل میں دوبارہ تہ خانے میں قید نہیں ہوتا چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ اب شاہل اور اس کے ساتھی ہم سے بات چیت کریں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کرتا چاہتے ہیں۔

”یہ سب کیا ہوا شیم؟“ شاہو نے دھیرے سے کراہ کر پوچھا۔ اسے کافی چوٹیں آئی تھیں۔ شیم نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ نیچے لڑھکنے کی وجہ سے میری گردن میں بھی چوٹ لگی ہے اور گردن گھمانے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہونے لگی تھی۔ شیم کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اسے شاید بیڑی کا کوئی کونہ لگا تھا اور وہ بے ہوش پڑا تھا۔ شاہو کے بھی کراہنے کی آواز آئی۔ وہ شاہو کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ میرا دل اب بھی پوری طرح مستعد تھا۔ ”لوکی کو اپنے نیچے سے نکالو۔“ میں نے آہستہ سے شاہو سے کہا۔ شاہو دھیرے دھیرے کھڑا ہونے لگا۔ اس نے دیوار کا سارا لیا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے شاہو کے اوپر پڑے شیم کو ایک طرف کیا۔ اس کے بعد وہ دھیرے دھیرے بیڑیاں چڑھنے لگا اور میں اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب وہ شاہل کو نیچے پیش آنے والی صورت حال کے بارے میں بتائے گا پھر شاہل یہاں آکر سب کچھ سنبھال لے گا۔ یہ سب سوچ کر باہر کی وجہ سے میرے منہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکلی اور میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میرا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شاہل ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میری اور شاہو کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور شیم کے سر کے زخم کو دیکھنے لگا پھر اس نے شیم کو کندھے پر ڈالا اور تہ خانے سے باہر لے گیا۔ اس کے جانے کے بعد شاہو نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا۔ ”کیا شیم کا پر پھسل گیا تھا جو ہم لوگ نیچے گر پڑے؟“ اسے شاید میری طرف سے کی جانے والی اس کارروائی کے بارے میں کچھ شک ہو گیا تھا۔

”اس کا پر نہیں پھسلا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”آکھوں سے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔ یقیناً شوہانے میری طرح آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ وہ تینوں ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ شاہل نے غور سے ہمارا جائزہ لینے کے بعد کہا۔ ”لگتا ہے یہ لوگ ابھی تک ہوش میں نہیں آئے۔“ شاہو نے میرے نزدیک آکر مجھے حیر سے ٹھوکر لگانے کے بعد کہا۔ ”ہاں یہ تو بے ہوش ہے۔“ پھر اس نے شاہو کو بھی ایک ٹھوکر لگائی اور بولا۔ ”یہ بھی بے ہوش ہے۔“

”پھر اب کیا کیا جائے؟“ اس شخص نے شاہل سے پوچھا جس کا نام ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ شاہل کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر بولا۔ ”شاہو میرا خیال ہے انہیں اوپر لے چلو۔“ پھر وہ سرے شخص سے مخاطب ہوا۔ ”شیم تم اس لڑکے کو اٹھا لو اور شاہو تم شوہا کو سنبھالو۔“ اس شخص نے جس کا نام شیم تھا، جب تک کر مجھے اٹھالیا۔ اب میں اس کے کندھے پر جمول رہا تھا جبکہ شاہو نے شوہا کو اٹھالیا۔ شاہل ان کے آگے آگے چلے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ ہمیں اوپر کمرے میں لے آئے۔ ”کہیں لٹا ہے ان لوگوں کو؟“ شاہو نے شاہل سے پوچھا۔

”میرا خیال ہے باہر مکن میں لے آؤ۔ وہاں دھوپ بھی ہے اور ہوا بھی۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ وہاں جلدی ہوش میں آجائیں۔“ شاہل نے کہا اور کمرے سے باہر چل دیا۔ شاہو اور شیم بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ مکن میں آنے کے بعد شاہل بولا۔ ”ذرا رکو میں دری لے آؤں۔“ پھر وہ کمرے میں گیا اور ایک دری لا کر مکن میں بچھانے کے بعد بولا۔ ”ہاں اب لٹا دو ان لوگوں کو۔“ شاہو اور شیم نے ہمیں دری پر لٹا دیا۔ ”جاؤ ایک گلاس پانی لے آؤ۔“ شاہل نے شاہو سے کہا تو وہ باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس تھا۔ اس نے گلاس شاہل کو تھما دیا۔ شاہل نے پانی کے کچھ چھینٹے میرے منہ پر مارے۔ میں نے پانی منہ پر پڑنے کے باوجود اپنے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں ہوش میں ہوں۔ پھر اس نے شوہا کے منہ پر پانی چھڑنا شروع کر دیا لیکن شوہا نے بھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ ہوش میں ہے۔ ”انہیں کچھ دیر بیٹیں رہنے دو۔ تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔“ شاہل نے شاہو اور شیم سے کہا پھر وہ دونوں ایک کمرے میں چلے گئے۔ میرا اور شوہا کا چہرہ کافی قریب تھا۔ میں نے یہ تسلی ہو جانے کے بعد کہ شاہل اور اس کے ساتھی کمرے میں جا چکے ہیں، دھیرے سے شوہا سے کہا۔ ”یہ لوگ تو ہمیں نہیں کھول رہے۔“

”ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد کھولیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہ کھولیں۔ بہر حال ہمیں موقع کی تلاش میں رہنا چاہئے۔“ شوہا نے دھیرے سے کہا۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد شاہل اور اس کے ساتھی پھر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمارا جائزہ لیا لیکن شوہا اور میں اب بھی بے ہوش پڑے تھے۔ ”انہیں باہر چھوڑ آؤ۔“ شاہل نے شاہو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک بار پھر ان پر پانی ڈال کر تو دیکھو۔“ شیم نے مشورہ دیا۔

”رہنے دو۔ آکر دیکھیں گے۔ ابھی وقت نہیں ہے۔“ شاہل نے گمراہی سے کہا۔ اس کی بات سے ظاہر تھا کہ وہ لوگ جلد ہی میں ہیں اور کہیں جانا چاہتے ہیں۔ شیم اور شاہو نے مزید کوئی بات نہیں کی اور ہمیں کندھوں پر اٹھا کر باہر تہ خانے کی طرف چل پڑے۔ شاہو آگے تھا اور شوہا کو اس نے اٹھالیا

"ہاں کسی انسانی ڈھانچے شکال کی فوج میں شامل ہیں۔" شوبھا نے بتایا پھر کچھ دیر توقف کے بعد اس نے پوچھا۔ "لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جب میں پہلے شکال کے ساتھ یہاں رہ رہا تھا تو وہ مجھے ڈھانچے کی شکل میں تبدیل کر رہا تھا۔" میں نے اسے بتایا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" شوبھا نے حیرت سے پوچھا۔

"سوئے میں دو مرتبہ میری آنکھ کھل گئی تھی۔ تب میں نے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھ کسی انسانی ڈھانچے سے ہو رہے تھے۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔

"لیکن تم نے مجھے پہلے تو یہ بات نہیں بتائی۔" شوبھا نے کہا۔

"جب یہ واقعات میرے ساتھ پیش آئے تھے تو میں سمجھا تھا کہ شاید یہ میرا وہم ہیں لیکن آج تم نے جب انسان کو بلا کی شکل میں تبدیل کرنے کے بارے میں بتایا تو مجھے اپنے ساتھ گزرے واقعات یاد آ گئے۔" میں نے بتایا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "شکر کرو کہ تم زیادہ عرصے تک شکال کے پاس نہیں رہے ورنہ وہ ہمیں بھی اپنی فوج میں شامل کر چکا ہوتا۔" شوبھا نے کہا۔

"لیکن وہ تو اب بھی ایسا کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھکر نہ کرو اب میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔" شوبھا نے کہا تو میرے دل کو کافی حد تک تسلی ہو گئی۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات نہ کی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ میں نے بندھے ہوئے

کے باوجود کھوت لینے کی کوشش کی تاکہ کچھ تھوڑی بہت ہی جسم کی حالت بدل جائے لیکن جیسے ہی میں نے جنبش کی۔ جسم کے کئی حصوں میں ٹیمپس اٹھنے لگیں۔ مجھے احساس ہوا کہ میڈیوں سے گرتے ہوئے مجھے کافی چوٹیں لگی ہیں۔ "ہمیں زیادہ چوٹیں تو نہیں لگیں؟" میں نے اپنی چونوں کا احساس

ہونے کے بعد شوبھا سے پوچھا۔

"کھنٹنے میں زیادہ چوٹ لگی ہے اور اب تک تکلیف ہو رہی ہے۔ باقی جگہوں پر زیادہ چوٹیں نہیں لگیں۔" شوبھا نے بتایا۔ میں اس کی بات سن کر دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگا کیونکہ میری وجہ

سے ہی اسے چوٹیں آئی تھیں۔ کچھ دیر بعد میں پھر سوچنے لگا کہ شکال میرے ساتھ کیا کرے گا۔ کافی سوچ بچار کے بعد میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ میں بھرپور

کوشش کروں گا کہ شکال مجھے معاف کر دے اور اگر اس نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے معاف کرنے کے ارادے سے آزاد کیا تو میں پہلی فرصت میں اسے قتل کر دوں گا۔ قتل جیسا خوفناک قدم میں اس

لئے اٹھانا چاہتا تھا کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ اگر میں نے اسے زیادہ سہولت دی تو وہ یا تو مجھے اپنی فوج میں شامل کرنے کے لیے کسی بلا وغیرہ کی شکل میں تبدیل کر دے گا یا کوئی اور خطرناک قدم اٹھائے گا۔ میں

اپنے دل میں شکال کے لیے منصوبہ ترتیب دینے کے بعد کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد تھ خاں کا دروازہ کھلا اور ایک بار پھر باہر کی روشنی سے تھ خاں منور ہو گیا۔ میں نے دیکھا

شکال نیچے آ رہا تھا۔ اس نے میرے قریب آ کر ایک نگاہ مجھ پر ڈالی پھر شوبھا کی طرف دیکھنے لگا۔ میں نے بھی شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی شکال کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "تم کیا سمجھتی ہو کہ دو چار عمل کیونے

شکال نے ایک قہقہہ بھرا ہوا۔ "تمہاری پہلی سزا یہی ہے کہ یہاں بھوکے پڑے رہو۔"

"میں تم سے اپنی غلطی کی معافی مانگ چکا ہوں۔" میں نے اسے باور کرائے کی کوشش کی کہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بعد اس سے معافی کا خواستگار ہوں۔

"تمہارے بارے میں سوچوں گا میں۔" شکال نے کہا اور تیزی سے میڈیاں چڑھنے کے بعد اس نے تھ خاں کا دروازہ بند کر دیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

"کیا خیال ہے شوبھا وہ معافی دینے کے بارے میں سوچے گا؟" میں نے ہلکی آواز میں شوبھا سے پوچھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری آواز تھ خاں سے باہر جائے کیونکہ ہو سکتا تھا پھر شکال کان لگا لے

ہماری باتیں سن رہا ہو۔ "میرا خیال ہے وہ ہمیں معاف نہیں کرے گا۔" شوبھا نے بھی ہلکی آواز میں جواب دیا۔

"پھر وہ کیا کر سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ شوبھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے وہ ہمیں..... اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ میں چند لمحوں کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "تم رک کیوں نہیں بات کرتے کرتے؟"

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" شوبھا نے گویا بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں شوبھا۔ تم مجھے وہ بات بتاؤ جو تم کہتے کہتے رک گئی ہو۔" میں نے اصرار کیا۔

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہو سکتا ہے وہ ہمیں اپنی فوج میں شامل کرنا چاہتا ہو۔" شوبھا نے

انک انک کر بتایا۔ شوبھا کی بات سن کر کچھ لمحوں کے لیے میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں جانتا تھا کہ فوج میں شامل ہونے کا مطلب ہے کہ کسی بلا وغیرہ کی شکل اختیار کر لینا۔ پھر کچھ دیر بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے وہ اچانک ہی مجھے بلا بنا دے گا؟"

"نہیں، تم غلط سوچ رہے ہو۔ اگر وہ ہمیں بلا بنانا چاہے تو اس کے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ... اچانک ہمیں بلا بنا دے۔ اگر کسی کو بلا بنایا جاتا ہے تو اس پر کافی عرصے تک عمل کیا جاتا ہے۔ پھر

آہستہ آہستہ سوتے میں انسان بلا کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ ہر رات انسان کے جسم کا کچھ حصہ بلا کے جسم کی شکل میں تبدیل ہوتا رہتا ہے جو صبح ہونے پر صحیح حالت میں ہوتا ہے۔ بس اس سارے پیکر میں

عامل کو صرف یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جس پر وہ عمل کر رہا ہے اس کی سوتے میں آنکھ نہ کھل جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ انسان جس پر عمل کیا جا رہا ہوتا ہے وہ اپنے جسم کو تبدیل شدہ حالت میں دیکھ سکا

ہے اور خوفزدہ ہو کر اس کا دل بھی بند ہو سکتا ہے یا اس کا دماغی توازن بھی خراب ہو سکتا ہے۔" شوبھا نے مجھے بتایا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور میں بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ مجھے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات یاد آ گئے۔ جب سوئے میں میری آنکھ کھل گئی تھی اور میں نے اپنے ہاتھوں کو انسانی

ڈھانچے کے ہاتھوں کی طرح دیکھا تھا۔ اس وقت تو میں یہ سمجھا تھا کہ وہ میرا وہم تھا لیکن شوبھا کی باتیں سن کر مجھے شک ہوا کہ شاید شکال مجھ پر عمل کر کے مجھے انسانی ڈھانچے کی شکل میں تبدیل کر رہا تھا

میں نے اپنی تسلی کے لیے شوبھا سے پوچھا۔ "کیا کسی انسان کو انسانی ڈھانچے کی شکل میں بھی اس



نہیں۔"

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔" شوبھا۔ داب دیا۔ شاکال نے طعنے انداز میں جنتے ہوئے کہا۔  
"پلو ٹھیک ہے۔ جب بھوک لگے تو تیار رہ۔" پھر اس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "تمہیں تو بھوک لگی ہوگی؟"

"ہاں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے انتہائی مظلومیت سے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں تمہارے لئے کچھ لاتا ہوں۔" اس نے کہا اور سیڑھیاں اٹے کرتا ہوا اوپر چلا گیا۔ اوپر پہنچ کر اس نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔  
"تم کھانا تو کھاؤ شوبھا۔" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں مجھے واقعی بھوک نہیں ہے۔"

"لیکن تمہیں کچھ نہ کچھ کھالینا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کھانے سے انکار کی وجہ سے شاکال چڑ جائے اور پھر کھانا نہ دینے کی سزا بھی دے۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اس سے معافی حاصل کرنے کے بعد کچھ کرنے کے بارے میں سوچا ہے؟" شوبھا نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔

شوبھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "دیکھو کچھ اندازہ تو ہو رہا ہے کہ وہ تمہیں معاف کر لے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ تم اور کوشش کرو کہ وہ تمہاری مظلومیت پر یقین کر لے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔" میں نے اسے تسلی دی۔ ہم دونوں نے کافی دیر تک آپس میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر تہہ خانے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی تو میں بے اختیار اس طرف دیکھنے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا اوپر شاکال موجود ہے۔ چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور شاکال نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ وہ برتن لے کر میرے قریب ایک بیڑھی پر بیٹھ گیا۔ اس نے برتن فرش پر رکھ دیا اور شوبھا کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ "میں کھانا زیادہ لے کر آیا ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی کھا سکتی ہو۔"

"نہیں مجھے بھوک نہیں۔" شوبھا نے کہا۔ شاکال نے میرے قریب آ کر میرے ہاتھ آزاد کر دیئے لیکن میرا بائیں جسم اب بھی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ پھر شاکال نے مجھے تھمٹھٹ کر دیوار کے ساتھ بٹھا دیا اور میرے سامنے کھانا رکھنے کے بعد بولا۔ "لو کھانا کھاؤ۔ میں نے سوچا ہے کہ صبح تک تمہارے بارے میں مزید سوچوں گا اور پھر تمہیں آگہ کر دوں گا کہ میں تمہیں معاف کر رہا ہوں یا نہیں۔"

"تمہیں مجھے معاف کر دینا چاہئے۔ تم خود سوچ سکتے ہو کہ میں تم سے دشمنی کرنے کے لئے یہاں سے نہیں بھاگا تھا۔ میں نہ تو اس وقت تمہیں اپنا دشمن سمجھتا تھا اور نہ اب سمجھتا ہوں۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اب تم میری جگہ ہوتے تو یقین کرو کہ میں تمہیں معاف کر دیتا۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں غلط فہمی میں یہاں سے بھاگا تھا اور اب اپنی حرکت پر شرمندہ ہوں۔

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

کے بعد مجھ سے زیادہ طاقتور ہو گئی ہو؟" شوبھا نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر شاکال نے میری طرف دیکھا۔ وہ کچھ لمبے بغور میرے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر غصے اور تکبر کے آثار واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ "تم جیسے آدمی کو تو بہت خوفناک سزا دینی چاہئے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔ میں چند لمبے خاموش رہا۔ اس دوران میں نے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات لانے کی کوشش کی جس سے ظاہر ہو کہ نہ صرف میں خوفزدہ ہوں بلکہ اپنی حرکت پر بہت ناام بھی ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ "تم چاہو تو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا پھر کوئی بھی سزا دے دو۔ کیونکہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو لیکن میں اب بھی یہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا خوفزدہ ہو کر کیا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مجھے مار دو گے تو یقین کرو میں کبھی بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔" میری بات سن کر شاکال سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اسے میرے بیان میں کچھ سچائی لگ رہی ہو اور وہ اسی بارے میں سوچ رہا ہو۔ "ٹھیک ہے" میں ابھی تمہارے بارے میں مزید سوچوں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔" میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور نہایت مظلوم شکل بنا کر شاکال کی طرف دیکھنے لگا۔ شاکال ایک مرتبہ پھر شوبھا کی طرف متوجہ ہو گیا اور بولا۔ "شوبھا اب میں تم سے کوئی بات منوانے کی شرط نہیں رکھوں گا۔ پہلے جب تم میری قید میں تھیں تو مجھے امید تھی کہ تم شاکال کا ساتھ چھوڑ دو گی اور میری ساتھی بن جاؤ گی۔ اس کے عوض جو کچھ میں تمہیں دے رہا تھا، شاکال بھی تمہیں نہیں دے سکتا لیکن تمہارے فرار ہونے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم شاکال کی بہت وفادار ہو اور کسی بھی حالت میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے تمہیں بجائے اپنی قید میں رکھوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" شوبھا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاکال نے ایک تھندے لگانے کے بعد پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں ایسا نہیں کر سکتا؟"

"اس لئے کہ تم شاکال سے واقف نہیں ہو۔ وہ آج نہیں تو کل تمہیں شکست دینے کے بعد مجھے یہاں سے آزاد کر دے گا۔" شوبھا نے ایک بار پھر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ شاکال بھی مجھے شکست دے سکے گا۔ تم دیکھتی جاؤ اس مرتبہ اسے ایسی شکست دوں گا کہ اسے میرے آگے کھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔" شاکال نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ شوبھا نے نفرت اور حقارت سے بھرپور ایک تھندے لگایا اور بولی۔ "اب تو میں یہ کہوں گی کہ یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ شاکال سے کئی مرتبہ منہ کی کھانے کے باوجود تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں آئے۔"

"پہلے کی بات اور تھی۔" شاکال نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "پہلے میں اس کی اور اپنی پرانی دوستی کا کچھ خیال کرتا تھا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ شاکال اور اس کے ساتھیوں کو میری وجہ سے کوئی بڑا نقصان نہ ہو اور شاکال کسی طرح یہ بات سمجھ جائے کہ میں اب بھی اس سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا ہوں لیکن شاکال نے ہر بار یہی کوشش کی کہ مجھے زیر کر لے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اب تک ایسی کسی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مستقبل میں اس سے دوستی کی توقع کرنا فضول ہے۔ اس لئے جلد ہی میں اسے ایسی شکست دوں گا کہ آئندہ کبھی وہ مجھ پر حملہ کرنے یا مجھ سے دشمنی کرنے کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ خیر اب مجھے بتاؤ کہ تمہیں بھوک لگی ہے یا

شاکل۔۔۔ نہ نہ اور میری طرف دیکھنے لگا۔ ہم دونوں پوری کوشش کے باوجود کبھی اچھی طرح اپنے اوپر نہیں لپیٹ سکے تھے۔ شاکل نے ہم دونوں کو اچھی طرح کبلوں میں لپیٹ دیا پھر مزید کوئی بات چیت کے بغیر لائین افکار تہ خانے سے چلا گیا۔ تہ خانے میں اندھیرا ہو گیا لیکن اب مجھے سردی نہیں لگ رہی تھی۔ کبھی کبھی کالی مونا اور گرم تھاقینا شوبھا بھی سردی سے محفوظ ہو چکی تھی۔ "سردی تو نہیں لگ رہی؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"نہیں اب نہیں لگ رہی۔" شوبھا نے جواب دیا۔

"شوبھا تمہارے خیال میں شاکل نے میرے لیے کیا شرط رکھی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ وہ کیا شرط ہو سکتی ہے جس پر شاکل ہمیں معاف کرنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک میں کچھ سمجھ نہیں سکی۔" شوبھا نے بتایا۔

تہ خانے میں خاموشی چھا گئی۔ میں ایک بار پھر سوچنے لگا کہ آخر شاکل نے کیا شرط سوچی ہوگی۔ شوبھا اور میرے درمیان بہت دیر تک کوئی بات چیت نہیں ہوئی پھر آخر میں نے اس سے کہا۔ "شوبھا تم بھی اپنے رویے میں پلک پیدا کرو شاکل کو امتداد میں لو اور جب وہ تم پر اصرار کرنے لگے تو کچھ بھی کر لینا۔"

"جب وہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے بے حد غصہ آ جاتا ہے اور میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے بے اختیار بولنے لگتی ہوں۔" شوبھا نے بتایا۔

"اگر تم کسی طرح اپنے غصے پر قابو پا لو تو میرا خیال ہے کہ تم بہت فائدے میں رہو گی ورنہ۔۔۔۔۔" اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔

شوبھا ہنستے ہوئے بولی۔ "ورنہ یہی نال کہ وہ مجھے مار دے گا۔"

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتی۔" اس نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"لیکن خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلتا تو کھندی نہیں ہے۔ میں تو تم سے یہی کہوں گا کہ زندگی خدا کی ایک نعمت ہے۔ اگر اسے بچانے کا کوئی موقع تمہارے پاس ہے تو اسے ضائع مت کرو۔ اگر ہمیں شاکل سے نفرت ہے تم اسے اپنا دشمن سمجھو تو پھر اسے زیر کرنے کے بارے میں سوچو۔ لہذا دل سے غور کرو کہ کس طرح تم اس کے چنگل سے نکل سکتی ہو اور اسے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہو۔" میں نے اسے سمجھایا۔ شوبھا فوری طور پر کچھ نہیں بولی۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً وہ کچھ سوچ رہی ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "دیے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایک مسئلہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"کیس میرا بدلہ ہو اور یہ شاکل کو شک میں نہ ڈال دے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" میں نے کہا اور سوچنے لگا کہ شوبھا کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ استعمال کرنا چاہئے۔ میں بہت دیر تک تانے بانے بنتا رہا۔ آخر ایک منصوبہ ترتیب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ "ایک طریقہ ہے میرے ذہن میں۔" میں نے کہا۔

"تم جس طرح چاہو اپنی قتل کر سکتے ہو۔" میں نے بات بننے دیکھ کر نہایت دوستانہ انداز میں کہا۔

"اچھا تم کھانا کھاؤ؟" میں سوچتا ہوں۔ "اس نے کہا تو میں کھانا کھانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ شاکل نہایت گہرائی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

"بس میں کھا چکا۔" میں نے تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد کہا۔

"تم نے بہت تھوڑا کھانا کھایا ہے تم اور کھانا کھانو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری ہوک صرف اس لئے ختم ہو گئی ہے کہ میں تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہوں لیکن میں نے سوچا ہے کہ میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اور صبح ہی ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کروں گا۔ تم اور کھانا کھاؤ۔" اس نے میری کیفیت سمجھتے ہوئے کہا۔ میں واقعی یہ سمجھ رہا تھا کہ شاکل میرے بارے میں فیصلہ ابھی بنا دے گا لیکن اس نے جب یہ کہا کہ وہ صبح مجھے اپنا فیصلہ سنائے گا تو میں کچھ مایوس ہو گیا۔ اس کے اصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا اور کھالیا۔

"نہیں کھایا جا رہا؟" میں نے شاکل کی طرف دیکھ کر کہا۔ شاکل نے میرے ہاتھ دوبارہ ہاتھ دیئے۔ پھر برتن میرے سامنے سے اٹھائے اور سنی خیز انداز میں شوبھا کی طرف دیکھتا ہوا وہیں چلا گیا۔ شاکل کے جانے کے بعد میں نے شوبھا سے کہا۔ "شوبھا تمہارا کیا خیال ہے کیا شاکل مجھے معاف کر دے گا؟"

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔ ویسے شاید وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ ہمیں معاف کر دے لیکن وہ شاید اس بارے میں مزید سوچنا چاہتا ہے۔" شوبھا نے کہا۔ شوبھا کی بات سن کر میرے دل کو قتل ہوئی۔ شاکل کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مجھے معاف کر دے گا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ معاف کر دینے کا مطلب ہے کہ وہ اپنی موت کو دعوت دے گا۔ اس لئے کہ اب میں اسے قتل کر دینا ضروری سمجھتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے اس وقت جب میری اس کی جان بچان نہیں تھی مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہا اور مجھے ہلاک کی شکل میں تبدیل کرنے کی کوشش کی تو اب تو ویسے بھی میں اس کا ایک نقصان کر چکا تھا اور اس کی دشمنی کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے چکا تھا۔ لہذا اب مجھے اس سے کسی رعایت کی امید نہیں رکھنی چاہئے تھی۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ سورج ڈھل چکا ہے اور رات آ رہی ہے اور پھر آہستہ آہستہ ناقابل برداشت حد تک سردی بڑھ گئی۔ ہم دونوں کچپکپانے لگے اچانک تہ خانے کا دروازہ کھلا اور ایک مہض لائین ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوئے۔ اس کے ہاتھ میں کوئی بڑی سی چیز بھی تھی۔ جب وہ نزدیک آیا تو پتہ چلا کہ وہ شاکل تھا اور اس کے ہاتھ میں دو کبل تھے۔ اس نے ایک کبل شوبھا کو دینے کے بعد ایک مجھے بھی دیا اور بولا۔ "کبل لے لو اور ہاں تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ میں نے ہمیں معاف کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا شرط ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"اٹھو... اٹھو..." کسی نے میرا بازو پکڑ کر جھجھوڑا تو میں نے بڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ شاکل میرے سامنے موجود تھا۔

"چلو جی آ جاؤ میرے ساتھ۔" اس نے میری رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔ میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ شاکل نے بھی شوبھا کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ میری رسیاں کھولنے کے بعد وہ مجھ سے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اس کے کہنے پر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا جسم جگہ جگہ سے دکھ رہا تھا۔ میں جن بوجھ کر زور سے کھانسا تاکہ شوبھا اٹھ جائے۔ میں اپنے منہ میں کاسیاب ہو گیا تھا کیونکہ شوبھا نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا جیسے وہ فوری طور پر اپنے سامنے موجود منکر کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ پھر چند لمحوں کے بعد اس نے فوراً سے شاکل کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز میں غصے اور نفرت کی آمیزش تھی۔ اس کے اس انداز پر میں کچھ ڈر مانگیا کیونکہ مجھے صحیح اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ غصے اور نفرت کی اداکاری کر رہی ہے یا واقعی اس کے ایسے ہی جذبات ہیں۔ اگر اس کا غصہ حقیقی تھا تو اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے غصے پر اپنے منصوبے کے مطابق قابو نہیں پاسکی تھی اور یہ بات اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اس کا غصہ اور نفرت معنوی ہے۔ شاکل نے اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر کہا۔ "دیکھو میں بنیادی طور پر ایک رحم دل آدمی ہوں۔ خواہ مخواہ کسی کے ساتھ زیادتی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔ تم صاف دل کے ساتھ میرا ساتھ دینے کا وعدہ کر لو۔ میں تمہیں نہ صرف آزاد کر دوں گا بلکہ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔ تم دیکھو گی کہ میں تمہارے لیے مثلاً سے زیادہ فائدہ مند اور بہرہ ور ثابت ہوں گا۔"

"میں کسی قیمت پر تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔" شوبھا نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر شاکل نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔ اس کے قہقہے میں غصہ، طرادر تکبر شامل تھا۔ وہ بولا۔ "بس تو پھر اس وقت تک بیٹھیں سڑتی رہو جب تک میں تمہارے لیے کوئی سخت سزا تجویز نہیں کرتا۔"

"مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔" شوبھا نے بے نیازی سے کہا۔

"تم نے کبھی کوئی سزا نہیں سہی اس لئے ایسا کہہ رہی ہو لیکن مجھے امید ہے کہ دو چار جھکوں کے بعد ہی تمہارا دماغ ٹھکانے پر آ جائے گا۔" شاکل نے خفاک لہجے میں کہا۔

"وہ کہہ... شوبھا نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "دیکھو صبح وہ یقیناً مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا اور مجھے معاف کر دینے کے لیے شرط بتائے گا۔ اس کے بعد کھانے وغیرہ کے سلسلے میں تمہارے پاس آتا رہے گا۔ تم آہستہ آہستہ اپنا رویہ بدنامیوں روکتا۔ ایک دم رویہ بدلنے سے وہ یقیناً شک میں پڑ سکتا ہے۔ اس لئے تم آہستہ آہستہ اپنے رویے میں ہلکے پھلکے پیدا کرنا بلکہ چاہو تو اس کی بات ماننے کے لیے اپنی چند شرائط رکھ دیتا۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ شرائط ماننے پر وہ تیار نہ ہو اس لئے تم کچھ دیر اپنی شرائط پر اڑی رہنا اور اگر وہ بالکل نہ مانے تو مخالفت کا کوئی رستہ نکال لینا۔ اس دوران باہر رہ کر تمہارے لئے مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا میں کروں گا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں ویسا ہی کروں گی جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔" شوبھا نے میری تجویز ماننے ہوئے کہا۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات چیت نہیں کی اور پھر نہ جانے کس وقت میں اور شوبھا نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

”شاید تمہیں میرے حوصلے اور قوت برداشت کا طرہ... ہے۔ تمہاری سزائیں میرا ارادہ نہیں بدل سکیں گی۔“ شوہا نے پُر عزم لہجے میں کہا۔ شوہا کی بات... شاکال نے ایک بار پھر تحقیر آمیز قہقہہ لگایا پھر شوہا کے قریب جا کر اس کے بازو کو پکڑ کر بولا۔ ”یہ... وٹازک جسم اور اس پر تمہاری بڑی بڑی باتیں... میری طرف سے دی جانے والی سزائیں تو بڑے مضبوط جسم والے بھی نہیں سہ کے پھر تم کیا چیز ہو۔ خیر اگر تمہیں اپنے اوپر اتنا ہی مان ہے تو پھر جلد ہی تمہاری آزمائش شروع ہو جائے گی۔“ شاکال کی بات سن کر شوہا کچھ نہیں بولی اور نہایت نفرت اور غصے سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ معنوی غصے اور نفرت سے کام نہیں لے رہی ہے اور یہ بات اس کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے الوس ہو رہا تھا کہ شوہا کو اپنے غصے پر اختیار نہیں تھا جبکہ رات میں وہ مجھ سے کہہ چکی تھی کہ وہ اپنا رویہ تبدیل کر لے گی لیکن اب اس کی باتیں سن کر یوں لگتا تھا جیسے اسے اپنے بنائے ہوئے منصوبے کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ غصے اور نفرت نے جیسے اس کے ذہن سے تمام باتیں نکال بیٹھکی تھیں لیکن بار بار مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ اداکاری کر رہی ہو۔ اگر وہ واقعی اداکاری کر رہی تھی تو وہ بہت لاجواب تھی۔

”چلو آؤ میرے ساتھ۔“ شاکال نے مجھ سے کہا اور میزبوں کی طرف چل دیا۔ اس کا منہ دوسری طرف ہوتے ہی میں نے شوہا کی طرف دیکھا۔ میں نے چاہا تھا کہ اشاروں میں ہی اس سے پوچھ لوں کہ کیا وہ اداکاری کر رہی تھی یا واقعی غصے میں تھی۔ اس سے پہلے کہ میں شوہا کو کوئی اشارہ کرتا شاکال مڑا اور بولا۔ ”آؤ بھئی۔ تم کیا دیکھنے لگے اسے!“

میں نے شوہا کی طرف نہیں دیکھا اور شاکال کے ساتھ چل پڑا۔ شاکال نے تہ خانے سے باہر آنے کے بعد اوپر سے ایک مہربانہ جھانک کر شوہا کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ بند کر دیا۔ دروازے پر تالا ڈالنے کے بعد وہ اس کمرے سے باہر کی طرف چل پڑا جہاں تہ خانہ تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر بعد شاکال اس کمرے میں آگیا جو اس نے پہلے مجھے رہنے کے لیے دیا ہوا تھا۔ چارپائی اب تک وہاں موجود تھی اور اس پر بستر بھی تھا۔ ”بنو۔“ شاکال نے بستر پر بیٹھنے کے بعد مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں بھی بیٹھ گیا اور اس کی طرف مظلوم شکل بنا کر دیکھنے لگا۔ وہ بولا۔ ”دیکھو میں نے تمہاری مدد کی تھی۔ تمہیں ہر قسم کی معیبت سے بچا کر اپنے پاس پناہ دی تھی لیکن الوس کہ تم نے میری ہی دشمن کو آزاد کر دیا اور پھر اس کے ساتھ بھاگ گئے۔“ وہ ذرا دیر کو رکا لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ابھی اور کچھ بھی کہنا چاہتا تھا۔ میں اس کے کچھ کہنے سے پہلے بولا۔ ”میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ جو کچھ بھی ہوا فلفلی اور خوف کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس روز تمہارے جانے کے بعد مجھے جیلوں کی آوازیں سنائی دیں تو میں نے کہا ہو سکتا ہے کوئی شدید تکلیف میں ہو پھر جب میں شوہا کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو مظلوم بتایا اور کہا کہ وہ بھوک کی وجہ سے بے حال ہو رہی ہے۔ اگر اسے کھانے کو نہ ملا تو وہ مرجائے گی۔ اس وقت اس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بہت کمزور لگ رہی تھی لیکن اس نے کہا کہ وہ غسل وغیرہ بھی کرنا چاہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ وہ کمزور سی عورت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ اسی لئے میں اسے تہ خانے سے باہر لے آیا لیکن باہر آنے کے بعد نہ جانے

مجھے یا ہونیا کہ میں اس کی ہر بات ماننے لگا اور اس طرح اس نے مجھے استحصال کیا۔“ شاکال غور سے میرے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ یقیناً وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ بھر کچھ دیر بعد وہ بولا۔ ”دیکھو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے اس لئے میں نے تمہیں آزاد کرنے کی جو شرط رکھی تھی وہ یہ ہے کہ تم شوہا کو قتل کرو گے۔“ شاکال کی بات سن کر میں کانپ گیا اور حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھ میں کچھ بولنے کی سکت نہیں تھی۔ مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر شاکال دھیرے سے ہنس کر بولا۔ ”گلیا بات ہے تم بہت گھبرا گئے ہو؟“

”نہیں... نہیں... میں... دراصل... وہ۔“ میں نے انک انک کر کہا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں اسے کیا کہوں۔ اس نے مجھے بہت بڑی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ شاکال ہنس کر بولا۔ ”اگر تم بہت زیادہ خوفزدہ ہو تو کچھ دیر بعد اس موضوع پر بات کریں گے۔ فی الحال ناشتے کی بات کرتے ہیں۔ تم یہیں رکو میں تمہارے لئے ناشتے لے کر آتا ہوں۔“ اور ہاں دیکھو اگر تمہارے دماغ میں مجھے دھوکا دینے کا کوئی ارادہ ہے تو ایسے ارادے فوراً اپنے دل سے نکال دو۔ اس لئے کہ اب تمہاری عمرانی پر میں نے ایک نظر نہ آنے والی حقوق کو لگا دیا ہے۔ اگر تم کوئی غلط حرکت کرنا چاہو گے تو وہ حقوق بلا تاخیر تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ اس لئے یوں سمجھو کہ تمہاری زندگی اور موت تمہارے ہاتھ میں ہے۔“ شاکال کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ اس نے ہر پہلو پر غور کر رکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اس کا استحصال حاصل کر کے اسے قتل کروں گا لیکن اس نے مجھے اپنا استحصال آدمی بنانے کے لیے شوہا کو قتل کرنے کی شرط رکھ دی تھی اور اس نے ایک نظر نہ آنے والی حقوق کو میری عمرانی پر لگا کر مجھے اپنا ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ نظر نہ آنے والی حقوق کے بارے میں سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ لیکن اب میں اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میرا حال یہ خدشہ موجود تھا کہ ہو سکتا ہے وہ نظر نہ آنے والی حقوق کے بارے میں سچ کہہ رہا ہو۔ ویسے بھی جس نے اسرار دنیا میں میں پھنس چکا تھا۔ وہاں سب کچھ ممکن تھا۔ اس وقت مجھے شوہا کو قتل کر دینے والی بات سب سے زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ناشتے کے بعد شاکال مجھے شوہا کو قتل کر دینے کا کہے گا۔ اگر میں انکار کرتا تو شاکال کو یقین ہو جاتا کہ میں اس کے ساتھ ٹھکس نہیں ہوں اور وہ مجھے پھر تہ خانے میں بند کر دیتا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے فوری طور پر کوئی سخت سزا دے دیتا یا مجھے موت کے گھاٹ ہی اتار دیتا۔ میں شدید ذہنی دباؤ میں تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ”کو بھئی ناشتہ کرو۔“ شاکال نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ٹرے میں کافی چیزیں موجود تھیں لیکن اس وقت میرا دل کچھ بھی کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے بے دل سے ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چھانے کی پٹائی اٹھالی۔

”بھئی یہ روٹی کھاؤ نا۔ خوب ڈٹ کر ناشتہ کرو۔“ مجھے لگتا ہے کہ میں اپنی آزادی کی خوشی نہیں ہے۔“ شاکال نے کہا۔

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

اس کے ہاتھ میں یہ تیزوہار نجر تھا۔ اس نے نجر میرے ہاتھ میں دینے کے بعد کہا۔ "لو بھی اسے پکڑا لے گا۔ آہستہ آہستہ ہمیں یہ اشتعال کرنا بھی آ جائے گا۔" میں نے نجر ہاتھ میں لے لیا اور اس کا جائزہ لیتے لگا۔ "چلو آؤ میرے ساتھ۔" شاہل نے نجر میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کمرے سے باہر کی طرف چل دیا۔ میں بھی بالکل غور سے اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ تہ خانے کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے تہ خانے کا دروازہ کھولا اور مجھ سے بولا۔ "چلو اندر۔" میں تہ خانے میں داخل ہو گیا تو وہ بھی میرے پیچھے اندر آ گیا۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں بیڑھیاں اتر کر شوبھا کے پاس بیٹھ گئے۔ "کیسی ہو تم؟" شاہل نے خوفناک انداز میں جتنے ہوئے شوبھا سے پوچھا۔ شوبھا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خفا سے بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ "کیا تم اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہو؟" شاہل نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔" شوبھا نے اٹل لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے سلطان کے لیے شرط رکھی ہے کہ اگر وہ جسے قتل کر دے تو میں اس پر اعتماد کر لوں گا۔ لیکن چونکہ اس نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ اس لیے اس کا نسا ہے کہ جسے قتل کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ میں نے اس کی مشکل حل کرنے کا ایک اور راستہ نکال لیا ہے کہ یہ جسے روز تھوڑا سا زخمی کرے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روز زخمی ہونے کے بعد جسے قتل آ جائے ورنہ ایک روز تو جسے قتل کر دیا جائے گا۔" شاہل نے شوبھا کو بتایا پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "ہاں بھی تم اپنے کام کے لیے تیار ہو؟"

میں نے ہنسیکے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں میں تیار ہوں۔" پھر میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ شاید اپنے زخمی ہونے اور پھر بعد میں قتل کر دیے جانے کے بارے میں سن کر منافقانہ رویہ اختیار کرے گی اور شاہل سے اس سلسلے میں بات کرے گی لیکن مجھے شوبھا کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر نہیں آئے جن سے اندازہ ہو سکتا کہ وہ شاہل سے بات چیت کا کوئی ارادہ رکھتی ہے۔

"کوئی نجر اور اپنا کام شروع کر دو۔" شاہل نے نجر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے نجر ہاتھ میں لے لیا اور شوبھا کی طرف دیکھنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ شوبھا خوفزدہ نہیں تھی۔ بالآخر میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے شاہل سے بات کرتے ہوئے جھجک رہی ہو یا اسے اپنی بے عزتی کا احساس ہو رہا ہو۔ لہذا میں نے اس سے کہا۔ "شوبھا تم نے سن لیا کہ شاہل نے کیا کہا ہے۔ اگر تم اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لو تو جسے چھوڑا جا سکتا ہے بلکہ تمہارا ہر طرح سے خیال بھی رکھا جائے گا ورنہ تم خود سوچ لو کہ جسے روزانہ تھوڑا تھوڑا زخمی کیا جاتا رہے گا اور بالآخر ایک دن جسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس لیے میرا تمہارے لیے مشورہ ہے کہ تم شاہل کے ساتھ مل جاؤ۔ ویسے بھی شاہل ایک طاقتور انسان ہے جبکہ تمہارا وہ ساتھی یا نام نہان کا۔" میں نے تھوڑی دیر مانتے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے کی اداکاری کی پھر بولا۔ "ہاں شاما وہ شاہل سے زیادہ طاقتور نہیں لگتا کیونکہ اگر وہ شاہل سے زیادہ طاقتور ہوتا تو ہمیں یہاں سے آزاد نہوا کے لے جاتا۔"

"پھر کیا بات ہے؟" شاہل نے پوچھا۔

"دراصل میں نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس لیے تم نے جو شرط رکھی ہے میں اس کی وجہ سے پریشان ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

شاہل نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تو اس کا مطلب ہے کہ تم شوبھا کو قتل نہیں کر دے لیکن ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم پر اعتماد کر دوں اور ہمیں صاف کر دوں تو اس کے لیے جس شوبھا کو قتل کرنا ہی ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

شاہل کی یہ بات سن کر میں ہراساں نہ ہوا۔ میرا خدشہ درست نکلا تھا کہ میں شوبھا کو قتل کرنے سے انکار کر دوں گا تو شاہل مجھے قتل کر دے گا۔ میں نے کہا۔ "میں یہ مانتا ہوں کہ مجھے شوبھا کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دراصل میں کسی کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ تم مجھے کی کو شش کر دو۔ جس آدمی نے کبھی قتل نہ کیا ہو اس کے لیے کسی کو قتل کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ میں شوبھا کو قتل کرنے سے انکار نہیں کر رہا لیکن میں یہ مانتا ہوں کہ شاید میرے ہاتھ کپکپائے لگیں اور بے جان ہو جائیں۔"

شاہل کچھ سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے مسئلے کا ایک حل ہے میرے پاس۔ تم پہلے صرف اسے زخمی کر دو گے چھری کا ایک ہلکا سا وار کرے۔ پھر دن تک تم یونہی کر دو گے۔ بالآخر ایک روز۔" شاہل خوفناک مسکراہٹ سے میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ کچھ دیر توقف کے بعد اس نے کہا۔ "یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اسے قتل تم نے ہی کرنا ہے۔"

شاہل کی بات سن کر میں اور پریشان ہو گیا۔ وہ شوبھا کو میرے ہاتھوں قتل کر دے پر ہی ہند تھا اور اب تو اس نے شوبھا کو زخمی کرنے کے بارے میں بات کر کے مجھے مزید پریشان اور الجھن میں ڈال دیا تھا۔ میں سوچنے لگا۔ اوپر شوبھا کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ اپنے غصے کی وجہ سے شاہل سے عارضی مغایرت پر تیار نہیں اور اوپر شاہل مجھے اسے قتل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ میں نے روٹی کے ٹوٹے جلدی جلدی کھانے شروع کر دیے تاکہ شاہل کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ میں اس کی تجویز سن کر مزید پریشان ہو گیا ہوں۔

"اب تو ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟" شاہل نے میرے ناشتے کی رفتار تسلی بخش دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

میں نے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔ "نہیں اب کوئی پریشانی نہیں ہے۔" "تمہیک ہے تم ناشتہ کر دو" میں ذرا اپنے ایک دو کام نمٹا لوں پھر شوبھا کے پاس چلیں گے۔" شاہل نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے جلدی سے چائے ختم کی اور پیالی رُسے میں رکھنے کے بعد شوبھا کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد شاہل پھر کمرے میں آ گیا۔ اس نے ناشتے کی رُسے اٹھانے کے بعد کہا۔ "میں یہ رکھ آتا ہوں پھر شوبھا کے پاس چلیں گی۔" شاہل کی بات سن کر مجھے جھکا سا لگا۔ میں نے بڑی مشکل سے تھوک لٹکایا۔ اب شوبھا کو زخمی کرنے کا وقت آن پہنچا تھا اور یہ وقت میرے لیے بہت کٹھن تھا۔ شاہل برتن رکھنے کے بعد کمرے میں آ گیا۔

جانا تو پڑے گا۔ اس لئے سوچنا فضول ہے۔

"ٹھیک ہے میں آرام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے مڑ کر دیکھا۔ شاکل ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے لئے حالات عجیبہ سے عجیبہ ہوتے جا رہے ہیں۔ شروع میں جب میں اس پراسرار دنیا میں پھنسا تھا تو مجھے امید تھی کہ میں جلد ہی اپنے گھر چلا آؤں گا لیکن اب تو گھر جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہاں سے بھاگ جانا تقریباً ناممکن تھا۔ جگہ جگہ پراسرار واقعات رونما ہوتے رہتے تھے۔ ایسے میں اگر میں بھاگنے کی کوشش کرتا تو شاکل مجھے کبھی نہ چھوڑے گا اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہوا پکڑا جاتا تو شاکل میرے ساتھ کوئی رعایت نہ کرتا۔ اگر میں اسے اپنے بے گناہی کا یقین نہ دلاتا تو وہ مجھے شوبھا کے ساتھ فرار ہو جانے والے واقعے پر بھی معاف نہیں کرتا۔ اب وہ مجھ پر اصرار کر رہا تھا۔ ایسے میں فرار کی کوشش اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف تھی اور پھر اس نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس نے کسی پراسرار مخلوق کو میری گھرانی پر لگا دیا تھا۔ اب میں نہ تو فرار ہو سکتا تھا اور نہ ہی شاکل کو قتل کرنے کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ ایک ہی صورت تھی کہ میں پہلے شاکل پر پوری طرح اپنا اعتماد بحال کروں اور پھر اس سے کہہ کر کسی طرح اپنی گھرانی پر مامور نگر نہ آنے والی مخلوق سے جان چمکواؤں اور اس کے بعد فرار یا شاکل کے قتل کے بارے میں سوچوں۔ لیکن اس طرح کا طریقہ کار اختیار کرنے میں مجھے بہت تردد لگ سکتا تھا۔ اس دوران شوبھا کے قتل کر دیئے جانے کا اندیشہ بھی تھا اور میں ہر قیمت پر شوبھا کو بچانا چاہتا تھا۔ جبکہ اس کا رویہ بھی میرے لئے پریشان کن تھا۔ وہ زخم کھانے کے باوجود مفاہاتہ رویہ اختیار کرنے کے لیے راضی نہیں تھی۔ اور شوبھا کا سامنی شام اب تک شوبھا کی کسی قسم کی مدد نہیں کر سکا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ شاکل کے سامنے یا تو بے بس اور کمزور ہے یا پھر وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہے لیکن اس کے کمزور ہونے کا زیادہ امکان تھا کیونکہ اگر وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی کارروائی کر چکا ہوتا۔ اسے بھی اس بات کا اندازہ تو ضرور ہو گا کہ شاکل شوبھا کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میں انہی سببوں میں گم تھا کہ باہر کسی کے ہاتھیں کرنے کی آواز آئی۔ میں اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آ گیا اور نہایت احتیاط کے ساتھ باہر دیکھنے لگا۔ باہر شاکل صحن میں دری پر بیٹھا کسی آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ ان دونوں کی پشت میری طرف تھی۔ اس لیے میں اس آدمی کو پہچان نہیں سکا جو شاکل کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے بات کرنے کی آواز بہت مدہم تھی اس لئے میں اندازہ نہیں کر سکا کہ وہ لوگ کیا بات کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ایک آدھ لفظ سمجھ آ جاتا تھا جس سے میں کچھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جب وہ زور دار طریقے سے ہنستے تو ہنسنے کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ میں اپنی بھرپور کوشش کرتا رہا کہ ان کی باتیں میری سمجھ میں آ سکیں لیکن میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تو میں دروازے کی آڑ میں ہو گیا تاکہ اس کی نظر مجھ پر نہ پڑ سکے۔ اس شخص نے کمرے ہونے کے بعد جبکہ شاکل سے ہاتھ ملانا چاہا تو اس کا چہرہ میری طرف ہو گیا اور خوف کی وجہ سے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہا۔

شوبھا میری بات سننے کے بعد دھیرے سے مسکرائی اور بولی۔ "میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں کہ کسی کی طاقت سے مرعوب ہو جاؤں۔ مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں۔ تم اپنا کام کرو۔"

"جب اس نے مرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم اسے نہیں بچا سکتے۔" شاکل نے غصہ ناک لہجے میں مجھ سے کہا۔ "تم اپنا کام کرو۔" شوبھا کی بات سن کر مجھے غصہ آ گیا تھا۔ ایک تو وہ اپنا سارا منسوبہ خاک میں ملا چکی تھی اور دوسرے جب میں اس کے بچاؤ کا راستہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو وہ مجھ سے تعاون پر راضی نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر اب میں نے خنجر چلانے میں تاخیر کی تو یقیناً شاکل ناراض ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے خنجر شوبھا کے بازو میں اتار دیا۔ شوبھا کے منہ سے تکلیف کی وجہ سے سسکی نکل اور اس کا جسم زور سے ہلا لیکن رسیوں سے بندھی ہوئی کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکی۔ میں نے خنجر کھینچ لیا۔ زخم سے خون بہنے لگا تھا۔ میں نے شوبھا سے کہا۔ "یہ تو پہلا زخم ہے۔ سوچو روزانہ ایسے زخم لگیں گے اور ایک روز میں تمہارے دل میں خنجر اتار دوں گا۔" شوبھا نے کچھ نہ کہا اور تکلیف کی وجہ سے اپنا ہچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ اس کی حالت دیکھ کر شاکل نے لہک شکاف قہقہے لگائے پھر بولا۔ "میں نے دنیا میں بہت سے بے وقوف انسان دیکھے ہیں مگر تم سانسیں دیکھا۔" پھر شاکل مجھ سے مخاطب ہوا۔ "لاؤ یہ خنجر مجھے دے دو۔ اس کا کافی خون بہہ رہا ہے۔ لویہ اس پر باندھ دو۔" شاکل نے اپنی جیب سے ایک رومال نکال کر مجھے دے دیا۔ میں نے رومال شوبھا کے بازو پر باندھ دیا اور کسی سدادات منہ اور دھواں دھام کی طرح ایک طرف کھڑا ہو کر شاکل کی طرف دیکھنے لگا۔ "بھوک کئی ہے تمہیں؟" شاکل نے شوبھا سے پوچھا۔ "نہیں۔" شوبھا نے جواب دیا۔

"اب بھوک لگے گی تب بھی تمہیں کھانا نہیں ملے گا۔" شاکل نے غصے سے کہا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ "چلو آؤ اب کل اس کا دوسرا بازو بھی زخمی کرنا ہے۔" شاکل تیز تیز قدموں سے میز صیباں چڑھنے لگا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ میں نے شوبھا کی طرف ایک مرتبہ دیکھا مگر وہ آنکھیں بند کئے لٹی تھی۔

تمہ خانے سے باہر آ کر شاکل نے دروازے پر تالا ڈال دیا اور مجھ سے بولا۔ "یہ بہت بے وقوف لڑکی ہے۔ موت کی سزا سننے کے بعد تو بڑے بڑوں کے ارادے بدل جاتے ہیں لیکن یہ فس سے مس نہیں ہوتی۔"

"تم کوشش جاری رکھو ہو سکتا ہے یہ کسی وقت تمہارا ساتھ دینے پر راضی ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ یہ میرا ساتھ دینے پر راضی ہو جائے لیکن اگر یہ نہ مانی تو پھر موت اس کا مقدر ہوگی۔" شاکل نے غصے سے کہا۔ ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے صحن میں آ گئے۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم چاہو تو اپنے کمرے میں جا کر آرام کر سکتے ہو۔ رات میں تمہیں ایک جگہ بھیجوں گا۔" شاکل نے کہا تو میں سوچنے لگا کہ آخر وہ رات کو مجھے کہاں بھیجے گا۔ پھر میں نے سوچا کہ وہ جہاں بھی بھیجے

وہ میرے لئے بھی مصیبت بن سکتا ہے۔ اسی طرح شاما کا خلو ہے، وہ تم پر قبضہ کرنے کے لیے پراسرار قلوب کو مار سکتا ہے۔

”مجھ پر قبضہ کرنے کے لیے؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔ شاما کی بات مجھے سمجھ نہیں آئی تھی۔

”ہاں اس کا یقینا یہی خیال ہو گا کہ واصل تم اس کا شکار ہو جسے میں نے اس کے قلعے سے آزاد کر دیا ہے۔“ شاما نے بتایا۔

”تو کیا میں اب بھی اس کے لیے اہم ہوں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں واصل وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ جب سے تم میرے پاس آئے ہو وہ مجھ سے پاگل ہو رہا ہو گا کیونکہ انسانوں کو گھبر کر انہیں مختلف شکل کی باتیں بتا لیتا اس کا کام ہے جبکہ میں ایسا نہیں کرتا۔ میرے پاس جتنی باتیں وغیرہ ہیں وہ یا تو پہلے سے بدرو میں وغیرہ جیسے یا پھر میں نے انہیں شاما سے جنگ کرنے کے بعد حاصل کیا ہے۔ شاما اب بھی جیسے مجھ سے حاصل کرنا چاہتا ہو گا۔ کیونکہ اس طرح اسے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو اسے اپنی فوج میں شامل کرنے کے لیے ایک اور بلا مل جائے گی اور دوسرے جیسے حاصل کرنے کے بعد وہ مجھے نچا دکھائے گا۔“ شاما نے خوفناک لہجے میں کہا۔

”کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ میں کچھ زیادہ عرصے گھر پر رہ سکوں؟“ میں نے کچھ باہمی کے ساتھ پوچھا۔

”ہاں!..... ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے جیسے میرا بااھو اور خاص آدمی بنا پڑے گا اور بااھو بننے کے لیے جیسے اپنی وفاداری کے ثبوت دینے ہوں گے۔“ شاما نے کہا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات تو طے تھی کہ اب میں شاما کے ہاتھوں میں بری طرح پھنس چکا تھا لیکن میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ کیا واقعی شاما جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سچ تھا کیونکہ شوبا اس کے بارے میں مجھے کچھ اور حقائق بتا چکی تھی۔

”کس سوچ میں پڑ گئے؟ جاؤ ابھی تو نماز بعد میں سوچتے رہنا۔“ شاما مسکرا کر بولا۔ میں اس کی بات پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا اور پھر غسل خانے کی طرف چل دیا۔ کچھ دیر بعد غسل سے فارغ ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

”دیکھو میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ پوری جگہ میں کھانے کے لیے بہت کچھ ہے۔ بھوک لگے تو تم کھا لیتا اور آرام بھی کر لیتا کیونکہ رات میں جیسے جانا بھی ہے۔“ شاما نے بتایا۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے کہاں بھیجتا چاہتے ہو؟“ میں نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے شاما سے پوچھا تاکہ اسے میرا سوال ناگوار نہ گزرے۔

”میں یوں سمجھ لو کہ اپنی وفاداری اور اھو کا ثبوت دینے کے لیے جانا ہو گا۔“ شاما نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

”پھر تو میں ضرور وہ کام پورا کروں گا جس کے لیے تم مجھے بھیجو گے۔“ میں نے خوشامد انداز میں کہا۔ شاما مسکراتا ہوا باہر چلا گیا اور میں بستر پر بیٹھ کر ایک بار پھر سوچنے لگا کہ آخر شاما مجھے کہاں

کیونکہ وہ کوئی انسان نہیں تھا۔ وہ ایک خوفناک بلا تھی۔ اس کے بہت ناک نعرے کسی کمزور دل شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے لیے کافی تھے۔ اس نے شاما سے ہاتھ دیا اور نعرے بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں وہاں آکر بستر پر لیٹ گیا میں نے سوچا کہ مجھے حمل کر لینا چاہئے تاکہ تازہ دم ہو سکوں اور میل پکیل سے بھی نہلت مل جائے۔ میں نے اٹھ کر کمرے کے دروازے سے باہر دیکھا۔ شاما اکیلا ہی صحن میں بیٹھا تھا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا اور شاما کے قریب پہنچ گیا۔

”ہاں یہی کیا ہوا آرام نہیں کر رہے؟“ شاما نے مجھ سے پوچھا۔

”میں نے سوچا کہ پہلے نالوں۔“ میں نے اسے بتایا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں نماز کھاؤ جو صبح کرو لیکن یاد رکھنا مجھ سے غداری کے حلق بھی نہیں سوچنا۔“ شاما نے سنی خیز انداز میں مسکرا کر مجھ سے کہا۔

”جیسے یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہئے کہ میں تم سے غداری مدوں گا۔ اس لئے کہ کم از کم اس لڑکی سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور پھر اگر میں اس کے لیے تم سے غداری کروں گا تو یہ میری بے وقوفی ہوگی کیونکہ وہ جو اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتی وہ میرے لئے کیا کرے گی اور پھر مجھے تمہاری طاقت کا اندازہ ہے اس لئے تم سے غداری کر کے خواہ مخواہ اپنی موت کو دعوت نہیں دینا چاہتا لیکن ایک در خواست ہے تم سے۔“ میں نے سلیقانہ انداز میں کہا۔

”کیا؟“ شاما نے مسکرا کر پوچھا۔ شاید وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوا تھا۔

”وہ یہ کہ یا تو مجھے کسی طرح میرے گھر پہنچا دو یا پھر کم از کم اتنا ہمدوست تو کرو کہ میں اپنے گھر مل کر واپس آ جاؤں۔“ میں نے کہا۔

”تم گھر نہ کرو۔ میری پہلے بھی خواہش تھی کہ میں جیسے تمہارے گھر پہنچا دوں لیکن شاما کے خطرے کی وجہ سے میں جیسے گھر نہیں بھیج سکا تھا۔ اب میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں جلد ہی جیسے تمہارے گھر پہنچا دوں گا لیکن ایک بات میں جیسے صاف بتا دوں۔“ شاما اٹھا کہہ کر خاموش ہو گیا اور گہری نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

”وہ کیا بات ہے؟“ میں نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔

”وہ یہ کہ اب تم میرے بارے میں اتنا کچھ جان چکے ہو کہ تم کسی کو بھی میرے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو اور میں سے مستقل چلے جانے کی صورت میں میرے لئے تمہاری طرف سے خطرات کا سامنا ہو سکتا ہے اس لئے میں خود تمہارے ساتھ تمہارے گھر جاؤں گا اور جیسے اپنے ساتھ واپس لے آؤں گا۔ وہاں بھی نظروں آنے والی قلوب تمہاری گھرائی کرے گی تاکہ تم کسی سے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہہ سکو۔“ شاما نے کہا۔

میں کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ ”مگر نظروں آنے والی قلوب میری گھرائی کر رہی ہوگی تو پھر جیسے میرے ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے؟“

”اس کی کوئی وجوہات ہیں مثلاً وہاں شہر میں کوئی عامل جیسے دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ تمہاری گھرائی پر کوئی پراسرار قلوب ہے اور اگر وہ عامل طاقتور ہو تو پراسرار قلوب کو ختم کر سکتا ہے۔ اس طرح

اس صندوق نہ بچاں ہے۔۔۔ وہ بالکل سیاہ ہے اور اس کے اندر کے حصے پر دو انسانی ڈھانچے اور ایک خوفناک ہلاکی تصویر کھدی ہوں ہے۔ وہ صندوق زیادہ بڑا نہیں ہے اور تم آسانی سے اسے اٹھا کر لے سکتے ہو۔ ویسے تو اس پر تالے لگے ہوں گے لیکن یاد رکھو کہ اگر ان وجہ سے صندوق کے تالے کھلے ہوں تو اس پر تالے لگائیں تو صندوق دھوئے نہ کوشش نہ کرتا۔

"اور اگر وہ صندوق پہلے سے کھلا ہوا ہو۔۔۔ میں نے خدشہ ظاہر کیا۔"

"ایسا ممکن نہیں ہے۔ ویسے پھر بھی ا۔۔۔ کھلا ہوا ہے تو اس وقت یقیناً اس میں کچھ نہیں ہوگا۔ اس لئے تم خانہ صندوق ہی لے آنا لیکن نہ۔۔۔ اس صورت حال کی بات کر رہا ہوں جب تمہیں صرف تالے کھلے ہوتے ہیں تب تم صندوق نہ لے سکتے۔ ویسے تو تالے بند ہی ملیں گے۔ خیر تالے یا صندوق کھلے ہوتا تو بعد نہ بات ہے پتہ نہ ہے۔ یہ مسئلہ ہے اس صندوق تک پہنچنا۔ سب سے پہلے تو وہاں موجود ہلائیں اور دیگر حفاظت۔۔۔ اس لئے نہ بھڑک کر کوشش کریں گے جن سے غصے کے لیے تمہیں اپنی دفاعی صلاحیتوں کو کام میں لےنا۔۔۔ اپنے ساتھیوں کو استعمال کرنا ہے۔ تمہارے چاروں ساتھی بہت طاقتور ہیں اس لئے ان کو صحیح طریقہ پر چاہئے استعمال کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر تم انہیں طریقہ سے استعمال نہ کر سکتے اور وہ ضائع ہو گئے تو تمہارے بچنے کے امکانات بھی زیادہ نہیں ہوں گے۔"

شاکال تفصیل بیانے کے بعد خاموش ہو گیا اور ٹٹولنے والی ٹنگاؤں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں شاکال نے باتوں پر غور کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے بڑے صحیح امتحان میں ڈالا تھا۔ پتہ ان سب مجھ سے شہباز کو زخمی کروا کر مجھے آزمایا تھا اور اب ایک اور کڑی آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

"کیا تم خوفزدہ ہو؟" شاکال نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔  
 "نہیں میں سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ کارروائی دن میں نہیں ہو سکتی؟"  
 "نہیں صرف آج رات کے لیے صندوق وہاں پہنچایا گیا ہے۔ صبح سے پہلے پہلے اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا اور پھر وہاں تمہیں نہیں ہوگا۔" شاکال نے بتایا۔  
 "مجھے کس طرح کارروائی کرنی چاہئے؟" میں نے اس سے پوچھا۔  
 "کارروائی کرنے کا صحیح اندازہ تو تمہیں وہیں پہنچ کر ہوگا۔ فی الحال تم یہ دیکھو کہ تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی یا تم مزید آرام تو نہیں کرنا چاہتے۔" شاکال نے کہا۔  
 "آرام تو میں نے کافی کر لیا ہے لیکن مجھے بھوک ضرور لگ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ واقعی مجھے کچھ بھوک محسوس ہو رہی تھی۔

"تم چاہو تو باورچی خانے میں جا کر کھانا کھا لو یا پھر بیس۔۔۔ بلکہ تم بیٹھو میں تمہیں لاؤں گا۔" شاکال نے کہا اور اٹھنے لگا۔

"نہیں تم رہنے دو۔ میں باورچی خانے میں ہی کھانوں گا۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شاکال بھی میرے ساتھ ہی کمرے سے باہر آگیا۔ میں باورچی خانے کی طرف جانے لگا تو شاکال سب سے آخری کمرے میں چلا گیا۔ یہ کمرہ بھی شاکال اکثر اپنے استعمال میں رکھتا تھا اور اس کی غیر موجودگی میں

بھیجا چاہتا ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد بھی میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا اس لئے میں نے اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا اور آرام سے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے بھوک کا احساس ہوا تو میں باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ میں۔۔۔ صحن میں دیکھا شاکال وہاں نہیں تھا۔ میں نے ترے خانے والے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اس میں دیکھا۔ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اندر جا کر ترے خانے کے دروازے کا جائزہ لی کو شش لروں کہ اسے کس طرح کھولا جاسکتا ہے اور اگر اسے کھولے جانے کی کوئی صورت ہو تو شہباز کو آزاد کر دیا جائے لیکن پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ نظر نہ آنے والی حقوق میری مگرانی پر مشتمل ہے اور کسی بھی قسم کی غلط حرکت پر وہ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ میں نے کمرے کے اندر جا کر دروازہ ترک کر دیا اور باورچی خانے میں آگیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں گیا۔ مجھے کچھ نیند آ رہی تھی۔ لیٹنے کے کچھ دیر بعد میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

"انٹو بھئی شام ہو گئی ہے۔" میرے کانوں میں شاکال کی آواز گونجی تو میں جلدی سے اٹھ گیا۔ "نم کب آئے؟" میں نے آنکھیں ملنے ہوئے شاکال سے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی آیا ہوں۔ تم نے کھانا وغیرہ تو کھالیا تھا نا؟" شاکال نے پوچھا۔  
 "ہاں کھالیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں تمہیں روانہ کر دوں گا۔ اس دوران اگر تم مزید کھانا چاہو تو نوکیلو کہ جس کام پر میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔ وہاں تمہیں دیر بھی ہو سکتی ہے۔" شاکال نے بتایا۔

"ابھی تو بھوک نہیں ہے مجھے۔" میں نے اسے بتایا۔  
 "خیر اٹھ کر چلو پھر دو۔" شاکال نے مسکرا کر فرمایا۔

"کیا تم اب مجھے بتا سکتے ہو کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر سکوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شاکال نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا پھر یکدم اس کے چہرے پر بے بسی کی چھائی۔ وہ بولا۔ "میں تمہیں ایسی جگہ بھیج رہا ہوں جہاں بہت بہت اور احتیاط سے کام لینا ہے۔ ذرا سی غلطی سے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے ساتھ مددگاروں کو بھی بھیجوں گا لیکن تمام تر کارروائی کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ تم ان مددگاروں سے جو ضرورت کام لے سکتے ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ تمہارے حکم کے بعد ہی وہ کچھ کر سکیں گے۔ اس حالات کے مطابق کچھ کرنا یا نہ کرنا صرف تمہارے اختیار میں ہوگا۔ اب میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں کہ تمہیں کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے۔ میں تمہارے ساتھ جن چار مددگاروں کو بھیج رہا ہوں وہ انہیں نہیں ہیں مگر ان کی جسامت اور بول چال انسانوں جیسی ہے۔"

شاکال کی بات سن کر مجھے دن میں شاکال سے ملاقات کرنے والی نرا سر اور ہیبت ناک حقوق آگئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بلا یقیناً شاکال سے اس سلسلے میں بات چیت کر رہی تھی اور انہوں نے اس کی جانے والی کارروائی کے بارے میں بات چیت کی ہوگی۔ شاکال اپنی بات آگے بڑھاتا ہوا بولا۔ "ان چاروں کو معلوم ہے کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ وہ تمہیں ایک پرانی حویلی میں لے جائیں گے۔"



”تم جاؤ۔۔۔ اپنے کمرے میں بیٹھو۔ میں تمہارے مددگاروں کو لے کر آتا ہوں۔“ اس نے کمد میں اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا وہ گھر کے باہر سے مددگاروں کو لے کر آئے گا یا بیس کسی کمرے سے انہیں نکالے گا کیونکہ دن میں جو بلا اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اسے میں نے گھر سے باہر جانے دیکھا تھا۔ یہی کچھ سوچتا ہوا میں کمرے میں آگیا اور آرام سے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں چاہتا تو کمرے کے دروازے کے پیچھے چھپ کر شال کو دیکھ سکتا تھا لیکن اب میں اپنی کسی حرکت سے اسے کسی قسم کے شک میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا البتہ میں نے اپنے کان پوری طرح باہر ہونے والی آہٹوں پر لگا رکھے تھے۔ ان آہٹوں سے تو یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ شال بیس کسی کمرے سے میری مددگار خوفناک بلاؤں کو نکال رہا تھا۔

کچھ دیر تک مجھے مختلف آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر شال میرے پاس آکر بولا۔ ”چلو بھی اب تم روانہ ہو جاؤ اور ایک بات یاد رکھو کسی بھی مرحلے پر گھبراتا نہیں کیونکہ اگر تم حوصلے اور ہمت سے کام لو گے تو مجھے یقین ہے کہ اپنے مقصد میں کامیاب رہو گے۔“

”تم فکر نہ کرو میں ضرور اپنے مقصد میں کامیاب رہوں گا۔“ میں نے پُر عزم لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد میں اور شال کمرے سے باہر آگئے۔ باہر آکر میں نے دیکھا کہ چار انسان نما بلائیں برآمدے میں کھڑی ہیں۔ ان میں سے ایک وہی تھی جسے میں نے دن میں شال سے باتیں کرتے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب میں سو رہا تھا یا نسا رہا تھا اس وقت یہ بلا واپس آگئی تھی یا یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ابھی باہر سے آئی ہو۔ رات کے سناٹے اور ہیبت ناک ماحول میں چاروں اور زیادہ خوفناک لگ رہی تھیں۔ میں نے دن میں اتنی نزدیک سے بلا کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب نزدیک سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ اس کا چہرہ بالکل ایسی کمال سے بنا ہوا تھا جیسے کوئی انسان آگ میں بہت حد تک جل چکا ہو اور اس کے چہرے پر جگہ جگہ جلا ہوا گوشت موجود ہو۔ اس بلا کی آنکھیں بالکل دو سرخ انگاروں کی طرح دھبے کی طرح تھیں۔ اس کے منہ سے کئی بڑے بڑے دانت باہر کو آ رہے تھے اور کسی خوشنور کتے کی طرح اس کی زبان منہ سے باہر نکل رہی تھی جبکہ اس کے کان بہت بڑے بڑے اور بالکل سیاہ تھے۔ سر پر موجود بال بالکل کانٹوں جیسے تھے۔ باقی بلائیں بھی اس سے ملتی جلتی تھیں۔ ان سب نے انسانوں کی طرح کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان کے ہاتھ مرغی کے پنجوں سے مشابہ تھے جبکہ پیر انسانی ڈھانچوں کے پیروں جیسے تھے۔

”بس اب تم سب جاؤ۔“ شال نے تحکمانہ انداز میں کہا تو وہ بلائیں چل پڑیں۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ باقی دو میرے پیچھے چل پڑیں۔ وہ چاروں بلائیں گھر کے بیرونی دروازے سے باہر آنے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف چل دیں۔ میں بھی ان کے پیچھے تھا۔ وہ چاروں خاموشی سے چل رہی تھیں۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ ”میں کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے چاروں بلاؤں سے کہا۔ میں واقعی بہت تھک چکا تھا۔ اب تک ہم کئی پہاڑوں کو عبور کر چکے تھے اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ہمیں مزید کتنی دیر چلنا ہے۔ میری آوازیں سن کر وہ چاروں بلائیں میرے نزدیک آگئیں۔ میں ان کی اس حرکت سے کچھ خوفزدہ ہو گیا کیونکہ اس طرح ان چاروں کا اپنے قریب آ جانا میری سمجھ سے باہر تھا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں کیا کروں وہ چاروں بلائیں میرے قریب بیٹھ

چند دوسرے کمروں کی طرح اس کمرے کے دروازے پر بھی بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔ میں آج تک اس کے ذریعہ استعمال کمروں کے اندر نہیں جاسکا تھا اور مجھے انہیں اندر سے دیکھنے کی شدید خواہش تھی۔ میں باورچی خانے میں آکر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ مجھے ہر حال میں آج شال کا بتایا ہوا صندوق حاصل کرنا ہے اور اپنے ساتھ جانے والے مددگاروں کو صحیح استعمال کرنا ہے ورنہ شال کے کہنے کے مطابق ذرا سی غلطی سے کچھ بھی ہو سکتا تھا اور اگر میرے چاروں مددگار مارے جاتے تو میرے زندہ رہنے کے امکانات کم بھی تھے۔ اس لئے میں ابھی سے کارروائی کرنے کے لیے کوئی اچھی حکمت عملی ترتیب دینے کی کوشش کر رہا تھا حالانکہ شال مجھے یہ بھی بتا چکا تھا کہ میں صحیح کارروائی وہیں جا کر حالات کے مطابق ہی کر سکوں گا لیکن پھر بھی میں ابھی سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنے آج کے منصوبے کو یقینی کامیابی سے منسلک کرنا چاہتا تھا۔ میں کھانے سے فارغ ہو کر باورچی خانے سے باہر آگیا۔

اندھیرا پوری طرح پھیل چکا تھا۔ دور کہیں سے گینڈر کے رونے کی آواز آرہی تھی جو اس اندھیری رات کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔ میں برآمدے میں کھڑا ماحول کا جائزہ لے رہا تھا کہ شال بھی اپنے کمرے سے باہر آگیا۔

”ہاں ابھی کھانا کھا لیا تم نے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں کھا لیا۔“ میں نے جواب دیا۔ وہ میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر ماحول کا جائزہ لینے کے بعد وہ بولا۔ ”بس اب تم جانے کی تیاری کر لو میرا مطلب ہے کپڑے وغیرہ اور جو کچھ بھی جنہیں لے جانا ہے وہ ایک جگہ باندھ لو۔“

”مجھے ایک ہلکا سا کپڑا یا موٹی چادر مل جائے تو بہتر رہے گا۔“ میں نے شال سے کہا۔

”اچھا تم بیس رگوں میں لا کر دیتا ہوں۔“ اس نے کہا اور واپس اسی کمرے میں چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک موٹی چادر تھی اس نے قریب آکر چادر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ ”لو یہ دیکھو ٹھیک رہے گی؟“

میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لینے کے بعد اس کا جائزہ لیا اور مطمئن ہونے کے بعد بولا۔ ”ہاں بالکل ٹھیک ہے۔“ پھر چادر اپنے اوپر لپیٹنے کے بعد میں نے کہا۔ ”کیا تم وہاں کے لیے مجھے کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں دو گے؟“ وہ میری بات پر دیر سے مسکرا کر بولا۔ ”ہماری پراسرار دنیا میں اسلحہ وغیرہ نہیں چلتا یہاں بدروحوں اور بلاؤں کی جنگ ہوتی ہے اور بدروحوں اور بلاؤں وغیرہ پر اسلحے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں تمہیں ایک نارنج بھی دینا چاہتا ہوں لیکن افسوس کہ ابھی مجھے پتہ چلا کہ وہ خراب ہو گئی ہے۔ اب جسے اندھیرے میں ہی اپنی کارروائی کرنی ہوگی۔ میری مجبوری ہے کہ میں جسے چار سے زیادہ مددگار نہیں دے سکتا کیونکہ باقی ساتھیوں کو لے کر مجھے خود بھی آج ایک کارروائی کے لیے جانا ہے۔“

”مجھے اب روانہ ہونا ہے؟“ میں نے آسمان پر پھیلے اندھیروں کی طرف دیکھتے ہوئے شال سے

گئیں۔ ان چاروں کی پشت میری طرف تھی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ صحیح طور پر میری حفاظت کر رہی ہیں۔ میں زمین پر چادر بچھا کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ شاکال کو مجھے بتا دینا چاہیے تھا کہ سفر کافی طویل ہوگا۔ میں بہت دیر تک آرام کرتا رہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”چلو اب چلتے ہیں۔“ میری بات سن کر چاروں بلائیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ میں نے چادر اپنے جسم پر لپیٹی اور چلتے لگا۔ بلائیں بھی چل پڑیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد بلائیں مجھے لے کر ایک حویلی کے پاس پہنچ گئیں۔ رات بہت گرمی ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اندھیرے میں کافی دیر رہنے کی وجہ سے اب مجھے کچھ دور تک ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا تھا۔ میں نے حویلی کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ بہت پرانی ہے اور اب اس کے کئی حصے نوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ میرے آگے چلتے والی دونوں بلائیں رک جکی تھیں۔ ان کی وجہ سے میں بھی رک گیا تھا اور میرے پیچھے موجود بلائیں بھی رکی ہوئی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ سب میرے حکم کی منتظر ہیں۔ میں نے اپنے سامنے موجود دو بلاؤں سے کہا۔

”تم یہیں رکو میں دیکھتا ہوں۔“ پھر میں ان دونوں کے درمیانی فاصلے سے گزر کر حویلی کے بیرونی دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بہت بڑا تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کے ایک ہنٹ کو دھکا دیا تو وہ چرچاہٹ کے ساتھ کھلنے لگا۔ میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اندر جھانک کر دیکھا۔ اندر بالکل اندھیرا تھا۔ میں واپس بلاؤں کے قریب آگیا اور بولا۔ ”تم سب میرے پیچھے آؤ۔“

میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ حویلی کے اندر قدم رکھ دیا لیکن جو نئی میرا رخ حویلی کی زمین پر پڑا ایک ہسیانک جیج سنائی دی۔ میں نے اپنا رخ واپس حویلی سے باہر نکال لیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ جیج حویلی کے کس حصے سے سنائی دی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آیا تو میں نے دوبارہ قدم اندر رکھ دیا۔ ایک بار پھر وہی خوفناک جیج سنائی دی۔ اس مرتبہ میں نے قدم واپس باہر نہیں نکالا بلکہ دوسرا رخ بھی اندر رکھ دیا۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ کاش شاکال کی نارج ٹھیک ہوتی اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں شاکال نے مجھے صرف اس لئے تو یہاں نہیں بھیجا کہ میں موت کے منہ میں چلا جاؤں اور اس نے نارج ٹھیک نہ ہونے کا بہانہ بنایا ہو لیکن اگر وہ مجھے مارنا ہی چاہتا تو وہیں مار دیتا۔ اتنی دور بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ یہاں بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ میں وہ صندوق حاصل کر کے اس تک پہنچاؤں۔ میں نے اپنے ساتھ بلاؤں سے پوچھا۔ ”کیا نزدیک کوئی دشمن موجود ہے؟“ ایک بلا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”کیا تم اسے ختم کر سکتے ہو؟“ چاروں بلاؤں نے زور زور سے سر ہلایا اور خوفناک آوازیں نکالیں۔ وہ چاروں اپنے دشمن کو ختم کرنے کے لیے تیار تھیں۔ میں نے سوچا کہ نہ جانے آگے اور کتنی بلاؤں وغیرہ سے واسطہ پڑے؟ اسی لئے اپنی مددگار صرف ایک بلا کو دشمن کے خاتمے کے لیے بھیجا جائے۔

”تم میں سے ایک جا کر اسے ختم کرے۔“ میں نے کہا تو ایک بلا حویلی کے اندر کی طرف چلتے لگی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا سیدھے ہاتھ کی طرف سے دوسرا لٹاؤ میری بھیجی ہوئی بلا کی طرف بڑے۔ ان لٹاؤں کی روشتی ہوئی روشنی میں میں نے ایک خوفناک چہرہ دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بھی کوئی خونخوار بلا ہے۔ کچھ دیر تک لڑائی کی آوازیں آتی رہیں اور ان کی آنکھیں دیکھ کر مجھے پتہ چلا رہا کہ وہ ایک دوسرے سے متعمم تھیں۔ کچھ دیر بعد لڑائی ختم ہو گئی اور میری بھیجی ہوئی بلا واپس آکر

اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ میں بڑی احتیاط کے ساتھ حویلی کے اندر کی جانب بڑھا۔ بلائیں بھی میرے ساتھ تھیں۔ ابھی میں چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ اچانک بہت سی خوفناک آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں اپنے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر آنے والی آوازوں میں خوفناک گیدڑوں کے رونے کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ اس ہاس کوئی نہیں تھا لیکن شور بہت زیادہ تھا۔ آہستہ آہستہ شور بڑھتا شروع ہو گیا۔ میں کچھ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ شور میں بھی کسی آگئی۔ میں واپس حویلی کے بیرونی دروازے پر آگیا تو شور بالکل ختم ہو گیا۔ اس شور کو سن کر مجھے اندازہ ہوا کہ اندر تو بہت زیادہ بلائیں وغیرہ ہوں گی جبکہ میرے ساتھ صرف چار بلائیں تھیں لیکن مجھے شاکال کی بات یاد آ رہی تھی کہ میرے ساتھ موجود بلائیں بہت طاقتور ہیں اور اگر میں انہیں صحیح استعمال کروں تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں نے ایک سے پوچھا۔

”کیا تم اس حویلی میں موجود تمام بلاؤں کو ختم کر سکتی ہو؟“ اس بلا نے نفی میں سر ہلایا پھر میں نے ان چاروں سے پوچھا۔ ”کیا تم چاروں ان سب کو ختم کر سکتی ہو؟“ ان چاروں نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے مددگار حویلی میں موجود تمام بلاؤں کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے ان سب کو صحیح وقت اور صحیح جگہ پر استعمال کرنا ہے۔ ورنہ ان چاروں کے مارے جانے کا خطرہ ہے اور ان کی موت کے بعد میری موت کے امکانات روشن تھے۔ میں کچھ دیر سوچا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے پھر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے آہستہ آہستہ حویلی کے اندر پیش قدمی کرنی چاہئے۔ میں ایک ایک قدم احتیاط سے اٹھاتا ہوا حویلی کے اندر کی طرف بڑھتا۔ اسی مقام پر پہنچ گیا جہاں پہلے خوفناک آوازیں اور چیخیں وغیرہ سنائی دینے لگیں تھیں۔ اس مرتبہ میں پیچھے نہیں ہٹا بلکہ چند قدم آگے بڑھ گیا۔ مجھے سنائی دینے والا شور اور زیادہ بڑھ گیا اچانک دور سے چند انگارے مجھے اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میری طرف بڑھنے والے انگارے دراصل بلاؤں کی آنکھیں ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر میں یہیں کھڑا رہا تو وہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو مار سکتی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جو نئی بلائیں نزدیک آئیں گی اپنے ساتھیوں کو لے کر حویلی سے باہر چلا جاؤں گا اگر بلائیں باہر آئیں تو ان پر حملہ کر دیں گے اور اگر واپس چلی گئیں تو پھر دوبارہ حویلی کے اندر جا کر کوئی اور حکمت عملی اختیار کروں گا۔ حویلی سے باہر بلاؤں کو اس لیے بلانا چاہتا تھا کہ وہاں دور تک بھاگنے کا موقع مل سکتا تھا اور میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ وہ سکتا ہے حویلی سے باہر کچھ بلائیں آئیں اور اگر ہم اندر رہ کر لڑیں تو ہو سکتا ہے حویلی میں موجود ساری بلائیں ہم پر ٹوٹ پڑیں۔

سامنے سے آنے والی بلائیں جو نئی میرے قریب پہنچیں میں نے اپنے ساتھیوں کو دوڑنے کا کہا اور خود بھی دوڑنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد میں اور میرے ساتھی حویلی سے باہر تھے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ حملہ آور بلائیں حویلی سے باہر آ رہی تھیں۔ میں رکا نہیں بلکہ دوڑتا رہا۔ میرے ساتھی بھی میرے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کئی بلائیں ہمارے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ میں نے دوڑتے ہوئے ان بلاؤں کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ ان کی تعداد اس کے لگ بھگ تھی۔ میں نے دوڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ ”کیا تم چاروں ان کو مار سکتی ہو؟“ میرے

کسی نے میری دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور کوئی مجھے نہایت برقی رفتاری سے حویلی کے اندر کی طرف لے گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا وہ کچھ بلاؤں وغیرہ سے لڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ مجھے ایک خوفناک بلا نے پکڑ رکھا ہے۔ وہ بلا نہایت تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ بلا مجھے ایک کمرے میں لے آئی اور پھر اچانک اس نے ایک تہ خانے کا دروازہ کھولا اور مجھے تہ خانے میں پھینکا جہاں لیکن میں نے فوراً اس بلا کی ٹانگیں پکڑ لیں اور نہایت برقی رفتاری سے تہ خانے سے نکل کر کمرے کے فرش پر آ گیا۔ اس بلا نے ایک خوفناک آواز نکالی اور مجھے پکڑنا چاہا۔ میں نے اسے جھکا دی اور اس کی ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر کمرے کے دروازے کی طرف دوڑا۔ ابھی میں دروازے سے کچھ دور تھا کہ اس بلا نے مجھے پھر پکڑ لیا اس مرتبہ اس نے مجھے تہ خانے میں ڈالنے میں تیزی کا مظاہرہ نہیں کیا اور بڑے آرام سے مجھے تہ خانے کے اندر پھینک کر تہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔ میں تہ خانے کے تخت فرش پر گر آ تو تکلیف سے بلبلاتا ہوا۔

تہ خانے میں بہت گمراہ اندھا تھا۔ اس لئے مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک سارا ماحول روشن ہو گیا۔ میں حیرت سے اندر اور دیکھنے لگا کہ آخر یہ روشنی کہاں سے آنے لگی ہے۔ مجھے پتہ چلا کہ تہ خانے کی پوری چھت روشن ہو گئی تھی۔ وہاں کوئی بلب یا کوئی چیز نہیں جل رہی تھی بلکہ چھت سے روشنی آ رہی تھی۔ ابھی میں چھت کو دیکھ رہا تھا کہ تہ خانے کی ایک دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور چار نہایت ہی خوفناک اور بد صورت شکل کی بلائیں میری طرف بڑھیں۔ خوف کی وجہ سے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ چاروں غرائی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان کا جسم انسانوں کی طرح تھا لیکن چہرے بن بائیں سے مشابہ تھے۔ ان کے چہروں کی جلد کئی جگہ سے جلی ہوئی لگ رہی تھی۔ ان کے ہاتھ انسانی اعضاء کے ہاتھوں جیسے تھے اور پیر بالکل جیل کے بچوں جیسے تھے۔ وہ بلائیں جوں جوں میری طرف بڑھ رہی تھیں مجھے اپنی موت یقینی ہوتی نظر آ رہی تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں ان بلاؤں نے مجھے پکڑ لیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اب چند ہی لمحوں بعد وہ چاروں میرا جسم ٹوچ ٹوچ کر کھائے لگیں گی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے دھکیلتی ہوئی اسی دروازے کی طرف لے چلیں جہاں سے وہ آئی تھیں۔

میں سوچنے لگا کہ آخر وہ بلائیں اب مجھے کہاں لے کر جا رہی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ دروازے سے گزر کر ایک دوسرے تہ خانے میں داخل ہو گئیں۔ اندر ایک حیرت ناک منظر دیکھنے میں آیا۔ پورا تہ خانہ مختلف آرائشی چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ بڑے خوبصورت قالین فرش پر بچے ہوئے تھے اور یہاں بھی چھت سے روشنی آ رہی تھی۔ سامنے ایک تخت لگا ہوا تھا۔ اس تخت پر ایک بڑی خوبصورت کرسی پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے نہایت خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے پرانے دور کے بادشاہوں کا خیال آنے لگا۔ اس نے گلے میں چھوٹی چھوٹی انسانی کھوپڑیوں کا ہار پہن رکھا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں دو کرسیاں اور تھیں جن پر ایک عورت اور ایک جوان لڑکی بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں بہت ہی حسین تھیں۔ انہوں نے بھی اعلیٰ قسم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے گلوں میں بھی انسانی کھوپڑیوں کے ہار تھے۔ ان کے تخت کے ساتھ دونوں طرف کچھ

چاروں ساتھیوں نے دوڑتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ "مار ڈالو ان کو۔" میں نے فوراً کہا۔ میری ساتھی بلائیں اچانک رک گئیں۔ میں بھی کچھ دور جانے کے بعد رک گیا۔ میری ساتھی بلائیں آنے والی بلاؤں سے لڑائی میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ ہی دیر بعد میرے ساتھیوں نے حملہ آور بلاؤں کو ختم کر ڈالا۔ دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس بے ترتیب ہو چکا تھا۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا رہا اپنا سانس درست کرتا رہا۔ جب میری حالت ٹھیک ہو گئی تو میں نے اپنے ساتھیوں کو چلنے کے لئے کہا۔ وہ چاروں میرے ساتھ چل پڑے۔ امارا رخ حویلی کی طرف تھا۔ کچھ دیر بعد ہم سب ایک بار پھر حویلی کے بیرونی دروازے کے باہر موجود تھے۔ کئی خدشات میرے ذہن میں سر ابھار رہے تھے۔ کہیں ہمیں حویلی کے اندر ہی قابو نہ کر لیا جائے یا حویلی سے باہر ہمارے تعاقب میں آنے والی بلاؤں وغیرہ کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہو کہ ہم باہر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکیں اور یا پھر دشمن صندوق کو لے کر حویلی کے کسی دوسرے حصے سے باہر نہ چلے جائیں۔ میں نے تمام خدشات کو اپنے ذہن سے نکالا اور سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے حویلی کے بیرونی دروازے سے حویلی کے اندر جھانکا اور قدم اندر رکھ دیا۔ خوفناک پیچ ایک مرتبہ پھر سنائی دی۔ اس پیچ کے بعد حویلی کے کافی اندر تک جانے میں مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے میں آگے بڑھنے لگا۔ جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا۔ خوفناک چیخوں اور آوازوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا جنہیں سن کر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ابھی حویلی میں بہت سی بلائیں موجود ہیں۔ میں اس جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں پہلے مجھے بلائیں اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دی تھیں۔ میرے ساتھی رک گئے۔ میں اپنے آس پاس کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ میں کافی دیر تک وہیں کھڑا رہا لیکن اس مرتبہ حویلی کی بلاؤں نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ میں نے کچھ اور آگے جانے کا فیصلہ کیا اور دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھانے لگا۔ چیخوں اور خوفناک آوازوں کا شور مزید بڑھنے لگا۔ "تم میں سے دو میرے دائیں بائیں آ جاؤ۔" میں نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میرے دو ساتھی میرے دائیں بائیں آ گئے۔ انہیں میں نے احتیاطاً اپنے قریب کر لیا تھا تاکہ اچانک کوئی بلا وغیرہ مجھ پر حملہ نہ کر سکے۔ "اگر کوئی حملہ کرے تو فوراً اسے ختم کر دیتا۔" میں نے اپنے دائیں بائیں موجود ساتھی بلاؤں سے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ابھی ہم کچھ ہی آگے گئے تھے کہ مجھے اپنے دائیں طرف ایسی آوازیں محسوس ہوئیں جیسے کوئی ہماری طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہو اور پھر میرے دائیں طرف موجود ساتھی نے ایک خوفناک آواز نکالی "دو ٹکڑیوں کے آپس میں ٹکرائے جیسی آواز آتی اور میری ساتھی بلا کسی سے لڑ پڑی لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے دیکھا تو قریب ہی اندھیرے میں مجھے کوئی بڑی سی چیز زمین پر پڑی نظر آئی۔ ہم سب ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے۔ خوفناک چیخوں اور آوازوں کا شور اب بھی سنائی دے رہا تھا۔ ہم سب چند قدم اور آگے آ گئے۔ اچانک دور سے مجھے کچھ انگارے دکھائی دیے۔ میں سمجھ گیا کہ ایک بار پھر حملہ آور ہماری طرف آ رہے ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد حملہ آور بلائیں خوفناک آوازیں نکالتی ہوئی ہمارے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو دوڑنے کے لئے کہا اور خود بھی دوڑنے لگا۔ امارا رخ حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ ابھی ہم دروازے سے کافی دور تھے کہ میں اپنے ہی ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ میرے ساتھی کچھ قدم آگے جا کر رک گئے۔ ابھی میں اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ

فیصلہ کریں گے۔ فی الحال اسے قید میں رکھو۔" تخت پر بیٹھے شخص نے کسی اور زبان میں ان بلاؤں سے کچھ کہا جو مجھے پکارا لائی تھی۔ ان چاروں بلاؤں نے مجھے پھر پکار لیا اور مجھے لے کر دوسرے تہ خانے سے اس تہ خانے میں آگئیں جہاں سے بلا نے پھینکا تھا۔ اس تہ خانے سے گزر کر وہ بلائیں مجھے ایک اور تہ خانے میں لے آئیں۔ یہاں بھی جھت سے روشنی آ رہی تھی لیکن زیادہ نہیں تھی۔ ان چاروں بلاؤں نے مجھے زنجیروں سے باندھ دیا اور خود واپس چلی گئیں۔ میں فرش پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ تخت پر بیٹھا ہوا شخص اور عورت کون ہیں اور انہوں نے کس طرح ان بلاؤں کو قابو کیا ہوا ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ شخص اور عورت جاوہ اور پراسرار علوم کے ماہر ہوں گے تب ہی تو انہوں نے اتنی بلاؤں کو قابو کر رکھا ہے اور اس شخص نے تو موتی کے ذریعے میرے متعلق معلوم کر لیا تھا لہذا وہ کوئی بڑا ہی عامل اور کامل تھا۔

میں نے اس پاس کے ماحول کا جائزہ لیا۔ جس طرح کی زنجیروں سے مجھے باندھا گیا تھا، ویسی کئی اور زنجیروں اور بھی وہاں موجود تھیں۔ اہانک میں سکرا دیا۔ میں یہ سوچ کر مسکرایا تھا کہ شاید میرے نصیب میں قید کبھی تھی۔ اسی لیے میں شاکال کی قید سے آزاد ہو کر اب یہاں قید ہو گیا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں لیٹ جاؤں کیونکہ میں بہت تھک چکا تھا لیکن فرش کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے میں نے لیٹنے کا ارادہ ترک کر دیا اور دیوار سے ٹک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس طرح مجھے کافی آرام محسوس ہوا۔ میں کافی ذہنی دباؤ محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے ذہن کو بالکل آزاد چھوڑ دیا بہت دیر تک میں اپنے دماغ کو سکون پہنچاتا رہا پھر میں نے سوچا کہ اب نہ جانے صبح میرے بارے میں کیا فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں مختلف باتوں پر سوچ رہا پھر کسی وقت خند کی آغوش میں چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

خوفناک اور کمرہ بلائیں کھڑی تھیں۔ جن بلاؤں نے مجھے پکار رکھا تھا انہوں نے مجھے لے جا کر اس کمرے کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"کون ہو تم؟" تخت پر بیٹھے شخص نے نہایت خوفناک انداز میں پوچھا۔

"میرا نام محمود ہے۔" میں نے جھوٹ بولا۔

"کیوں آئے تھے یہاں؟" اس شخص نے پھر خوفناک لہجے میں سوال کیا۔

"وہ... میں..." میں اتنی ہی کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔

"یہ بلائیں تمہارے ساتھ کیسے آئیں جو تمہاری مدد کر رہی تھیں؟" تخت پر بیٹھے شخص نے جھپٹے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"دراصل وہ مجھے راستے میں مل گئی تھیں اور میں..." انا کہہ کر میں سوچنے لگا کہ آگے کیا کہوں۔

تخت پر بیٹھے شخص نے حاکمانہ انداز میں ہاتھ کو فضا میں بلند کر کے کہا۔ "میں بس جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی سب پتہ چل جائے گا۔" پھر اس نے اپنی جیب سے ایک بڑا سا موتی نکلا اور ہلکے ہلکے کچھ پڑھتے ہوئے غور سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد بولا۔ "اچھا تو تمہیں شاکال نے بھیجا تھا۔ اس کا کیا خیال تھا کہ تم آسانی سے یہاں سے اس کے مطلب کی چیز لے جاؤ گے؟"

"دراصل میں اپنی خوشی سے یہاں نہیں آیا بلکہ مجبوراً مجھے یہاں آنا پڑا۔ اگر میں یہاں نہیں آتا تو شاکال مجھے جان سے مار دیتا۔ آپ خود سوچیں میری آپ سے کیا دشمنی ہے جو میں آپ کے یہاں سے کوئی چیز چرا کر لے جاؤں۔" میں نے مفادماندہ انداز میں تخت پر بیٹھے شخص کو بتایا۔ اپنے بیان کے دوران میں نے کئی مرتبہ اس کے دائیں بائیں بیٹھی عورتوں کی طرف بھی دیکھا کہ شاید وہ میری حمایت میں کوئی بات کریں۔

"تمہارے ساتھ آنے والے چار ساتھیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی موت کی وادی میں پہنچا دیا جانا چاہیے۔" تخت پر بیٹھے ہوئے شخص نے سخت لہجے میں کہا۔

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "اگر ایک بے قصور شخص کو آپ سزا دینا چاہتے ہیں تو آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں مجبوراً یہاں آیا تھا۔ شاکال میری جان کا دشمن ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ حالانکہ میں اس کا وفادار نہیں ہوں۔ کیونکہ میں تو اس کے ساتھ رہتا ہی نہیں چاہتا لیکن اگر میں اس سے اپنی وفاداری کا ڈھونگ نہیں رکھتا تو وہ مجھے قتل کر دیتا۔ اپنی جان بچانے کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا۔"

"بابا! یہ شخص ٹھیک کتا ہے۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔" تخت پر بیٹھی ہوئی جوان لڑکی نے کہا تو وہ شخص سوچ میں پڑ گیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "جی! تم ٹھیک کہتی ہو یہ بے قصور ہے لیکن اب ہم اسے آزاد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آزاد ہو کر ہمارے لئے کسی بھی قسم کا خطرہ پیدا کر سکتا ہے۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن آپ اسے موت کی سزا مت دیں۔" لڑکی نے کہا۔

"تھک رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔" صبح ہم اس کے بارے میں کوئی

شاگو نے مجھے فرش پر بھی دری پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ایک طرف رکھ ہوئے چلے کی طرف بڑھ گیا۔ میں دری پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر بعد شاگو ناشتہ تیار کر کے میرے پاس لے آیا۔ "شاگو وہ جو تخت پر بیٹھے تھے وہ کون ہیں؟" میں نے ناشتے کی رے اپنی طرف کھینچے ہوئے پوچھا۔

"وہ ہمارے سردار جاشان ہیں۔"

"سردار کیا مطلب؟" میں نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارے قبیلے کے سردار ہیں وہ۔" شاگو نے بتایا۔

"قبیلے کے؟" میں نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔ تم لوگ کہاں کے رہتے

والے ہو؟"

"ہمارا تعلق افریقہ سے ہے۔ وہاں کئی قبیلے آباد ہیں۔ ہمارا قبیلہ بھی وہاں رہتا ہے۔"

"تو آج تم لوگ افریقہ جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں آج ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔ ابھی تو بہت عرصہ ہمیں پاکستان میں ہی رہنا ہے۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ سردار کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ ویسے ہمیں ایک بات بتا دوں کہ اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو گے تو بڑے آرام سے رہ سکتے ہو اور ہو سکتا ہے کسی وقت ایسی صورت نکل آئے کہ سردار ہمیں اپنے گھر جانے کی اجازت دے دیں لیکن اگر تم نے یہاں رہنے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی تو سردار تمہارے ساتھ بانگل رعایت نہیں کریں گے اور فوراً ہمیں مار دیا جائے گا اور ویسے بھی سردار کی قید سے بھاگنا ناممکن ہے۔ اس لئے کہیں ایسا کوئی خیال اپنے دل میں نہ لانا۔" شاگو نے مجھے تنبیہ کی۔

"کیا سردار مجھے آزاد نہیں کر سکتے؟" میں نے چائے کی چٹکی لینے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سردار کبھی خطرہ مول نہیں لیتے۔ ان کا خیال ہے کہ تمہارے جانے سے انہیں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ ابھی ہمیں آزاد نہیں کریں گے۔" شاگو نے بتایا۔

"اگر میں سردار کو یقین دلا دوں کہ میں اپنے گھر جانے کے بعد ان کے لیے کسی قسم کا خطرہ پیدا نہیں کروں گا تو کیا وہ مجھے چھوڑ سکتے ہیں؟" میں نے امید بھرے لہجے میں شاگو سے پوچھا۔

"نہیں، جب تک سردار خود مطمئن نہیں ہوں گے اور ہمیں آزاد کرنا مناسب نہیں سمجھیں گے تب تک ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔" شاگو نے صاف گوئی سے کہا۔

"کیا ایک کپ چائے اور پلا سکتے ہو؟" میں نے چائے کی پیالی خالی کرنے کے بعد شاگو سے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے ہمیں کھانے پینے کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ کھانا پیو اور آرام سے رہو۔" شاگو نے چائے کی پیالی ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا اور چلے کی طرف چلا گیا اور کیتلی سے چائے لا کر مجھے دے دی۔

"شاگو تم اتنی اچھی اردو کیسے بول لیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہندوستان میں بہت عرصہ رہا ہوں۔ اردو کے علاوہ دنیا کی کئی اور زبانیں بھی بڑی روانی سے بول سکتا ہوں۔" شاگو نے بتایا۔

کسی نے مجھے جھنجھوڑا تو میری نیند ٹوٹ گئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، میرے سامنے وہی چار بلائیں موجود تھیں جو مجھے یہاں باندھ کر رکھی تھیں۔ انہوں نے مجھے کھولا تو مجھے اندازہ ہوا کہ صبح ہو چکی ہے اور وہ مجھے تخت والے ٹھنڈے کے پاس لے جا رہی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ چاروں بلائیں مجھے اس تہ خانے میں لے آئیں جہاں تخت لگا ہوا تھا۔ تخت پر اس وقت بھی وہی ٹھنڈے موجود تھا۔ لڑکی بھی اپنی جگہ پر موجود تھی لیکن عورت وہاں نہیں تھی۔

"دیکھو ابھی آج ہم لوگ یہاں سے جا رہے ہیں اور تم بھی ہماری قید میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ جاؤ گے اور آئندہ تم ہماری قید میں ہی رہو گے۔" تخت پر بیٹھے ہوئے ٹھنڈے نے کہا۔

"اب میرے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کو حاصل ہے اس لئے میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔" میں نے خود بخود انداز میں کہا۔

"اب تم جاؤ۔ ہمیں ناشتہ دے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر تم غسل وغیرہ کرنا چاہو تو وہ بھی کر سکتے ہو۔" تخت پر بیٹھے ٹھنڈے نے کہا پھر اس نے سامنے کھڑی بلاؤں سے کچھ کھاتا ایک بلا تر خانے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک بوڑھا ٹھنڈے بھی تھا۔ وہ ٹھنڈے ہاتھ جوڑ کر تخت پر بیٹھے ٹھنڈے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تخت پر بیٹھے ٹھنڈے نے اسے کسی اور زبان میں کچھ کہا پھر اردو میں بولا۔ "شاگو! اسے لے جاؤ، ناشتہ وغیرہ کراؤ اور اس کے ساتھ ساتھ رہنا۔"

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" میں شاگو کے ساتھ تہ خانے کے دروازے سے باہر نکلنے لگا تو تخت پر بیٹھے ٹھنڈے نے کہا۔ "شاگو سنو۔"

"جی جناب۔" شاگو نے تخت پر بیٹھے ٹھنڈے کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "اے سب کچھ بتا دینا۔ کہیں کوئی بے وقوفی نہ کر بیٹھے۔" تخت پر بیٹھے ٹھنڈے نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"جی بہت بہتر جناب۔" شاگو نے کہا اور تہ خانے سے گزر کر دوسرے تہ خانے میں آ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ شاگو تین تہ خانوں سے گزر کر چوتھے تہ خانے میں آ گیا۔ یہاں اوپر جانے کے لیے میڑھیاں موجود تھیں۔ شاگو ان میڑھیوں کے ذریعے تہ خانے سے باہر آ گیا۔ میں بھی باہر آ گیا۔ جس کمرے میں ہم باہر نکلے تھے وہ بانگل کھنڈر معلوم ہوتا تھا۔ شاگو مجھے ایک اور کمرے میں لے آیا۔ یہ شاید باورچی خانے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ "تم بیٹھو" میں تمہیں ناشتہ دیتا ہوں۔"

ضروری ہے۔" شاکو نے کہا اور برتن اٹھا کر چولے کی طرف چلا گیا۔ بھرہ سلمان اٹھا کر کے انہیں باندھنے لگا۔ سلمان کچھ زیادہ نہیں تھا۔ "کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص کام نہیں ہے۔ تم چاہو تو غسل کر لو۔"

"میں نے ابھی ناشتہ کیا ہے، کچھ دیر بعد کروں گا۔" میں نے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا ناشتے سے۔" شاکو مسکرا کر بولا۔

"کبھی کبھی پڑ جاتا ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا پھر میں وہیں لیٹ گیا۔ "شاکو کیا تم بھی جادو وغیرہ جانتے ہو؟" میں نے دوستانہ انداز میں پوچھا تاکہ اسے برا نہ لگے۔

"کیا تمام باتیں آج ہی پوچھ لو گے؟" شاکو نے چپے ہوئے جواب دیا۔ "ہمارے ساتھ رہو گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

کچھ دیر آرام کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "شاکو، اب میں نانا چاہتا ہوں۔ مجھے غسل خانے کے بارے میں بتاؤ۔"

"آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔" شاکو مجھے لے کر کمرے سے باہر آ گیا۔ پھر کچھ راہداریوں سے گزار کر مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آیا جہاں بالٹیوں میں کچھ پانی تھا۔ "یہاں نہالو پھر میرے پاس واپس آؤ۔" شاکو نے کہا اور واپس چلا گیا۔

میں نے ایک بالٹی میں ہاتھ ڈال کر اندازہ لگانا چاہا کہ کہیں وہ زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے۔ پانی زیادہ ٹھنڈا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں اتنے ٹھنڈے پانی سے نہیں نہا سکتا۔ میں شاکو کے پاس واپس جانے کا ارادہ کرنے لگا لیکن میں نے وہاں سے جانے سے قبل باقی بالٹیوں میں موجود پانی کو دیکھ لینا مناسب سمجھا اور تیسری بالٹی ہی میں مجھے گرم پانی مل گیا۔ میں نے گرم اور ٹھنڈا پانی ملا یا۔ کمرے کا دروازہ بن کرنے کے بعد میں کافی دیر تک نہا رہا۔ اچانک نہاتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں جاشان کے پاس آ کر اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا تھا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ شاکاں اب بھی کسی طرح مجھے نقصان پہنچا سکتا ہو یا پھر مجھے یہاں سے آزاد کروا کے لے جاسکتا ہو اور میں اس کے پاس جانا نہیں جانا چاہتا تھا۔ پھر مجھے شوبھا کا خیال آ گیا۔ وہ شاکاں کی قید میں تھی اور کافی بری حالت میں تھی۔ میں نے اسے شاکاں سے آزاد ہونے کے بارے میں منصوبہ بھی بنایا تھا جس پر وہ راضی بھی ہو گئی تھی پھر نہ جانے کیوں وہ اپنے ارادے سے بدل گئی تھی لیکن اس کے باوجود میرے دل میں یہ بات بھی تھی کہ شاید وہ غصے اور نفرت کی اداکاری کر رہی ہو اور بعد میں اس کا ارادہ ہو کہ میرے بنائے ہوئے منصوبے پر کام کرے گی۔ اب جب تک میں جاشان کے پاس تھا شوبھا کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ شاکو یا جاشان سے کسی مناسب موقع پر شوبھا کی مدد کے لیے ضرور بات کروں گا۔ میں غسل سے فارغ ہو کر شاکو کے پاس آ گیا۔ وہ اپنا سلمان باندھ چکا تھا۔ "ہاں بھئی ہو کیا غسل؟" شاکو نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں غسل تو ہو کیا لیکن غسل کے دوران میرے ذہن میں ایک بات آئی تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں بتاؤ کیا بات ہے؟" شاکو نے پوچھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ آج ہم یہاں سے کہیں آس پاس جائیں گے یا دور۔ میرا مطلب ہے کسی اور جگہ؟"

"ہمیں کلکتہ جانا ہے۔"

"لیکن کلکتہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ ہم کیسے جائیں گے پھر اتنی ساری بلائیں وغیرہ۔" میں نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جاشان ان کی بیوی بیٹی اور دیگر ملازمین ٹرین کے ذریعے جائیں گے جبکہ بلائیں وغیرہ خود وہاں پہنچ جائیں گی۔" شاکو نے بتایا۔

"خود ہی کس طرح؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ان بلاؤں میں یہ طاقت ہے کہ اگر سردار انہیں اجازت دیں تو یہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو سکتی ہیں اور پھر یہ تو بلائیں اور بدروہیں وغیرہ ہیں ان کے لیے خالصے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ وہی دیر میں دنیا کے اس کونے سے اس کونے تک پہنچ سکتی ہیں۔" شاکو نے بتایا۔ ابھی میں مزید کچھ

سے پوچھنا چاہتا تھا کہ ایک آدمی وہاں آ گیا۔ اس نے کسی ایسی زبان میں شاکو سے کچھ کہا جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ شاکو اور وہ دونوں آپس میں کچھ دیر بات چیت کرتے رہے پھر وہ آدمی واپس گیا۔

"یہ کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"یہ بھی ہمارا ایک ساتھی ہے۔ ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ یہ بتا رہا تھا کہ میں تمام تیاریاں کر لوں۔ ہمیں دوپہر میں یہاں سے جانا ہو گا۔" شاکو نے بتایا۔

"کیا ریلوے اسٹیشن یہاں سے قریب ہے؟"

"نہیں قریب تو نہیں ہے۔" شاکو نے ناشتے کے برتن اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر ہم لوگ کس طرح جائیں گے اسٹیشن تک؟" میں نے پوچھا۔

"گاڑیوں میں۔"

"تو کیا تم لوگوں کے پاس گاڑیاں وغیرہ بھی ہیں؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں ہمارے پاس تو نہیں ہیں لیکن جاشان صاحب کے ایک دوست گاڑیاں لے کر آئیں گے۔ ہم لوگ جب بھی اس علاقے میں آتے ہیں ان ہی کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔" شاکو نے بتایا۔

سوچنے لگا کہ جاشان شاکاں کی طرح دنیا کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہتا بلکہ اس کے رابطے باہر کی دنیا سے بھی ہیں اسی لئے تو دنیا بھر میں گھوم رہا ہے لیکن اصل میں اس کا کام کیا ہے؟ یہ میں اب نہیں جان پاتا تھا۔

"کیا جاشان صاحب کا کوئی کاروبار وغیرہ بھی ہے؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"ہاں ان کے بہت سے کاروبار ہیں۔"

"تو پھر یہ بلائیں وغیرہ؟"

دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جس طے میں 'میں نے کل انہیں دیکھا تھا' آج وہ اس طے میں نہیں تھے۔ جاشان صاحب نے بڑھیا قسم کا ڈبل پریس سوٹ پہن رکھا تھا جبکہ ان کی بیوی اور بیٹی نے یورپین لباس پہنے ہوئے تھے۔ کمرے کا سالن بھی ہانڈہ دیا گیا تھا۔

"جی جناب آپ نے مجھے یاد فرمایا؟" میں نے نہایت متوجہانہ انداز میں جاشان صاحب سے پوچھا۔

"دیکھو اب سے کچھ دیر بعد ہم لوگ یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنا کہ ہم نے جنہیں ایک طرح سے پناہ دی ہے۔ اس لئے ہمارے مفاد کو پیش ترجیح دینا۔ اگر میں چاہوں تو جنہیں فتم کر سکتا ہوں لیکن چونکہ تم بے قصور ہو اس لئے میں نے جنہیں موت کی سزا نہیں دی۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ اس وقت تک رہو جب تک میں چاہتا ہوں۔ اس بات کا امکان ہے کہ میں کسی وقت جنہیں آزاد کر دوں لیکن جب تک میں مطمئن نہیں ہوں گا جنہیں آزاد نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ابھی تمہارے طے میں کچھ تبدیلی بھی کئی پڑے گی کیونکہ باہر جنہیں کوئی بھی پہچان سکتا ہے۔" جاشان نے کہا پھر شاگو کی طرف دیکھ کر اس نے کسی اور زبان میں کچھ مانجے میں نہیں سمجھ سکا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" شاگو نے مجھ سے کہا اور تہ خانے کے دروازے کی طرف چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ شاگو مجھے لے کر تہ خانے سے باہر آگیا اور ایک کمرے میں پہنچ کر بولا۔ "ہیں بیٹہ جاؤ۔" میں فرش پر بیٹھ گیا۔ شاگو نے قریب رکھے میک میں سے میک اپ کی کچھ چیزیں نکالیں اور میرا میک اپ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اپنے کام سے فارغ ہو کر شاگو نے ایک آئینہ مجھے تھما دیا۔ میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو حیران رہ گیا۔ مجھے یہ تسلیم کرنا ہی پڑا کہ شاگو میک اپ کرنے کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے کچھ ہی دیر میں مجھے بالکل بدل ڈالا تھا۔

"کیسا لگا میک اپ؟" شاگو نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"بہت بہترین۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"ایک بات جنہیں اور بتاؤں کہ جس کییکل سے میں نے تمہارا میک اپ کیا ہے اس کی وجہ سے تمہارا میک اپ اس وقت تک خراب نہیں ہو سکتا جب تک اسے ایک اور خاص کییکل سے اتارا نہ جائے۔" شاگو نے بتایا۔

"کیا پانی سے بھی اس پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؟" میں نے اچھے ہوئے لمبے میں پوچھا۔

"پانی سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم بے فکر ہو کر نہ دھو سکتے ہو۔" شاگو نے مسکرا کر بتایا۔ "چھاتم بیس بیٹھو میں نے ابھی کچھ اور کام بھی کرنے ہیں۔ ابھی کچھ ہی دیر میں گاڑیاں آنے والی ہیں۔" شاگو نے کہا اور میک اپ کا سالن واپس میک میں رکھنے لگا پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

میں سوچنے لگا کہ شاگو بہت ذہین اور تجربہ کار آدمی ہے۔ ابھی تو مجھے اس کے متعلق بہت کم معلوم تھا لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے اور بھی بہت کچھ آتا ہوگا۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر

"میں سوچ رہا تھا کہ میں جس دشمن کے ہاتھوں سے نکل کر یہاں تک آگیا ہوں اور یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا ہوں کیا میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

شاگو دھیرے سے ہنسا اور بولا۔ "ایک بات کا جواب دو؟"

"ہاں پوچھو۔" میں نے کہا۔

"اگر ایک دودھ پیتا بچہ تمہارے سامنے ہو اور تم سے یہ پچھ لے کہ یہ بچہ اٹھ کر جنہیں قتل کر دے گا تو تم یہ بات سن کر کیا سوچو گے؟" شاگو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہنسوں گا۔" میں نے ہنسنے ہوئے جواب دیا۔

"بس تو یوہی سمجھو کہ تمہارا دشمن شاکل جاشان کے سامنے ایک دودھ پیتے بچے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر میرا ایک کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"کیسا کام؟" شاگو نے ہنسنے لگے پوچھا۔

"دراصل شاکل کے پاس ایک لڑکی شہما قید ہے۔ اس کی حالت بہت نازک ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم کسی طرح اسے شاکل کی قید سے آزاد کرالیں۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھو ایک بات یاد رکھنا۔ جاشان صاحب خواہ مخواہ کسی کے مسئلے میں تاہک نہیں اڑاتے اور نہ ہی کسی کو اپنے کاموں میں دخل دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ کل جب شاکل نے یہاں حملہ کروایا تو جاشان صاحب نے حملہ آوروں کو فتم کر دیا۔ جاشان صاحب کا حکم تھا کہ بلاؤں کو مار دیا جائے اور جنہیں ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جنہیں ان کے سامنے پیش کر دیا گیا اور انہوں نے تمہارے بارے میں فیصلہ سنایا۔ اگر تم ان سے شاکل کی قید میں موجود لڑکی کو آزاد کروانے کے لیے کہو گے تو وہ بھی تمہاری بات نہیں مانیں گے۔" شاگو نے کہا۔

"میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ اگر کسی مظلوم کی زندگی بچ جائی تو اچھا ہوتا۔" میں نے شاگو کے دل میں ہوردی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ بھی ہو جاشان صاحب بھی شاکل کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔" شاگو نے گویا مجھے آخری فیصلہ سنایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے شکست خوردہ لمبے میں کہا۔

"بس اب کچھ دیر میں گاڑیاں آنے والی ہیں۔ ہمیں روانہ ہونا ہے۔" شاگو نے بتایا اور باورچی خانے سے باہر چلا گیا۔ میں وہیں فرش پر بیٹھ گیا کیونکہ شاگو درمی سالن کے ساتھ ہانڈہ چکا تھا۔ کچھ دیر بعد شاگو نے آکر مجھ سے کہا۔ "آؤ جنہیں جاشان صاحب بلا رہے ہیں۔"

"کیوں خیریت تو ہے۔" کہیں تم نے لڑکی وال بات انہیں تو نہیں بتا دی؟" میں نے قدرے گھبرا کر پوچھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں جاشان صاحب میری بات سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔

"نہیں وہ بات نہیں ہے۔" شاگو نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ میں شاگو کے پیچھے پیچھے چل

نے میں آگیا۔ میں جاشان صاحب ان کی بیوی اور بیٹی کو

”تو کیا اب یہاں لڑائی ہوگی؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں شاکل کو حملہ کرنے دیا جائے گا لیکن پھر ہمارے ساتھی اسے پکڑ کر جاشان صاحب کے سامنے لائیں گے تاکہ وہ اس کی سزا تجویز کر سکیں۔“ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے عقب میں دور سے گرد اور مٹی کا ایک غبار نظر آیا۔ ”وہ جنگ ہو رہی ہے شاکل کے اور ہمارے ساتھیوں کے درمیان۔“ شاکو نے غبار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر بعد غبار ختم کیا اور کچھ لوگ ہمیں اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ جب وہ لوگ ہمارے پاس پہنچے تو میں نے دیکھا کہ جاشان کی بلاؤں نے شاکل اور اس کی ساتھی بلاؤں کو پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے شاکل اور اس کے ساتھیوں کو جاشان کے سامنے لا کر چھوڑ دیا۔ جاشان نے نہایت غضب ناک لہجے میں شاکل سے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ میں کبھی بلاؤج کسی سے دشمنی مول نہیں لیتا لیکن اگر کوئی مجھ پر حملہ کرے یا دشمنی کا آغاز کرے تو میں اسے بہت کڑی سزا دیتا ہوں۔ تم نے بھی بلاؤج مجھ سے دشمنی کا آغاز کیا لیکن کل رات بھی تمہارے ساتھی مارے گئے اور اب بھی تم ہلاک میرے سامنے کھڑے ہو۔“

شاکل نے انتہائی شکستہ آواز میں جواب دیا۔ ”مجھے آپ کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس لئے میں نے آپ پر حملہ کیا لیکن اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہوگی۔“

”انہیں لے جاؤ اور بعد میں میرے سامنے پیش کرنا۔“ جاشان نے غصیلے لہجے میں کہا تو بلائیں شاکل اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ایک طرف چل گئیں۔ ہم سب دوبارہ گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ گاڑیاں بہت دیر تک میدانی علاقے میں چلتی رہیں۔ میرے ذہن میں کچھ دوی سی پک رہی تھی کہ بلائیں شاکل کو کہاں لے گئی ہوں گی۔ آخر کار میں نے شاکو سے پوچھ ہی لیا۔ ”شاکو بلائیں شاکل کو کہاں لے گئی ہیں؟“

”وہ اسے پہاڑوں میں لے گئی ہیں۔“ شاکو نے بتایا۔

”تو پھر وہ اسے جاشان صاحب کے سامنے کیسے پیش کریں گی؟“ میں نے پوچھا۔

”ان کا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ میں بعد میں جنہیں بتاؤں گا۔ فی الحال تم مجھ سے کچھ دیر بات کرنا کیونکہ میں کچھ متنبہ رہا ہوں۔“ شاکو نے کہا اور کچھ بڑبڑاتا لگا۔ میں کچھ دیر اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر گاڑی سے باہر دیکھنے لگا۔ کافی دیر میدانوں اور ویران علاقے میں چلنے کے بعد وہاں ایک کچی سڑک پر آ گئیں۔ یہ علاقہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کچی سڑک پر بھی گاڑیاں دیر تک چلتی رہیں پھر ایک پختہ سڑک پر آ گئیں۔ کچھ دور جانے کے بعد ہمیں دو چار گاڑیاں اور ایک نظر آئیں اور پھر جوں جوں ہم آگے بڑھتے رہے، شہر نزدیک آتا گیا اور دم شر میں داخل ہو گئے۔

یہ شہر یہ جگہ میں پہلے بھی کبھی مرتبہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ایک بار پھر اپنی جگہ میں واپس آ گیا ہوں۔ پتہ در پتہ پراسرار واقعات نے مجھے ذہنی طور پر مایوس کر دیا تھا اور اس دنیا میں واپس آنا مجھے تقریباً ناممکن نظر آتا تھا۔ مجھے اپنے اس پاس کا ماحول دیکھ کر بے حد خوشی ہو رہی تھی۔ گاڑیوں کا سفر ریلوے اسٹیشن پر جا کر ختم ہوا۔ ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ہم سب ایک ٹرین کے

میں جاشان کے ساتھ ہی رہا اور کوئی ایسی صورت حال پیدا نہ ہوئی کہ مجھے ان سے علیحدہ ہونا پڑا تو میں ضرور شاکو سے بہت کچھ سیکھوں گا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد شاکو اندر داخل ہوا اور بولا۔ ”چلو گاڑیاں آگئی ہیں۔“

میں اٹھ کھڑا ہوا اور پھر شاکو کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر جاشان اس کی نیگم اور بیٹی موجود تھیں۔ جبکہ چو آدی اور بھی کھڑے تھے۔ وہ یقیناً جاشان کے ملازم تھے۔

”آؤ ہمیں چلو۔“ جاشان نے مجھ سے کہا۔ میں جاشان کے قریب پہنچ گیا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

”اب جنہیں کوئی نہیں پہچان سکتا کیونکہ تم بالکل بدل چکے ہو۔“

”جی ہاں یہ سب شاکو کا کمال ہے۔“ میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ کچھ دیر بعد ہم سب حویلی سے باہر آ گئے۔ دو بہترین گاڑیاں باہر کھڑی تھیں۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو پتہ چلا کہ دور دور تک میدان تھا جبکہ اگلے ہاتھ کی طرف بہت سے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ یقیناً یہ دی پھاڑ ہیں۔ جن سے اتر کر رات میں حویلی کی طرف آیا تھا۔ ہم سب گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ ملازموں نے تھوڑا سا سامان گاڑیوں میں لا دیا۔ شاکو میرے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑیوں میں موجود ڈرائیور نے گاڑیاں چلا دیں۔

”کیا باقی سامان حویلی میں ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟“ میں نے دھیمی آواز میں شاکو سے پوچھا۔

وہ دھیرے سے ہنس کر بولا۔ ”ہم نے وہاں کچھ نہیں چھوڑا۔“

”لیکن وہاں بہت سامان تھا۔“ میں نے حیرت سے کہا۔

”ہمارے پاس جتنا بھی سامان ہے اسے اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ انتہائی چھوٹی شکل میں آ جاتا ہے۔“ شاکو نے بتایا۔ میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور گاڑی سے باہر دیکھنے لگا۔ گاڑیوں کے ڈرائیور بہت مشتاق تھے۔ وہ اس پتھرے میدانے علاقے میں گاڑیوں کو نہایت تیز رفتاری اور احتیاط سے چلا رہے تھے۔ اچانک ہم سے آگے والی گاڑی کی رفتار کم ہو گئی۔ اس گاڑی میں جاشان اس کی بیٹی بیوی اور کچھ ملازم سوار تھے اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑیاں رک گئی اور ہماری گاڑی کے ڈرائیور نے بھی گاڑی روک لی۔

”گاڑیاں کیوں رک گئی ہیں؟“ میں نے شاکو سے پوچھا۔

”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔“ شاکو نے اچھے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور آگے والی گاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے آگے والی گاڑی میں سے جاشان کو اترتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ باقی ملازمین بھی اتر رہے تھے۔ شاکو اور ہماری گاڑی میں موجود باقی لوگ بھی گاڑی سے اترنے لگے۔ شاکو نے جاشان کے پاس جا کر کوئی بات کی اور واپس ہمارے پاس آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔ ”کیا ہوا شاکو؟“ میں نے پوچھا۔

”شاکل ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔“ اس کی بات سن کر میں کچھ پریشان ہو گیا۔ شاکو مجھے دیکھ کر دھیرے سے مسکرایا اور بولا۔ ”تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے جنہیں کہا تھا کہ شاکل جاشان صاحب کے سامنے ایک دودھ پیتے بچے کی حیثیت رکھتا ہے۔“



”اب میں سمجھا تمہاری بات کا مطلب۔“ شاکو نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بدروحوں کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا بیہوش ہونا یا ابلتہ یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر ان کا بیہوش ہونا تھا تب بھی وہ عام لوگوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھیں۔ دراصل جاشان صاحب اور ہم سب ہر وقت اپنے گرد حفاظتی حصار کھینچے رہتے ہیں تاکہ ہمارا کوئی دشمن دھوکے سے ہم پر حملہ نہ کر سکے اور اگر ایسا ہو تو ہم لوگ محفوظ رہ سکیں۔ انہی حصاروں کی وجہ سے بدروحوں نے ہم پر حملہ کر دیا تھا کیونکہ ان بدروحوں کو علم ہو گیا تھا کہ ہم کوئی عام لوگ نہیں ہیں اور یقیناً انہیں یہی خطرہ رہا ہو گا کہ ہم ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔“ شاکو نے سگریٹ کی راکھ جھاڑ کر اسے منہ سے لگا لیا۔ ”کیا ان بدروحوں نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد ہم نے انہیں قابو کر لیا ہے اور اب وہ ہماری قیدی ہیں۔ ہمارے ساتھی انہیں اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔“ شاکو نے بتایا۔

”اچھا۔“ میں نے کہا اور سگریٹ کا ایک کس لینے کے بعد بولا۔ ”وہ بیچ کس کی تھی؟“

”وہ جاشان صاحب کی بیگم کی بیچ تھی۔ اچانک اندھیرا اور حملہ ہونے کی وجہ سے جاشان صاحب کا ہاتھ زور سے انہیں لگ گیا تھا۔“ شاکو نے بتایا۔ میں کچھ دیر بیٹھا سگریٹ پیتا رہا پھر اسے برتنہ کے ایک کونے میں بھانے کے بعد لیت گیا۔ لیتے ہی اچانک مجھے شوہا کا خیال آ گیا۔ میں نے سوچا کہ اب وہ نہ جانے کس حال میں ہوگی۔ میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو صبح کا اجالا پھیل رہا تھا۔ جاشان صاحب اور دیگر لوگ جاگ چکے تھے۔ کچھ دیر بعد نرین کی رفتار کم ہونے لگی بالآخر وہ رک گئی۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہاں مجھے لوگوں کے بہر نظر آنے جو تیزی سے ادھر ادھر حرکت کر رہے تھے۔ میں نے شاکو کو دیکھا وہ کھڑکی سے باہر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کسی کو تلاش کر رہا ہے۔ میں برتنہ سے نیچے اتر آیا اور شاکو کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مسکراتے لگا۔ ”کون سا اسٹیشن ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”کلکتہ ہے۔“ شاکو نے جواب دیا اور ہاتھ ہلانے لگا۔ میں نے اس طرف دیکھا جہاں وہ دیکھ رہا تھا۔ وہاں سے دو آدمی ہماری طرف آرہے تھے۔ کچھ دیر بعد دونوں آدمی ہمارے قریب پہنچ گئے۔ ”آپ لوگ بحیریت پہنچ گئے؟“ ایک شخص نے پوچھا۔ وہ اچھے مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس نے ہلکی سی واڈھی رکھی ہوئی تھی۔ اس کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے بیجز اور نی شرت پن رکھی تھی۔ ”جی ہاں، ہم لوگ بحیریت سے پہنچ گئے ہیں۔“ شاکو نے خوشدلی سے جواب دیا۔ دونوں آدمی نرین کے ڈبے کے دروازے کی طرف چلے گئے اور پھر کچھ دیر بعد اندر آ گئے۔ جاشان صاحب ان کی بیٹی اور بیوی کی طرف دیکھنے کے بعد تھکایا جبکہ دونوں نے کچھ الفاظ ادا کئے۔ جس نے شاکو سے بات کی تھی جاشان صاحب سے بولا۔ ”آپ لوگ آئیے میرے ساتھ۔“

جاشان صاحب ان کی بیوی اور بیٹی انھ گئے۔ وہی شخص اپنے ساتھی سے بولا۔ ”تم شاکو وغیرہ کے ساتھ ملاکن لے کر آؤ۔“ دوسرے شخص نے اثبات میں سر ہلایا اور شاکو سے مخاطب ہوا۔ ”چلیں“

کپارٹمنٹ میں بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد نرین نے روانگی کی سیٹیاں بجائیں اور آہستہ آہستہ دیکھتے گئے۔ نرین میں خاموشی طاری تھی تمام افراد اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے وقت اپنی رفتار سے گزرتا جا رہا تھا۔ طرف اندھیرا پھیلنے لگا۔ رات ہوئی تو سب لوگ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ میں بھی ایک برتنہ پر لیٹ گیا۔ اچانک پورے کپارٹمنٹ میں اندھیرا ہو گیا اور ایک چیخ سنائی دی۔

اچانک اندھیرا ہو جانے سے اور چیخ سن کر میں کچھ گھبرا گیا۔ میں نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ کچھ آنہیں سنائی دے رہی تھیں جیسے کچھ لوگ آپس میں محکم ہوں۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ لیٹا رہا پھر دھیرے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کپارٹمنٹ میں روشنی ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ جاشان صاحب ان کی بیوی اور بیٹی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے۔ ان کے چہروں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کافی مشقت کی ہے۔ شاکو ایک جانب کھڑا تھا جبکہ باقی لوگ بھی ادھر ادھر کھڑے تھے۔ شاکو نے ایک سرسری نظر مجھ پر ڈالی پھر جاشان صاحب نے کڑخت لہجے میں کوئی بات کہی۔ ان کے لہجے میں غصہ بھی شامل تھا۔

کالی دیر تک مزید کوئی بات نہیں ہوئی۔ شاکو کچھ دیر نرین کی کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا پھر میرے سامنے والی برتنہ پر آکر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک سگریٹ سٹکایا اور سگریٹ کا پیکٹ میری طرف بڑھا کر بولا۔ ”لو، سگریٹ ہو۔“ مجھے معلوم ہے کہ تم پریشان ہو۔“

”ہاں، یہ سب کیا تھا؟“ میں نے اس کے سگریٹ کے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکالتے ہوئے پوچھا۔

”جب نرین کی لائٹ بند ہوئی تب میں بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ سب کیا ہے لیکن پھر چند ہی لمحوں میں ساری بات میری سمجھ میں آ گئی۔“ شاکو نے کہا اور سگریٹ کا ایک کس لینے لگا۔ وہ جیتنے چند لمحوں بعد اور سب کچھ بھی بتا دیا لیکن میں نے بے چین؟ کر پوچھا۔ ”کیا بات سمجھ آ گئی تھی تمہیں؟“

”جی کہ کوئی ہم پر حملہ کر چکا ہے۔“ شاکو نے کہا۔

”کس نے حملہ کر دیا کیونکہ شاکال تو...؟“ میں نے بھنوں سیکڑ کر پوچھا۔

”میرے دوست“ صرف شاکال ہی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ ہمارے لئے قدم قدم پر دشمن فطرت موجود ہیں۔ خیر، ابھی کچھ دیر پہلے جو حملہ ہم پر ہوا تھا وہ ہمارے کسی دشمن نے نہیں کیا۔ دراصل جب لائٹ بند ہوئی تو یہاں کچھ آزاد بدروحوں موجود تھیں۔ انہوں نے ہی ہم پر حملہ کیا تھا۔ شاکو نے بتایا۔

”کیا ان بدروحوں نے آج ہی بیہوش کیا تھا؟“ میں نے پوچھا اور سگریٹ منہ سے لگا کر دھواں اٹھنے لگا۔ شاکو کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کے چہرے کے اثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے پھر بولا۔ ”تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ان بدروحوں کا بیہوش ہونا یا ابلتہ یہ درندہ دو تو روزانہ نرین کے حملہ کرتے ہیں اور اگر ایسے واقعات ہوتے تو یقیناً اب تک حکومت اس مسئلے میں کچھ کر چکی ہوتی۔“

"ہم کتنے دن ان کے پاس رہیں گے اور اس کے بعد کہاں جائیں گے۔" میں نے پوچھا۔  
 "یہ سب کچھ میں نہیں جانتا کیونکہ تمام باتیں جاشان صاحب کی مرضی سے ہوتی ہیں۔ ہمیں تو صرف حکم دے دیا جاتا ہے کہ اب ایسا کرنا ہے۔" شاکو نے بتایا۔  
 "تمہارے باقی ساتھی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟" میں نے پوچھا۔  
 "انہیں خواہ مخواہ کسی سے بات کرنے کی عادت نہیں ہے اور پھر اس لئے بھی وہ احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں جاشان صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔" شاکو نے بتایا۔  
 "جاشان صاحب نے ہوائی سفر کیوں نہیں کیا؟" میں نے سوال کیا۔  
 "جاشان صاحب کی بیگم کے ساتھ کچھ مسئلہ ہے اس لئے ہم ادک زیادہ تر زمینی سفر کرتے ہیں۔ ہوائی سفر صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔" شاکو نے بتایا۔  
 "کچھ دیر بعد گاڑیاں شہر کے جہوم سے نکل کر نہ سکون علاقے میں آئیں گی۔ وہاں بمزن کوٹھیاں اور بچکے بنے ہوئے تھے۔ گاڑیاں ایک بچکے کے سامنے رک گئیں۔ ہارن دینے پر گیٹ کھل گیا اور گاڑیاں اندر داخل ہو گئیں۔"

بچکے بہت شاندار تھا۔ کئی ملازمین ادھر ادھر نظر آ رہے تھے۔ جبکہ برآمدے میں ایک بارعب فحش ہاتھ میں چمڑی لئے کھڑا تھا۔ اگلی گاڑی اس کے پاس رک گئی اس کے پیچھے ہماری گاڑی بھی رک گئی۔ دونوں گاڑیوں کے ڈرائیوروں نے نیچے اتر کر گاڑیوں کے دروازے کھولے اور سب لوگ اترنے لگے۔ جاشان صاحب اور وہی بارعب فحش نہایت گرم جوشی سے ملے۔ مصافحے کے بعد اس شخص نے سب کو اندر چلنے کے لیے کہا ہم سب اندر کی طرف چل دیے۔ "کیا یہی اندر دیا ہے؟" میں نے دھیرے سے شاکو سے پوچھا۔ "ہاں یہی ہیں۔" شاکو نے بھی آہستگی سے جواب دیا۔ ہم سب اندر آ کر ایک بڑے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ ڈرائنگ روم بمزن طرح سے آراستہ کیا گیا تھا۔ جاشان صاحب اور اندر دوا کچھ دیر تک ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے اور دیگر موضوعات پر بات چیت کرتے رہے جبکہ باقی لوگ خاموش بیٹھے رہے۔

کچھ دیر بعد ایک ملازم ٹرائی لے کر آگیا۔ اس نے سب کو چائے پیش کی۔ میں کافی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ چائے کی کڑکائی حد تک تازہ دم ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہم سب کو الگ الگ کمروں میں نصرا دیا گیا۔ میں اپنے کمرے میں آنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک باوردی ملازم کھڑا تھا۔ "جناب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟" "نہیں،" انہوں نے جواب دیا۔ "میں نے جواب دیا۔"

"اچھا اگر آپ کو کسی وقت کسی چیز کی ضرورت پڑے تو آپ اس بلن کو دبا دینا" میں حاضر ہو جاؤں گا۔" ملازم نے کمرے میں آ کر میرے بیڈ کے قریب لگے ایک فن کے بارے میں بتایا۔  
 "تمہیک ہے ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔" میں نے کہا۔ وہ واپس چلا گیا تو میں نے دروازہ بند کر لیا اور واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد میں غسل خانے میں پہنچ گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے وہی کپڑے پہن لئے جو میں نے اتارے تھے۔ وہ زیادہ صاف نہیں تھے لیکن مجھے پسنایا پڑے کیونکہ

اٹھائیں سلمان۔" اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد اس نے خود بھی ایک بڑا اٹیچی کیس اٹھالیا۔ میں نے ایک اٹیچی کیس اٹھالیا۔ شاکو اور دوسرے لوگوں نے بھی مختلف سلمان اٹھالیا۔ ہم سب ڈسٹے سے باہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہم سب اسٹیشن کی حدود سے باہر آ گئے۔ باہر دو شاندار گاڑیاں ہمارے لئے موجود تھیں۔ سلمان رکھنے کے بعد ہمارے استقبال کے لیے آنے والے دونوں آدمیوں نے ایک گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑیاں روانہ ہو گئیں۔ میں شاکو کے ساتھ ہی بیٹھا اس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک سنیما گھر پر پڑی۔ وہاں پر لگے پلٹنی بورڈ دیکھ کر چلا کہ وہاں فلم دیر اندہ کی نمائش ہو رہی تھی۔ یہ فلم میں دیکھ چکا تھا۔ جب میں نے یہ فلم دیکھی تھی اس وقت میں اس فلم پر خوب ہنسا تھا۔ کیونکہ یہ فلم جاو سے بھرپور اور پراسرار واقعات سے لبریز تھی۔ اس وقت میں جاو اور پراسرار واقعات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ یہ بھی کوئی فلم ہے۔ یہ تو بچوں کے دیکھنے کی ہے لیکن اب جبکہ میں خود پراسرار واقعات سے دوچار ہو چکا تھا تو میں دل ہی دل میں اس فلم کے رائٹرز کی تحریف کے بغیر نہ رہ سکا۔  
 "کن خیالات میں گم ہو؟" شاکو نے پوچھا تو میں چونک کر اپنے خیالات سے باہر آ گیا۔ میں مسکرا کر جواب دیا۔ "بہت سے خیالات ہیں جو ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔"

"مثلاً؟" شاکو نے مسکرا کر پوچھا۔

"ابھی میں سنیما ہاؤس پر لگے بورڈ پر فلم کا نام دیکھ رہا تھا۔ یہ فلم پراسرار واقعات پر مبنی ہے۔ جب میں نے یہ فلم دیکھی تھی تو میں اس پر بہت ہنسا تھا اور اپنی طرف سے فلم کے رائٹرز ڈائریکٹرز اور دیگر لوگوں کا خوب مذاق اڑایا تھا کہ یہ سب حقیقت میں کہاں ہوتا ہے؟ یہ تو ذہن کی اختراع ہے لیکن اب اس فلم کے بارے میں میری رائے کچھ اور ہے۔ میں دل ہی دل میں فلم کے رائٹرز کی تحریف کر رہا تھا۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ دنیا میں پراسرار مخلوق کا کوئی وجود نہیں ہے لیکن تم نے اکثر یہ بھی دیکھا ہو گا کہ دنیا میں مختلف جہوں پر کئی لوگ عجیب و غریب پراسرار بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی ہلکی ہلکی باتیں کرنے لگتا ہے تو کوئی کسی چیز کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت ہے جس شخص پر اثر ہوا ہوتا ہے وہ یا تو ہمیشہ کے لیے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ یا پھر اگر وہ صحت مند ہو جائے تو صرف وہی شخص پراسرار واقعات کا قائل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ موجود دیگر لوگ قائل نہیں ہوتے بلکہ یہی کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کے دماغ کا خلل ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی تھوڑا سا قائل ہو بھی جائے تب بھی متاثرہ شخص کی باتوں پر پوری طرح یقین نہیں کرتا اور شکوک و شبہات اس کے دل میں رہتے ہیں۔" شاکو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ لوگ ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں؟" میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد شاکو سے پوچھا۔  
 "نہیں ہم لوگ جاشان صاحب کے دوست اندر دوا کے گھر پر ٹھہرتے ہیں۔"

"یہ اندر دوا کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ان کا وسیع کاروبار ہے۔" شاکو نے بتایا۔

ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا۔ حسب توقع ملازم موجود تھا۔ اس نے کہا۔ ”جناب! میرے ساتھ آئیے لُج کے لیے۔“ میں نے کوئی بات نہیں کی اور اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے لے کر ایک بڑے سے ہال میں آگیا۔ وہاں ڈائننگ ٹیبل پر شاکو اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ جبکہ جاشان صاحب ’ان کی بیٹی‘ بیوی اور اندروما بھی ایک طرف سے آرہے تھے۔ میں شاکو کے ساتھ والی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ دروازوں پر شیر اور دیگر جنگلی جانوروں کی کھالیں لگی ہوئی تھیں۔ ”کیا اندروما شکاری ہیں؟“ میں نے آہستہ سے شاکو سے پوچھا۔ اس نے قدرے میری طرف جھک کر جواب دیا۔ ”ہاں“ وہ بہت بڑے شکاری ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے شوق ہیں۔“ باقی لوگ بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے تو کھانے کا آغاز ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں واپس چلے گئے بیڈ پر لیٹے لیٹے اچانک میری نظر ایک سگریٹ کیس پر پڑی جو بند تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کھولا۔ اس میں سگریٹ موجود تھے۔ میں نے دیکھا اس میں کئی برانڈ کے سگریٹ تھے۔ میں نے اپنی پسند کا سگریٹ نکال کر قریب پرزے لائٹرز سے سلگایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابھی میں نے سگریٹ ختم کیا ہی تھا اور بجھا کر بیڈ پر لیٹنا چاہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے شاکو موجود تھا۔ ”تمہارا کام کچھ بنتا نظر آ رہا ہے۔“ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ میں نے بے چینی سے پوچھا۔ ”کیا تم نے جاشان صاحب سے بات کی ہے؟“

”ہاں۔ میں نے ان سے بات کی ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”پھر کیا کہا انہوں نے؟“ میں نے ایک بار پھر بے چینی سے پوچھا۔

”وہ خود تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ شاکو نے بتایا۔

”اچھا کب؟“ میں نے پوچھا۔

”دس منٹ بعد، میں ان کے کمرے میں جاتا ہوں۔“ شاکو نے بتایا۔

میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا۔ پھر شاکو سے مخاطب ہوا۔ ”کیا جاشان صاحب رضامند لگ رہے ہیں؟“

”اگر انہوں نے انکار کرنا ہوتا تو وہ صاف طور پر مجھے کہہ دیتے۔ ہمیں اپنے پاس بلانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ تم سے بات کرنے کے بعد تمہاری بات مان سکتے ہیں۔“ شاکو نے کہا۔

میں بے چینی سے دس منٹ گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک دس منٹ بعد شاکو اٹھتے ہوئے بولا۔ ”آؤ چلتے ہیں۔“ ہم دونوں جاشان صاحب کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ شاکو نے آہستہ سے

دروازے پر دستک دی تو اندر سے جاشان صاحب کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا تھا۔ شاکو نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ جاشان صاحب بستر پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے شاکو سے پھر کچھ کہا تو شاکو مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”تم صوفے پر بیٹھو۔“ میں بیٹھ گیا تو شاکو کمرے سے باہر چلا گیا۔ جاشان صاحب نے پانپ میں تمباکو بھر کر اسے جلا یا اور چند کش لینے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے۔ ”شاکو نے بتایا ہے کہ تم اپنی ماں سے ملنا چاہتے ہو؟“

ان کے علاوہ میرے پاس اور کپڑے تھے ہی نہیں۔ میں غسل خانے سے باہر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ مستقبل میں کیا ہو سکتا ہے۔ جاشان صاحب کہہ چکے تھے کہ جب تک وہ مطمئن نہیں ہوں گے مجھے آزاد نہیں کریں گے۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ کب اور کس طرح مطمئن ہوں گے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر ای کی تھی۔ وہ نہ جانے کس حال میں ہوں گی۔ جاشان صاحب مجھے ایک مرتبہ ای سے مل کر آنے کا موقع دیں تو میں امی کو مطمئن کر کے آسکتا تھا۔ اس کے بعد جاشان صاحب جب تک چاہتے ہیں ان کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ پھر میں ایک انگلش رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک گیا۔ اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے شاکو کو پایا۔ ”آؤ آؤ شاکو۔“ میں نے اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ اندر آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ”تم نہا لے؟“ اس نے میرے تکیے بال دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بال دیکھنے لگا۔ وہ بھی نہا کر آیا تھا لیکن اس نے دوسرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ”تم شام میں میرے ساتھ چلنا بازار سے تمہارے لئے کپڑے اور دیگر چیزیں لے آئیں گے۔“ شاکو نے کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلانے کے بعد اس سے کہا۔ ”شاکو میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں۔“ شاکو نے بھنوسیں سکڑ کر پوچھا۔ ”کیسا مشورہ؟“

”دیکھو مجھے ای بہت یاد آتی ہیں۔ انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں؟ میں چاہتا ہوں کہ تم جاشان صاحب سے کہہ کہ میں ایک مرتبہ اپنی امی سے ملنے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ اس کے بعد جب تک جاشان صاحب کیس گے میں ان کے ساتھ رہوں گا اور جیسا وہ کہیں گے ویسا ہی کروں گا۔“ شاکو میری بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ چودہ بعد وہ بولا۔ ”بہن! تم چاہتے ہو ایسا ہونا کافی مشکل ہے۔ جاشان صاحب تمہاری بات نہیں مانیں گے۔“

”تم انہیں بتاؤ کہ میری تشددگی سے میری ماں کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں صرف ایک بار اپنی ماں کو مطمئن کر لوں اس کے بعد میں جاشان صاحب کا غلام بن کر رہ سکتا ہوں اور تم تو جانتے ہی ہو کہ ماں کا دل اپنی اولاد کے لیے کیسا ہوتا ہے۔“ میں نے ملتھیانہ انداز میں کہا۔ شاکو ایک بار پھر کچھ سوچنے لگا چند لمحوں بعد وہ بولا۔ ”میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ جاشان صاحب یہ بات مان جائیں۔“

”کیا تم آج ہی بات کرو گے؟“ میں نے بے یقین ہو کر پوچھا۔

”اگر آج ہی مناسب موقع مل گیا تو بات کر لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔“ شاکو نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر ہم دونوں نے کوئی بات نہیں کی۔ میں امی کے متعلق اور شاکو نہ جانے کیا سوچتا رہا۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ ”سلطان مجھے ایک کام یاد آگیا ہے۔“ پھر اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کچھ دیر بعد لُج کا ٹائم ہونے والا ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر ملاقات ہوگی۔“ وہ چلا گیا۔ میں پھر بستر پر اردو فیکٹر کے لیے نکلتا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ ملازم لُج کے لیے کتنے آیا

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"دیکھو! میں نے جو ہمیں اپنے پاس رکھا ہوا ہے اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مجھے تو صرف یہ فخر ہے کہ تم اپنے گھر جانے کے بعد کسی سے ہمارے متعلق کچھ کہ نہ دو۔" جاشان صاحب ابھی مزید کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن میں درمیان میں ہی بول پڑا۔ "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے بارے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔" جاشان صاحب میری بے چینی دیکھ کر مسکرا دیئے۔ پائپ کا ایک کش لینے کے بعد وہ بولے۔ "میں جانتا ہوں کہ تم کسی سے کچھ نہیں کو گے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تک تم اپنے اختیار میں ہو۔" وہ اپنی بات کہنے کے بعد میری طرف معنی خیز انداز میں دیکھنے لگے۔

”میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔“ میں نے پلکیں مچکتے ہوئے کہا۔

”اگر تم یہاں سے جاؤ گے تو تم مختلف پراسرار لوگوں سے محفوظ نہیں رہو گے۔ ان میں سرفہرست شاما اور شاکال کے ساتھی ہیں۔ وہ یقیناً تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہیں گے یا پھر تمہیں مار دیں گے۔“ جاشان صاحب نے کہا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

”اس لئے کہ تم ان کے متعلق جان چکے ہو۔ میں جسیں اپنے پاس اس وقت تک رکھنا چاہتا ہوں جب تک تم ہر طرح سے محفوظ نہ ہو جاؤ۔ اب بتاؤ کیا تم جانا چاہو گے؟“ جاشن صاحب نے پوچھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ ”اس کا حل کیا ہو سکتا ہے کہ میں ان لوگوں سے محفوظ رہوں؟“ میں نے کہا۔

”تم اگر ہمارے پاس رہ کر کچھ خاص عمل سیکھ جاؤ تو بوقت ضرورت انہیں استعمال کر کے اپنے دشمن سے محفوظ رہ سکتے ہو۔“ جاشان صاحب بولے۔

”میں کتنے عرصے میں وہ عمل کیسے جاؤں گا؟“ میں نے پوچھا۔

جاشان صاحب نے پائپ سے کھل لینے کے بعد دھواں فضا میں اڑا کر کہا۔ "کم از کم دو سال میں لیکن میں نے تمہاری ماں کی تسلی کے لیے ایک بات سوچنی ہے۔"

”وہ کیا؟“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”ہمارا ایک آدمی تمہاری ماں کے پاس جائے گا اور انہیں تمہارے متعلق بتائے گا کہ تم خیریت سے ہو“ ساتھ ہی تم اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک رقعہ بھی دے دینا۔“ جاشن صاحب نے کہا۔

ان کی تجویز بری نہیں تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر اسی سے خود ہی ایک مرتبہ ملاقات کر لوں تو نفاذ اچھا ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں خود ہی اپنی ماں سے مل آؤں۔ اگر آپ میرانی کریں تو کسی ایسے شخص کو میرے ساتھ بھیج دیں جو واپسی تک مجھے خطرات سے محفوظ رکھ سکے۔“ میں نے کہا اور امید بھری نظروں سے جاٹان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ جاٹان صاحب میری بات سن کر کچھ سوچنے لگے۔ کچھ دیر بعد وہ بولے۔ ”فی الحال تو یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم لوگ کچھ مسائل

اردو فینز کے لئے [pk7e@hotmail.com](mailto:pk7e@hotmail.com)

دو فیئر کے لیے

میں اچھے ہوئے ہیں، تقریباً ایک ماہ بعد تمہاری تجویز پر عمل ہو سکتا ہے۔ اس لئے....." ابھی انہوں نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ قریب رکھے ٹیلیفون کی کھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے ریسپورڈ اٹھا کر جیلو کھا اور پھر کسی دوسری زبان میں بات چیت کرنے لگے۔ فون دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے گھر فون کر لوں۔ اب سے پہلے مجھے فون کا خیال اس لئے نہیں آیا تھا کہ مجھے خودی مگر جانے کی امید تھی لیکن اب مایوسی کے عالم میں فون مجھے بہت بڑا سہارا لگ رہا تھا۔ جاشان صاحب نے جو نئی ریسپورڈ کرڈیل پر رکھا، میں نے ان سے کہا۔ "اگر ایک مہینے کی بات ہے۔ تو پھر کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں اپنی ماں سے فون کر کے بات کر لوں؟"

جاشان صاحب کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے۔ "تم فون کر سکتے ہو لیکن یہاں سے نہیں بلکہ ٹیلی فون کے آفس سے شام کو شاہو کے ساتھ جا کر فون کر لینا۔" میں سمجھ گیا کہ وہ محض احتیاط کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ انہیں خطرہ ہو گا کہ فون پر کوئی میری بات چیت نہ سن لے اور کوئی پریشان کن صورت حال سامنے نہ آجائے۔ "جی ٹھیک ہے۔ میں شام کو فون کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔" جا شان صاحب نے پائپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

میں اللہ کران کے کمرے سے باہر آگیا۔ میں نے اداہر اوہر دیکھا۔ شاکو وہیں ٹھہریں لہا۔  
تو۔ م۔ ایسے کمرے م، آگیا۔ شاکو وہاں کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے فوراً پوچھا۔ ”کیا ہوا؟“

”جاشان صاحب مجھے اپنی ماں سے ملنے کے لیے گھر بھیجے پر راضی ہیں لیکن ایک ماہ بعد۔“ وہ کہہ کر

دیر سوچا رہا پھر بولا۔ "میں جاشان صاحب کے حق میں ہر وقت دعا کرتا ہوں، وہ نہایت رحم دل آدمی

ہیں اور کسی کو تکلیف یا پریشانی میں نہیں دیکھ سکتے۔" میں نے اس سے گریب کرنا چاہا مگر وہ اس نے کہا:

"حاشانہ صاحب! آخر ظرا سراسر دینا ہے کیوں تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو اس

پڑا سارا دنیا ہے الگ رہ کر بھی ایک بہترین زندگی گزار سکتے ہیں۔"

”کیا تم مجھے وہ وجہ بتاؤ کہ تم نے؟“ میں نے محتاط انداز میں شاکو سے پوچھا۔

”دراصل جاشان صاحب شیطان کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔“ شاکو نے بتایا۔

”شیطان کے خلاف جنگ“ میں نے دھیرے سے کہا اور سوچے گا کہ یہ وہی سیطان ہے جس نے قرآن میں سے پا کوئی اور بلا ہے۔ میں نے شاکو سے کہا۔ ”شاکو ہمارے قرآن میں بھی شیطان کا ذمہ دار ہے۔“

ہے۔ کیا تم اسی شیطان کی بات کر رہے ہو؟

ہے! نہیں لیکن اس کی حرکتیں بالکل اسی شیطان جیسی ہیں۔ شاید یہ وہی ہو۔ "شاگو نے سوچتے ہو۔"

جواب دیا۔  
 "اس جنگ کا مقصد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"چلو جلدی آ جاؤ نیکل پر۔" وہ اپنی بات ختم کر کے چل دیا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور ہاتھ روم میں آ گیا۔ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر ڈانٹنگ ہال میں پہنچ گیا۔ جاشان صاحب وغیرہ وہاں موجود نہیں تھے۔ میں شاکو کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا جاشان صاحب اور دوسرے لوگ نہیں آئیں گے؟"

"بس آنے والے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا۔ "اور تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ لوگ کام سے گئے ہیں۔ رات میں آئیں گے۔" شاکو نے جواب دیا اور پھر جاشان صاحب اور اندروما کی طرف دیکھنے لگا جو باتیں کرتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ وہ لوگ آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جاشان صاحب نے میری طرف تشریفی نظروں سے دیکھا اور چائے کی طرف متوجہ ہوئے۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد شاکو مجھے لے کر برآمدے میں آ گیا۔ اس نے وہاں موجود ایک ملازم سے پوچھا۔ "بھئی وہ میری گاڑی کہاں کھڑی ہے؟"

"وہیں جہاں کھڑی ہوتی ہے۔" ملازم نے مسکرا کر جواب دیا۔ شاکو ہنستے ہوئے بولا۔ "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" وہ مجھے لے کر بیچلے کے کیراج طرف آ گیا۔ وہاں تین مختلف مالوں کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ شاکو نیلے رنگ کی ایک چھوٹی سی کار کی طرف بڑھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ہماری گاڑی باہر سڑک پر رواں دواں تھی۔

"کیا یہ تمہاری گاڑی ہے؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"نہیں، لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"دراصل تم ملازم سے پوچھ رہے تھے کہ میری گاڑی کہاں کھڑی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ شاید یہ تمہاری....." ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ شاکو ایک ہلکا سا تھک لگا کر بولا۔ "دراصل میں جب بھی یہاں آتا ہوں تو یہی گاڑی استعمال کرتا ہوں۔ بس اسی لئے میں نے اسے اپنی گاڑی کہا تھا۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تم فکر نہ کرو۔ ہم نیلی فون آفس جا رہے ہیں۔" شاکو نے میرے دل میں چھپی بات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں کے درمیان کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ شاکو ذرا نیوٹنگ میں مصروف رہا جبکہ میں آفس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

"لو بھئی۔" آگیا نیلی فون آفس۔ "شاکو نے کہا پھر کچھ ہی دور مجھے نیلی فون آفس نظر آ رہا تھا۔ شاکو نے ایک مناسب جگہ پر گاڑی پار کر دی اور ہم نیلی فون آفس کے اندر آ گئے۔ میں نے آپریٹر کو نمبر دیا اور انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپریٹر نے مجھ سے کہا۔ "جائیے۔ بوٹھ نمبر چار میں بات کیجئے۔" میں تقریباً دوڑتا ہوا بوٹھ میں پہنچا۔ ریسپور کان سے لگنے کے بعد میں نے ہیلو کہا تو دوسری طرف سے کسی مرد نے ہیلو کہا۔ میں نے جلدی ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ میرے ماسوں کی آواز تھی۔

"ہیلو ماسوں! میں سلطان بول رہا ہوں۔"

"شیطان کا خاتمہ!" شاکو نے جواب دیا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔" میں نے پرجوش لہجے میں کلمہ شاکو نے گہری نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "اس کے لیے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا پڑے گا۔" میں تیار ہوں۔ جاشان صاحب ایک نیک مقصد کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ اس لئے میں اس وقت تک تم لوگوں کے ساتھ رہنے کو تیار ہوں جب تک شیطان کا خاتمہ نہ ہو جائے۔" میں نے ایک بار پھر پرجوش انداز میں کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمہارا جذبہ دیکھ کر یقیناً جاشان صاحب بہت خوش ہوں گے۔"

"مجھے بھی ان کا ساتھ دے کر بہت خوشی ہوگی۔" شاکو چند لمبے تک میری طرف گہری نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اگر جاشان صاحب نے تمہیں آزاد کر دیا اور گھر جانے کی اجازت دے دی تو کیا پھر بھی تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟"

"ہاں ضرور!" میں نے مستحکم لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن تمہارے گھریار اور کاروبار کا کیا بنے گا؟" شاکو نے پوچھا۔

"میں تمام معاملات سنبھال لوں گا اور تم لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارے خیالات آج ہی جاشان صاحب تک پہنچا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور تمہارے جذبے کی قدر کریں گے۔" شاکو نے کہا پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "تم جاہو تو آرام کر لو، میں بھی کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ شام کی چائے کے بعد ہم بازار چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا تو شاکو کمرے سے باہر چلا گیا اور میں بستر پر دراز ہو گیا اور جاشان صاحب کے متعلق سوچنے لگا کہ جاشان صاحب اس دنیا کی بقاء کے لیے بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً بہت اچھے انسان ہیں جن کے دل میں انسانیت کا درد ہے ورنہ انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اس دنیا اور انسانوں کی بقاء کے لیے شیطان سے جنگ کریں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا وہ مالدار اور اثر و رسوخ والے آدمی تھے۔ وہ چاہتے تو شیطان والے معاملے سے الگ رہ کر ایک بھرپور زندگی گزار سکتے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ آخر وہ شیطان کون ہے اور کہاں ہے اور جاشان صاحب نے اس کے خاتمے کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا ہے۔ ایسی تمام باتیں فی الحال میری سمجھ سے بالاتر تھیں مگر مجھے امید تھی کہ جاشان صاحب کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ مجھے بہت سی باتیں سمجھ آ جائیں گی۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا پھر مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے نیند کو بھگانے کی کوشش نہیں کی بلکہ جلی جلی فنودگی سے لطف اندوز ہونے لگا اور بالآخر میں سو گیا۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ میں نے گہری کی طرف دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں تقریباً دو گھنٹے تک سویا رہا ہوں۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے شاکو کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا نیند کی گولیاں کھا کر سوئے تھے؟" میں نے ہنس کر جواب دیا۔ "نہیں! ایسی کوئی بات نہیں۔" دراصل رات کو زین میں میں صبح طود پر سو نہیں سکا اس لئے اب آرام سے سو رہا تھا۔"

"تم..... تم کہاں سے بول رہے ہو؟ تم خیریت سے تو ہو ناں؟" ماموں نے پریشانی سے پوچھا۔  
 "جی ماموں میں خیریت سے ہوں۔ اسی کیسی ہیں 'انہیں بلائے۔' میں نے بے تابی سے کہا۔  
 "تمہاری اسی ہسپتال میں ہیں۔ تمہارے....." ماموں نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے ان کی بات کاٹ دی۔ "کیا ہوا ای کو؟ وہ ٹھیک تو ہیں ناں!"  
 "وہ تمہارے غائب ہو جانے کے بعد سے بست بیمار ہیں۔ تم جلدی سے آ جاؤ۔ کہاں سے بول رہے ہو؟" ماموں نے پوچھا۔

"ماموں! میں بست دور سے بول رہا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ میں تقریباً ایک ماہ سے پہلے نہیں آ سکتا۔ آپ اسی کو میرے بارے میں بتا دیجئے کہ میں خیریت سے ہوں۔" میں نے کہا۔  
 "تم ایسا کو ہسپتال میں فون کرو اور اپنی اسی سے بات کرو۔ میں ہسپتال پہنچتا ہوں۔ تم تقریباً پندرہ منٹ بعد مجھے فون کرو۔" ماموں نے کہا۔

"اچھا ہسپتال کا نمبر لکھوائے۔" میں نے کہا۔ ماموں نے نمبر لکھوائے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔  
 میں بھی ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آ گیا۔  
 "ہو گئی اسی سے بات؟" شاگو نے مسکرا کر پوچھا۔  
 "نہیں!" میں نے مختصر جواب دیا اور صوفے پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔  
 "پھر کس سے بات کی تم نے؟" شاگو نے پوچھا۔

"اپنے ماموں سے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ میری گمشدگی کی وجہ سے اسی بیمار ہو گئی ہیں اور ہسپتال میں ہیں۔ انہوں نے مجھے ہسپتال کا نمبر دے کر کہا ہے کہ میں پندرہ منٹ بعد وہاں فون کروں تاکہ اسی سے بات کر سکوں۔" مجھے پریشان دیکھ کر شاگو نے میرا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری اسی تم سے بات کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائیں گی۔" میں نے کوئی بات نہیں کی تقریباً پندرہ منٹ بعد میں نے اٹھ کر آرہیز کو نمبر دیا۔ اس نے نمبر ملا کر مجھے بوتھ میں جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے بوتھ میں آ کر ریسیور اٹھایا اور بیلو کہا۔ "ہیلو" چارلس ہسپتال! آپ کون ہیں اور آپ نے کس سے بات کرنی ہے؟" لیڈی آپریٹر نے پوچھا۔  
 "میرا نام سلطان ہے یہاں آپ کے پاس....." ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ آرہیز بولی۔ "جی ٹھیک ہے۔ اپنی والدہ سے بات کیجئے۔" پھر ٹیلی فون پر اسی کی آواز سنائی دی تو میں نے کہا۔ "اسی آپ کیسی ہیں؟"

"تم کہاں ہو بیٹا؟" اسی نے کزور سے آواز میں پوچھا۔  
 "اسی میں خیریت سے ہوں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں کیا ہوا ہے آپ کو؟" میں نے اسی سے پوچھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا بیٹا۔ میں ٹھیک ہوں۔ تمہارے گم ہو جانے کی وجہ سے ذرا طبیعت خراب ہو گئی تھی اور اب تمہاری خیریت کا سن کر تو میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔ تم کہاں سے بول رہے ہو؟ تمہارے ماموں بتا رہے تھے کہ تم ایک ماہ بعد آؤ گے۔ ابھی کیوں نہیں آتے؟" اسی نے جذبات سے

بہرہ رعبے میں کہا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے جذبات کو روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔  
 "اسی جب میں گاؤں جا رہا تھا تو راستے میں مجھے کچھ ڈاکوؤں نے اغوا کر لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مجھے یہ غلام بنا کر وہ آپ سے بڑی رقم حاصل کریں گے لیکن پھر ان ڈاکوؤں کا مقابلہ ایک اور ڈاکوؤں کے گروہ سے ہو گیا۔ اس طرح میں ان ڈاکوؤں کے قبضے میں آ گیا۔ اب ان ڈاکوؤں سے میری بات چیت طے ہو گئی ہے لیکن ان کی چند مجبوریاں ہیں۔ اس لئے مجھے تقریباً ایک ماہ ان کے ساتھ رہنا ہوگا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ اب کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ ان ڈاکوؤں نے اگر مجھے نقصان پہنچانا ہوتا تو پہنچا دیتے۔ انہوں نے کچھ رقم کا مطالبہ کیا ہے جو میں انہیں دے دوں گا۔ ڈاکوؤں کے سروار کی اجازت سے ہی ایک جگہ سے آپ کو فون کر رہا ہوں۔" میں نے اسی سے کہا۔  
 "تم جلدی نہیں آ سکتے بیٹا؟" اسی نے بے تابی سے پوچھا۔  
 "اسی ان لوگوں کی کچھ مجبوریاں ہیں ورنہ میری درخواست ہے کہ میں ابھی آ جاؤں۔" میں نے کہا۔

"تمہاری جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟" اسی نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔  
 "اسی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آرام سے رہتا ہوں" خوب کھانا پیتا ہوں اور مزے سے سوتا ہوں۔" میں نے اسی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔  
 "تم نے اب سے پہلے فون کیوں نہیں کیا؟" اسی نے پوچھا۔  
 "بس ان لوگوں کے حالات ایسے نہیں تھے کہ میں فون کر سکتا۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ میں اب آپ کو فون کرتا رہوں گا۔" میں نے کہا۔

"اگر ہو سکے تو جلدی آ جانا۔" اسی نے کہا۔  
 "میں اپنی سی کوشش کروں گا کہ یہ لوگ مجھے جلد چھوڑ دیں لیکن اسی آپ وعدہ کریں کہ اب آپ میرے بارے میں پریشان نہیں ہوں گی۔" میں نے کہا۔  
 اسی کچھ دیر کی تاخیر کے بعد بولیں۔ "یہ کیسے ممکن ہے بیٹا کہ میں تمہارے لیے پریشان نہ ہوں لیکن تم فکر نہ کرو میں خود کو مطمئن رکھنے کی کوشش کروں گی۔"  
 "اسی! اگر آپ پریشان رہیں گی تو میں بھی پریشان رہوں گا۔" میں نے کہا تو وہ بولیں۔ "اچھا میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اب پریشان نہیں رہوں گی لیکن تم فون کرتے رہنا۔"  
 "ٹھیک ہے اسی! میں فون کرتا رہوں گا۔ اچھا خدا حافظ!" میں نے کہا تو اسی نے بھی خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

میں بوتھ سے باہر آ گیا۔ شاگو ایک سگریٹ سٹیک کر کسی سوچ میں گم تھا۔ مجھے اپنے قریب پا کر وہ چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔ "ہو گئی بات اسی سے؟"  
 "ہاں ہو گئی۔" میں نے اس کے قریب بیٹھے ہوئے کہا۔  
 "تم کافی مطمئن نظر آ رہے ہو۔" شاگو نے پوچھا۔  
 "ہاں" میں نے انہیں کافی حد تک مطمئن کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ کہہ رہی تھیں کہ جب تک

”میں کچھ سمجھا نہیں۔“ میں نے تدریس سے کہا۔

”دراصل وہ ایک بدروح ہیں جنہوں نے اب انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ یہ جس شخص کی روح ہے وہ گیارہ دسمبر 1803ء کو فرانس میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا نام ان کے والدین نے لوئیس بیکٹر برلویس رکھا تھا۔ پیدائش کے وقت یا اس سے پہلے ہی شیطان نے برلویس پر قبضہ کر لیا تھا۔ برلویس جوں جوں بڑے ہوئے ان کا رجحان موسیقی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اپنے شوق کے پیش نظر انہوں نے موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ان کے والد ایک ڈاکٹر تھے اور انہیں بھی ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے لیکن برلویس ایک ماہر پانہ نواز بن گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے وائلن بجانے میں بھی مہارت حاصل کی۔ موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود وہ غیر مطمئن رہے۔ اکثر انہیں ایسے خواب آتے تھے جن میں انہیں آوازوں کے ذریعے باور کرایا جاتا تھا کہ ان کی موسیقی اور تربیت دونوں نامطلوبہ ہیں۔ برلویس نے ان خوابوں کا تذکرہ اپنے دوستوں وغیرہ سے بھی کیا لیکن کچھ لوگوں نے ان کی بات کو اہمیت نہیں دی اور کچھ نے اہمیت دی لیکن وہ خوابوں کے اسرار تک نہیں پہنچ سکے۔ دراصل برلویس کو خواب میں شیطان ہدایات دیتا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر موسیقی ہمارے لئے بجاؤ کے تو عزت اور دولت اور شہرت پاؤ گے اور اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو تمہارا موجودہ فن چھین لیا جائے گا اور تم ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ برلویس شیطان کی دھمکیوں سے ڈر گئے کیونکہ وہ شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے کچھ دوستوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے انہیں چرچ میں جانے اور دعا کروانے کا مشورہ دیا۔ برلویس نے جیسے ہی چرچ اور دعا کے بارے میں سوچنا شروع کیا خواب میں سنائی دینے والی آوازوں نے شیطانی شکل اختیار کر لی۔ وہ شیطانی اشکال برلویس سے موسیقی کے بارے میں پوچھ کچھ کرتیں اور ہدایات بھی دیتیں۔ برلویس شیطان کی دھمکیوں کی وجہ سے بہت خوفزدہ تھے۔ لہذا موت کے خوف کی وجہ سے انہوں نے کچھ کچھ دل میں شیطان کو تسلیم کر لیا۔ برلویس نے اپنے کچھ اطہانی دوستوں سے اپنے خوابوں کا تذکرہ کیا۔ وہ کھڑ رات، قبرستانوں اور دیگر دیران و سنان جگہوں پر جا۔ نشی کرتے تھے اور جادو کی طریقے سے مختلف روحوں کو قبضے میں کرنے کے عمل و جاپ کرتے تھے۔ انہوں نے ہی برلویس کو موسیقی کی جانب ایک نیا قدم اٹھانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے برلویس کو بتایا کہ اگر انہوں نے شیطان کی بات نہ مانی تو وہ انہیں ختم کر دے گا۔ یوں برلویس نے خوفزدہ ہو کر شیطان کو مکمل طور پر تسلیم کر لیا۔ شیطان نے برلویس کی باقاعدہ تربیت شروع کر دی اور پھر ان کی موسیقی نے فرانس اور روم میں تہلکہ مچا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے موسیقی کے وہ سر بھی تلاش کر لئے جن کے بجانے سے بدروحوں، چڑیلوں اور شیطان کے کارندوں کو بلایا جاسکتا تھا۔ ان کی موسیقی میں انفرادیت اور نئے نئے کاجو عنصر شامل ہوا تھا اسی کے باعث لوگ ان کے پردکاروں میں دھڑا دھڑ شامل ہوتے تھے۔ اس زمانے میں یورپ میں ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام تھا ”دی کریٹ کپوزرز“ اس کتاب میں برلویس کو ایک عظیم مگر غیر سچی موسیقار لکھا گیا ہے کیونکہ شیطان کو تسلیم کرنے کے بعد برلویس کا مسیحیت سے کوئی تعلق باواسطہ نہیں رہا تھا۔ اگر کبھی انہیں گرجا گھر میں موسیقی کے لیے کہا جاتا تو انہیں ہین آ جاتا اور گھبراہٹ کی وجہ سے وہ سخت رویہ اختیار کر لیتے تھے۔ 24 سال کی عمر میں برلویس کو

میں گھر نہیں آ جاتا نہیں فون کرتا رہوں۔“ میں نے شاگو کو بتایا۔

”ٹھیک ہے۔ تم وقتاً فوقتاً انہیں فون کرتے رہنا۔“ شاگو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی اٹھ کر ہوا۔ شاگو نے آپریٹر کو رقم ادا کی اور ہم لوگ ٹیلی فون آفس سے باہر آ گئے۔ کچھ دیر شاگنگ کرنے کے بعد ہم لوگ واپس بیچلے پر پہنچ گئے۔ میں اپنا سامان لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے فوراً غسل کر اور سنے کپڑوں کا ایک جوڑا پہن لیا۔ دراصل میں پرانے کپڑوں سے میل اور پیسنے کی وجہ سے فوراً نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ رات کے کمانے پر کوئی خاص قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن رات کے کمانے کے بعد جاشان صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو جاشان صاحب اور ان کی بیگم آرام وہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ جاشان صاحب نے مجھے بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔ ”کیا تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟“

”جی ہاں۔ ایک ٹیک اور عظیم مقصد کے لیے میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”مجھے اندازہ ہے کہ تم ایک بہادر اور سمجھدار آدمی ہو لیکن کیا تم کمزور اور خوفناک حالات کا مقابلہ کر سکو گے؟“ جاشان صاحب نے پوچھا۔

”جی ہاں مجھے اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہے کہ میں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔“

شاگل کی قید میں رہتے ہوئے میں بہت سی خوفناک بلائیں وغیرہ دیکھ چکا ہوں مگر میرے دل سے ان خوف ختم ہو چکا ہے۔“ میں نے انہیں بتایا۔

”لیکن اگر میں یہ کہوں کہ کسی وقت تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے تو؟“ جاشان صاحب نے جواب طلب انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے۔

”اگر کسی ٹیک مقصد کے لیے میری جان بھی چلی جائے گی تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔“ میں نے پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

”دیری گڈ“ تو سمجھو کہ آج سے تم ہمارے دوست بن گئے ہو۔ سب سے پہلے تمہارے ذمے ایک کام لگا رہا ہوں۔“ جاشان صاحب نے کہا اور قریب پڑا پاپ اٹھانے لگے۔

”جی فرمائیے!“ میں نے متوجہ انداز میں کہا۔ جاشان صاحب نے پاپ میں تمباکو بھرنے کے بعد اسے سلگایا اور گویا ہوئے۔ ”ابھی کچھ دیر بعد ایک صاحب آنے والے ہیں۔ جنہیں ان کے ساتھ مل کر پاکستان جانا ہوگا۔“ جاشان صاحب نے پاپ کا ایک کس لگایا اور میں سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ مزید کیا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ دھواں فضا میں بکھیرنے کے بعد بولے۔ ”پاکستان میں ہمارے

ایک دوست ہیں تیمور۔ انہوں نے بہت کچھ ہمارے پاس رہ کر سیکھا ہے لیکن ان کا زیادہ تر رجحان ٹیلی ویژن کی طرف تھا اس لئے انہوں نے ٹیلی ویژن میں مہارت حاصل کی۔ اب وہ بھی مختلف برائیوں کے خلاف نمودار آنا ہیں۔ جنہیں ان کے ساتھ مل کر میری ہدایات کے مطابق کام کرنا ہوگا۔“ جاشان صاحب نے ایک بار پھر اپنی ٹھنک روک کر پاپ کا کس لگایا اور دھواں سے کچھ لطف اندوز ہونے کے بعد اسے

فضائیں بکھر کر بولے۔ ”یہ جو صاحب ابھی آنے والے ہیں دراصل انسان نہیں ہیں۔“

"اب ہمیں اور سلطان کو پاکستان جانا ہے جہاں ہمیں ایک ٹیلی ویژن کے ماہر تیمور کے ساتھ مل کر شیطان کے خلاف کارروائیاں کرنی ہیں۔"

"ہمیں وہاں کیا کرنا ہے؟" برلویض نے پوچھا۔

"وہاں شیطان کے کئی چیلوں اور ہمدردوں نے دنیا کی جہاں کے حوالے سے کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں اور وہ سب وہاں اپنے آپ کو مضبوط کر رہے ہیں۔ تیمور ہمیں ان ٹھکانوں کا پتہ بتائیں گے اور مختلف معاملات میں تمہاری مدد بھی کریں گے۔ میں ان کے نام ہمیں ایک خط لکھ کر دے دوں گا۔ وہ تم انہیں دے دینا۔ اسے پڑھ کر وہ صورت حال کے مطابق کوئی فیصلہ کریں گے۔ پھر ہمیں بتائیں گے کہ کیا کرنا ہے؟" جاشان صاحب نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کتب روانہ ہونا چاہیے؟" برلویض نے جاشان صاحب سے پوچھا۔

"پرسوں۔ اس دوران سلطان کے کاغذات وغیرہ بن جائیں گے اور یہ ہوائی سفر کر سکیں گے۔" جاشان صاحب نے بتایا۔

"ٹھیک ہے میں پرسوں حاضر ہو جاؤں گا۔ کیا اب میں جاسکتا ہوں؟" برلویض نے پوچھا۔

"ہاں تم جاسکتے ہو۔" جاشان صاحب نے کہا تو برلویض چلا گیا۔ تو میں نے جاشان صاحب سے کہا۔ "اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ آرام کرو۔" جاشان صاحب نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔ میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ ایک سگریٹ سلک کر میں کر لی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب پاکستان میں نہ جانے کیا حالات پیش آئیں گے میں بہت دیر تک جاؤں اور مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر سوچا۔ صبح ناشتے کے بعد شاہ کو میرے ساتھ کمرے میں آگیا اور آرام سے بیٹھنے کے بعد مجھ سے بولا۔ "آج شام تک تمہارا پاسپورٹ، ٹکٹ اور دیگر کاغذات آجائیں گے۔ کل ہمیں کراچی روانہ ہونا ہے۔ اب تمہارا نام اقبال ہوگا اور تم اس نام سے سفر کرو گے جبکہ کل تمہارا میک اپ بدل دوں گا۔"

"یہ تم کیسا میک اپ کر رہے ہو؟ اتنا ہی نہیں۔" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"یہ دراصل ایک قسم کی پلاسٹک سرجری ہے جو ایک خاص کیمیکل سے اترتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے اتارنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔" شاہ نے بتایا۔

"یہ اقبال کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہمارا ہی ایک آدمی ہے جو آج کل ہمیں کام کر رہا ہے۔ اس کے پاسپورٹ پر تم سفر کرو گے۔ بس ذرا ذہن رکھنا کہ اب تم سلطان نہیں بلکہ اقبال ہو جاؤ گے۔" شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم گھرنہ کرو میں ہر وقت اس بات کا خیال رکھوں گا۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ پھر چند لمبے توقف کے بعد میں نے شاہ سے پوچھا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ شیطان سے جنگ میں اس کا مقابلہ کیسے کروں گا؟"

"ہمیں وہاں برلویض اور تیمور صاحب کی ہدایات کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ ہمیں دی کام دیا

مسیحیت سے خارج کر دیا گیا اور ان کے والد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برلویض نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور اپنی محبوبہ کے ساتھ رہنے لگے۔ برلویض نے موسیقی میں جنسی تہیاب کا تصور بھی متعارف کروانے سے وہ "روحوں کا ملاپ" کہتے تھے۔ روحوں کے ملاپ والے فردوں کو جب برلویض رات کو تنہائی میں بجاتے تھے تو ان کے پاس روحوں کا میلہ لگ جاتا تھا۔ یہ بات جب برلویض کی محبوبہ کو معلوم ہوئی تو خوفزدہ ہو کر انہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ بعد میں برلویض نے شادی کرنا چاہی تو کسی نے بھی ان سے شادی نہیں کی۔ ان کی تنہائی اور مایوسی کو دیکھ کر ان کی محبوبہ ان کے پاس واپس آ گئی اور ان سے شادی کر لی۔ یہ بات شاید شیطان کو پسند نہیں آئی اور یوں بہت پر اسرار حالات میں برلویض کی بیوی کا انتقال گیا۔ اس کے بعد برلویض نے ایک اور شادی کی لیکن ان کی دوسری بیوی بھی پہلی والی کی طرح نہایت پر اسرار حالات میں انتقال کر گئی۔ اس کے بعد برلویض نے شادی نہیں کی۔ برلویض کو شیطان نے کئی ہدایت کی تھی کہ جب بھی برلویض کو حکم دیا جائے گا تو انہیں یہ دنیا چھوڑنی پڑے گی۔ اس کے بعد میں انہیں ستارہ زہرہ (وفس) پر "بنت ابدی" میں جگہ دے دی جائے گی۔ یوں 1979ء میں برلویض شیطان کی طرف سے یہ دنیا چھوڑنے کا حکم ملا اور برلویض نے زہر کھا کر خود کشی کر لی۔ "جاشان صاحب نے برلویض کے متعلق تفصیل بتانے کے بعد اپنے باپ کو دیکھا وہ مجھ چکا تھا۔ انہوں نے اسے پھر اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "تم یقیناً سوچ رہے ہو گے کہ برلویض کی روح ہمارے پاس کیسے گئی؟"

"شیطان سے ایک جھڑپ کے دوران برلویض ہم سے لڑنے آئے تو ہم نے شیطان کا حملہ پسپا کر کے برلویض اور ان کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ سب اب ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے لئے کام کرتے ہیں۔ گرفتاری کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ شیطان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ جب ہم انہیں شیطان کے خلاف کام کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے فوری طور پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اب کچھ دیر بعد وہ....." جاشان صاحب نے ابھی مزید کچھ کہنا چاہا کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ جاشان صاحب نے "نہیں" کہا تو دھیرے سے دروازہ کھلا۔ ایک خوبصورت اور صحت مند شخص مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس نے نیلے رنگ کی جینز اور کالی شرت پہن رکھی تھی جبکہ اس کے پیروں پر اسپورٹس شوز تھے۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں" تم بالکل صحیح وقت پر آ گئے ہو ان سے ملو۔ یہ ہیں سلطان، ہمارے نئے ساتھی۔" شخص نے میری طرف مصالحتی کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ جاشان صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "میں ہیں برلویض، جن کا میں تم سے تذکرہ کر رہا تھا۔"

میں نے جو نمی برلویض کا ہاتھ تھا تو مجھے یوں لگا جیسے میں نے برف ہاتھ میں پکڑ لی ہے۔ مجھ کو سمجھ گیا کہ وہ روح ہے انسان نہیں لہذا انسانوں کی طرح ان کا جسم گرم نہیں ہو سکتا۔ "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں نے کہا۔



بار۔ میں بات چیت کی تھی اور تیمور صاحب کو ہدایت کی تھی کہ وہ شیطان کے خلاف کارروائیوں میں بھرپور طریقے سے حصہ لیں۔" برلویس نے بتایا۔

"کیا تم نے اب سے پہلے شیطان کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔  
"ہاں، لیکن بھرپور طریقے سے نہیں۔ وہ سب چھوٹی موٹی جھڑپیں ہی تھیں لیکن میرا خیال ہے کہ اس مرتبہ شیطان سے ہمارا سخت مقابلہ ہو سکتا ہے۔" برلویس نے کہا۔ اس کے لیے میں مجھے کاغذ پر شامل تھا۔ ہم دونوں کراچی انٹرنیٹ پر پہنچے تک موسم 'سیاست' کھیل اور دیگر تمام موضوعات پر بات چیت کرتے رہے۔

ہم دونوں انٹرنیٹ سے باہر آئے تو ایک آدمی کو دیکھ کر برلویس نے ہاتھ بلایا اس آدمی نے قریب آکر ہم سے مصافحہ کیا اور ہمیں لے کر ایک گاڑی کے پاس آگیا۔ ہم لوگ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں پھر گاڑی ایک شاندار پینکے کے سامنے رگ گئی۔ ڈرائیور نے ہارن بجایا تو میٹ کھل گیا۔ گاڑی اندر داخل ہو گئی۔ ڈرائیور نے ہمیں اتارا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ "آپ لوگ میرے ساتھ آئیے۔" ایک ملازم نے ہمارے قریب آکر کہا۔

ہم دونوں اس کے ساتھ چل دیے۔ ملازم ہمیں لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ ڈرائنگ روم خوب اچھی طرح سجایا گیا تھا۔ "آپ لوگ یہاں بیٹھیں صاحب ابھی آتے ہیں۔" ملازم نے کہا اور چلا گیا۔ ہم دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا جب کہ برلویس نے قریب پڑا ایک رسالہ اٹھا لیا۔

کچھ دیر بعد ایک طرف سے ایک شخص آگیا۔ کھائی دیا۔ میں اور برلویس اسے دیکھ کر تعظیماً کمرے ہو گئے۔ اس شخص کی عمر تقریباً پچاس سال تھی لیکن اسے کسرتی بدن اور اچھی صحت کی وجہ سے وہ کسی طرح پچیس تیس سال کے صحت مند نوجوان سے کم نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے قریب آکر برلویس اور مجھ سے مصافحہ کیا اور بولا۔ "مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" میں صرف مسکرا دیا لیکن برلویس بولا۔ "ہمیں بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں سمجھ گیا کہ یہی تیمور صاحب ہیں۔ "مجھے جاشان صاحب نے کل ٹیلی فون پر آپ لوگوں کے آنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کے پاس کوئی خط ہے؟" تیمور صاحب نے کہا۔

"جی ہاں۔ یہ رہا۔" برلویس نے اپنی جیب میں سے ایک لفافہ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تیمور صاحب نے لفافے میں سے کاغذ نکالا اور اس پر کلمی تحریر پڑھنے لگے۔ تحریر پڑھ لینے کے بعد وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے۔ "جاشان صاحب نے مجھے شیطان سے مقابلہ کرنے کے لیے کہا ہے اور اس سلسلے میں لائحہ عمل طے کرنے کی ذمہ داری بھی مجھ پر ڈال دی ہے۔ فوری طور پر تو میں کوئی لائحہ عمل نہیں بنا سکتا۔ البتہ سوچ کر آپ لوگوں کو بتاؤں گا۔ فی الحال آپ لوگ نماز و کھانا کر لیں ہو جائیں۔ چائے پکے اور اگر آرام کرنا چاہیں تو آرام کریں۔" تیمور صاحب نے اپنی بات ختم کر کے ملازم کو پکارا تو ملازم فوراً ہی آگیا۔ تیمور صاحب نے اس سے کہا۔ "مہمانوں کو ان کے کمرے دکھاؤ اور ان کا سامان ان کے کمروں میں پہنچا دو۔"

جائے گا جو تم کر سکتے ہو۔ جب تم واپس آؤ گے تو پھر باقاعدہ تمہاری تربیت شروع کروں گا اور تربیت کے مراحل جس طرح طے ہوتے جائیں گے تمہیں زیادہ سخت مقابلوں کے لیے بھیجا جائے گا۔ پاکستان بھیجا جانا تمہاری آزمائش بھی ہے۔ وہاں سے واپس پر ہم تمہارے متعلق فیصلہ کریں گے کہ تمہیں جلد از جلد کیا کچھ سکھایا جا سکتا ہے۔" شاکو نے بتایا۔

دوسرے روز شاکو نے میرا میک اپ بدل دیا۔ اب میں ایک بالکل مختلف انسان بن چکا تھا۔ کچھ دیر بعد جب شاکو نے مجھے پاسپورٹ وغیرہ دیا تو اس میں مگی تصویر دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ شاکو نے میرا جو میک اپ کیا تھا تصویر اس سے سو فیصد ملتی جلتی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شاکو کی تعریف کی۔ میں اپنے کمرے میں تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ سامنے شاکو کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں بالکل۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اٹھاؤ اپنا سامان اور میرے ساتھ آؤ۔" شاکو نے کہا تو میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور شاکو کے ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے لے کر برآمدے میں آگیا۔ وہاں ایک گاڑی تیار کھڑی تھی۔ میں اور شاکو گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ہم لوگ انٹرنیٹ کی طرف جا رہے تھے۔ "برلویس کہاں ہے؟" میں نے دھیرے سے شاکو سے پوچھا تاکہ ڈرائیور نہ سن سکے۔ "وہ وہیں انٹرنیٹ پر بیٹھ گئے۔" شاکو نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ اسے شاید ڈرائیور کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ انٹرنیٹ پہنچ گئے۔ ڈرائیور گاڑی میں ہی بیٹھا رہا اور شاکو میرے ساتھ لاؤنج میں آگیا۔ برلویس کو ڈھونڈنے میں ہمیں دشواری نہیں ہوئی۔ وہ جلد ہی ہمیں مل گیا۔ ہم دونوں سے ہاتھ ملانے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں ابھی اقبال صاحب آپ کیسے ہیں؟"

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ برلویس شاکو سے مخاطب ہوا۔ "اچھا آپ جائیں۔ ہم لوگ اندر جا رہے ہیں تاکہ سامان چیک کر دیا کریں۔"

"اوکے پھر ملاقات ہوگی۔" شاکو نے خوشدلی سے کہا اور ہاتھ ملانے کے بعد چلا گیا۔ ہم دونوں تمام ضروری معاملات سے نمٹنے کے بعد جناز میں آکر بیٹھ گئے۔ "آپ تو بغیر جناز کے بھی پاکستان پہنچ سکتے تھے؟" میں نے برلویس سے کہا۔ دراصل میرا خیال تھا کہ وہ تو ایک روح ہے۔ اس لئے سفر کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی چاہئے۔

برلویس مسکرا کر بولا۔ "شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں ایک روح ہوں اس لئے بغیر کسی چیز کے سفر کر سکتا ہوں تو ایسا نہیں ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے یہ جسم حاصل کیا ہے اور اب اگر میں اسے چھوڑ دوں گا تو یہ وہیں پڑا رہے گا جہاں میں اسے چھوڑ دوں گا۔ لہذا میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔"

"کیا تم پہلے تیمور صاحب سے ملے ہو؟" میں نے بے تکلف ہو کر پوچھا۔  
"نہیں ان کی تصویر دیکھی ہے میں نے۔" برلویس نے بتایا۔ "اب سے پہلے وہ منشیات فروشوں اور مختلف طریقوں سے انسان کو موت کے گھاٹ اتارنے والوں کے خلاف کارروائیاں کرتے رہے۔"

رات کو میں تیمور صاحب، برلویض اور میں ایک کار میں روانہ ہوئے۔ کار شرکی حدود سے باہر آگئی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا تھا۔ صرف سڑک کا اتنا ہی حصہ نظر آ رہا تھا جس پر کاری ہیلڈائٹس پڑ رہی تھیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد تیمور صاحب نے کار ایک کچے راستے پر اتار دی۔ وہ پتھروں وغیرہ سے بچا کر نہایت احتیاط سے کار کو چلا رہے تھے۔ ہم تقریباً بیس منٹ تک اس کچے راستے پر سڑک کرتے رہے۔ پھر ہمیں گھاس پھوس سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی۔ تیمور صاحب نے کار اس جھونپڑی کے پاس روک دی۔ نیچے اتر کر تیمور صاحب نے ہمیں جھونپڑی کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اندر سے ایک کرخت اور بارعب آواز آئی۔

”اندر چلے آؤ۔“

ہم تینوں اندر داخل ہو گئے۔ ایک جانب مٹی کا دیا جل رہا تھا۔ ایک چارپائی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بال لیے لیے، آنکھیں سرخ اور چہرے پر وحشت طاری تھی۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور اس نے کالے رنگ کا چند پن رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے شاکل یاد آگیا۔

”کو کیسے آتا ہو؟“

”ہوشا صاحب! ہم جاشان صاحب کی ہدایت پر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔“ تیمور صاحب نے نہایت مودبانہ انداز میں جواب دیا۔ یہ سن کر وہ شخص فوراً چارپائی سے نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے جھک کر تعظیم دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور پھر سیدھا ہو کر بولا۔ ”آپ لوگ آرام سے بیٹھیں اور بتائیں کہ جاشان صاحب نے آپ لوگوں کو کس کام سے بھیجا ہے؟“

”میرا نام تیمور ہے اور میں نیلی جیسی نامبرہوں اور کچھ نڈاسرار علوم بھی جانتا ہوں۔ جاشان صاحب کا کہنا ہے کہ یہاں پاکستان میں شیطان کے کارندوں نے اپنے قدم جمائے کے لیے کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے ان دونوں کو یہاں میرے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ سے مشورہ کر سکیں کہ شیطان کے کارندوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے کیونکہ آپ ان کا پتہ لگا سکتے ہیں۔“ تیمور صاحب نے بتایا۔

ہوشا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ ”آنکھیں کھول کر وہ بولا۔ ”واقعی یہاں شیطان کے کارندوں نے کافی حد تک اپنے قدم جمائے ہیں۔ پہلی کارروائی ہمیں یہاں سے نزدیک ایک جگہ پر کرنی ہوگی۔ وہاں ایک شخص حسام شیطان کے لیے کام کر رہا ہے اور اس نے کئی چیلے وغیرہ پال رکھے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے ٹھکانے پر موجود ہے۔ اس لئے ہمیں ابھی کارروائی کر دینی چاہئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد میں بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے۔“

ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے میں نے برلویض سے دھیرے سے کہا۔ ”مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا؟“ برلویض نے مجھے جواب دینے کی بجائے ہوشا سے کہا۔ ”جناب یہ تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس لئے ان سے وہ کام لیا جائے جو یہ کر سکتے ہیں۔“ ہوشا نے بغور مجھے دیکھا پھر ایک صندوق سے ریو اور نکال کر مجھے دیا اور بولا۔ ”میں تمہارے گرد حصار سمجھج دیتا ہوں تاکہ تم شیطان کے ساتھیوں کے حملوں سے

”جی بستر جناب۔“ ملازم نے کہا اور پھر ہم سے مخاطب ہوا۔ ”آپ لوگ آئیں میرے ساتھ۔“ ہم دونوں اس ملازم کے ساتھ چل دیئے۔ وہ ہمیں لے کر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے آگیا اور بولا۔ ”ایک صاحب اس میں ٹھہر جائیں اور دوسرے ساتھ والے کمرے میں۔“

برلویض نے مجھے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ بہترین طور پر سجا ہوا تھا اور ضرورت کی تمام چیزیں وہاں موجود تھیں۔ میں بستر پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر بعد کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ میں نے اس کو ملازم اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بیک تھے۔ ملازم نے دونوں میرے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔ ”جناب! اس میں سے آپ کا کون سا بیک ہے؟“ میں نے اپنے بیک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرا ہے؟“

ملازم نے دوسرا بیک اٹھا لیا پھر مجھ سے بولا۔ ”جناب اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو کمرے سے باہر نکل کر کسی ملازم سے کہہ دیجئے گا۔ ہم لوگ آس پاس ہی ہوتے ہیں۔ فی الحال آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”میں فی الحال تو میں کچھ نہیں چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے جناب۔“ ملازم نے کہا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ نہ جانے تیمور صاحب شیطان سے لڑنے کے لیے کیا لائحہ عمل طے کریں گے۔ کچھ دیر بعد میں نے اٹھ کر غسل کیا اور پھر کمرے سے باہر آکر ملازم کو چائے لانے کا کہہ دیا۔ ملازم چائے لے کر آگیا تو میں چائے سے لطف اندوز ہونے لگا۔ کھانے پر تیمور صاحب نے برلویض سے کہا۔ ”جاشان صاحب نے رات کو مجھے کہا تھا کہ میں شیطان کے مقابلے کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کروں۔ یقیناً آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ وہ خطہ والی بات نیلی جیسی کے ذریعے بھی کہہ سکتے تھے۔ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دماغ کو نیلی جیسی میں مضروف نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ اس طرح انہیں خطرہ ہے کہ انہیں دفاعی طور پر غیر حاضر دیکھ کر شیطان کوئی چال نہ چل جائے۔ اس لئے انہوں نے ذرا سی دیر کے لیے مجھ سے بات کی اور مجھے ہدایت کی کہ جب تک کوئی بہت ہی زیادہ اہم بات نہ ہو۔ ان سے فون پر بھی بات چیت نہ کی جائے۔ دراصل وہ ہر طرح سے محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے فون پر کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے جسے سن کر کوئی شک کرے۔ جاشان صاحب نے ایک بہت بڑی ذمہ داری لی ہوئی ہے اور وہ ہے انسانیت کو شیطان سے بچانے کی ذمہ داری۔ وہ میرے استادوں میں سے ہیں اس لئے ان کی طرف سے جب بھی کوئی حکم آتا ہے۔ میں اپنے کام چھوڑ کر پہلے ان کے کام کو اہمیت دیتا ہوں۔ آج کل بھی میں کچھ سیاسی مسائل میں الجھا ہوا ہوں لیکن پہلے مجھے جاشان صاحب کا کام سرانجام دینا ہے۔ اس کے بعد ہی اور کام کروں گا۔ خیر میں نے سوچ لیا ہے کہ ہمیں شیطان کے خلاف کس طرح کارروائی کرنی ہے۔ شہر سے دور دیرانے میں ایک شخص ہوشا رہتا ہے ہمیں آج رات اس سے مل کر شیطان اور اس کے کارناموں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ اس کے بعد ہم کوئی کارروائی کریں گے۔ ہوشا کے بارے میں مجھے جاشان صاحب نے ہی کہا ہے کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔“ اس کے بعد رات تک ہم گھر میں ہی رہے۔

”تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟“ سامنے موجود بلاؤں کے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

”اس بات کو چھوڑو کہ میں کون ہوتا ہوں تمہیں روکنے والا۔ میں تم سے صرف اتنا کہوں گا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہارا بہت برا حشر کروں گا۔“ دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر سامنے موجود بلاؤں کے درمیان سے ایک شخص نکل کر ہمارے سامنے آکھڑا ہوا۔ وہ حسام تھا اور ہوشا سے مشابہ تھا۔ ”تم میرا کیا برا حشر کرو گے؟ میں تم سے یہ کہوں گا کہ خواہ مخواہ کیوں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کے دشمن بن گئے ہو۔ جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم میری بات نہیں مانو گے۔“ ہوشا نے سخت لہجے میں حسام سے پوچھا۔

”تمہاری بات ماننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ حسام نے نہایت حقارت سے جواب دیا۔

”تو پھر تم اپنے انجام کو پہنچنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“ ہوشا نے کہا اور پھر ہم سے مخاطب ہوا۔

”ساتھیو! یہ شخص ایسے باز نہیں آئے گا۔ اسے قہم کرنا پڑے گا۔“ حسام نے ہوشا کی بات سن کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنے ساتھیوں کو ہم پر حملہ کرنے کا اشارہ کر دیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی ساتھی بلائیں ہم پر حملہ آور ہوتیں میں نے دیکھا کہ حسام اپنا سر تمام کر زمین پر بیٹھ رہا ہے۔ میں نے اسے گولی مارنی چاہی لیکن وہ زمین پر لوٹنے کی وجہ سے نشانے پر نہیں آسکا۔ اسے میں ہماری اور حسام کی بلاؤں کے درمیان زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ تمام بلائیں آپس میں ہتھم ہتھم گتھا ہو گئیں۔ پھر ہمارے ساتھ اڑنے والی دو بلائیں زمین پر گر گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سیال ماوت کی شکل اختیار کر کے زمین کے اندر جذب ہو گئیں۔ میں خوفزدہ ہو گیا کہ اگر ہماری باقی بلاؤں کا بھی یہی حشر ہوا تو ہمیں بھی موت کے منہ سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حسام اپنا سر تمام کر زمین پر اب بھی اُدھر اُدھر لوٹ رہا تھا۔ اچانک ایک بلا نے ہوشا کو زبردست دھکا دیا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گیا۔ وہ بلا اس کے سینے پر سوار ہو گئی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ابھی چند ہی لمحوں میں وہ بلا ہوشا کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ میں نے ریوالور کی تمام گولیاں اس بلا کو مار دیں لیکن اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ ہوشا نے کچھ پڑھ کر بلا پر چوٹا تو بلا نے خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ شدید کرب میں ہے اور پھر وہ بلا بالکل ڈھیلی ہو گئی۔ ہوشا نے اسے چھوڑا تو وہ زمین پر گر کر سیال مادہ بن کر زمین میں جذب ہو گئی۔

”اب کیا کرنا چاہتے؟“ میں نے برلویس سے پوچھا جو بڑی دلچسپی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

”کچھ نہیں۔ تم بے فکر رہو۔ کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ برلویس کی بجائے تیمور صاحب نے جواب دیا۔

”حسام کو کیا ہو گیا ہے؟“ میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

تیمور صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”میں نے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اس کے دماغ کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ وہ میری قوت سے نکلنے کی پوری کوشش کر رہا ہے لیکن تم اس کا حشر دیکھ رہے ہو۔“

”آپ اپنے کب تک کنٹرول میں رکھیں گے؟“ میں نے پوچھا۔

”جب تک بلاؤں کی لڑائی کا فیصلہ نہ ہو جائے۔“ تیمور صاحب نے جواب دیا۔ مجھ سے بات

مکھنڈ رہ سکو۔ یہ حصار تمہیں بہت حد تک محفوظ رکھے گا لیکن اگر اس کا حملہ شدید ہوا تو تمہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمہاری پوری حفاظت کریں گے۔“

حسام تو یقیناً معلوم ہو گا کہ اس کی کس طرح حفاظت کرنی ہے؟“ ہوشا نے برلویس کی طرف گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

”جی ہاں! مجھے معلوم ہے۔“ برلویس نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ ہوشا برلویس کے بارے میں جان گیا ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ روح ہے پھر ہوشا مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”دیکھو وہاں بڑا حسام کو ہو سکتا ہے گولی مارنی پڑے۔ یہ کام تمہیں کرنا ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور انسان ہوا تو اسے بھی گولی مار دیتا۔“

”جی ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔“ میں نے متوجہ انداز میں کہا۔

ہوشا نے ایک جانب کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور بولا۔ ”باہر میرے ساتھی آگئے ہیں۔ اب چلو۔“

ہم سب باہر آگئے۔ باہر نکل کر پتہ چلا کہ آس پاس بہت روشنی ہے اور تقریباً دس بارہ بھیاں تک بلائیں کھڑی ہیں۔ روشنی ان کی سرخ انگاروں جیسی آنکھوں سے نکل رہی تھی۔ ان سب نے ہلکی ہلکی خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ یہ ویسی ہی بلائیں تھیں جیسی شاکال کی فوج میں شامل تھیں۔ خوفناک شکل و صورت اور کرسیمہ المنظر جسم کی مالک ان بلاؤں کی جانب دیکھ کر مٹی ہوئے لگتی تھی۔ ہوشا نے فضا میں ہاتھ بلند کیا تو وہ بلائیں خاموش ہو گئیں ہوشا نے ہمیں کار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم سب کار میں بیٹھ گئے تو ہوشا نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اس طرف چلو۔“

کار چل پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ ساری بلائیں پرندوں کی طرح کار کے آس پاس اڑنے لگیں۔ میں کافی دیر تک ان بلاؤں کو دیکھتا رہا۔ تقریباً آدھا گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہوشا بولا۔ ”بس کار ہمیں روک دو۔“ تیمور صاحب نے کار روک دی اور ہم سب بیچے اتر آئے۔ ہمارے ساتھ اڑنے والی بلائیں بھی زمین پر آگئیں۔ ہوشا نے میرے گرد کچھ پڑھ کر پھونکا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے میرے گرد حصار کھینچا ہے۔ پھر وہ بولا۔ ”اب تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ میں جانتا ہوں کہ حسام ہوشیار ہو چکا ہے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار کر رہا ہے۔“ ہوشا چلنے لگا تو سب اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہوشا بولا۔ ”بس ہمیں رک جاؤ مقابلہ یہاں ہو سکتا ہے۔“ یہ کہہ کر وہ زمین پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دھیرے دھیرے کچھ پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی کہ خوفناک اور دل ہلا دینے والی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت سے گنڈر جیج رہے ہوں۔ کئی خوشخوار جانور خراہ رہے ہوں اور کئی بھیاں ایک ساتھ رو رہی ہوں۔ اس کے علاوہ کئی آوازیں ایک دوسرے میں گمزدہ ہو رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ حسام اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ چند لمحوں کے بعد دور سے روشنی دکھائی دی۔ پھر کئی زبرد کے سرخ بلب چلے ہوئے نظر آنے لگے۔ وہ بلب دراصل بلاؤں کی آنکھیں تھیں۔ سامنے سے آنے والی بلائیں ہمارے ساتھ موجود بلاؤں سے بھی زیادہ خوفناک اور بد شکل تھیں۔ وہ سب شور مچا رہی تھیں۔ ایسے میں اگر کوئی عام شخص یہ منظر دیکھ لیتا تو اس کا دل بند ہو جاتا۔

”حسام میرا جسم خوار کر سکتا ہے۔“ ہوشا نے چچ کر کہا۔

”تمہارے بارے میں‘ میں نے سوچا ہے کہ میں تمہیں شیطان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت خوش ہوگا۔ ہوشاکو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اس کی روح کو اذیت دیتا رہوں گا اور یہ۔۔۔“ اس نے بے ہوش تیور صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اس نے میرے دماغ کا برا حشر کر دیا ہے۔ میں اسے بھی بہت اذیت ناک سزا دوں گا۔“ پھر حسام میری طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا۔ ”اسے کیوں دکھ لیا ہے تم لوگوں نے اپنے ساتھ؟ یہ بے چارہ کیا کر سکتا ہے۔“ وہ خاموش ہو گیا اور کچھ سوچنے لگا۔ میں حیران تھا کہ حسام ہم سب کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم میرے بہت کام آ سکتے ہو۔ کئی دنوں سے میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو پلوٹھی کی اولاد ہو۔ شیطان کی سمیٹ چڑھانے کے لیے مجھے تم جیسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ تم نے تو میرا مسئلہ ہی حل کر دیا ہے۔“ اس کی بات سن کر میرے روتکتے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا لیکن ان کے چروں پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے ہوں۔ حسام نے ایک بلا سے کچھ کہا تو وہ غراتی ہوئی میری طرف بڑھی پھر اس نے مجھے اپنے چنگے میں دو بچ لیا۔ میں تکلیف سے بلبلا اٹھا لیکن بلا نے اپنی گرفت ذرا سی بھی ڈھیلی نہیں کی۔ وہ مجھے مکان سے باہر لے آئی اور ایک جانب بلے جانے لگی۔

☆.....☆.....☆

چیت کے دوران تیور صاحب نے میری طرف دیکھا نہیں تھا۔ میں نے حسام کی طرف دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ زمین پر لوٹنے کے باوجود مستقل تیور صاحب کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ تیور صاحب نے اسے آنکھوں کے ذریعے کنٹرول کیا ہوا ہے۔ اچانک کسی نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا چاہا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ میں نے دیکھا کہ برلویس اور تیور صاحب کو بھی دو بلاؤں نے گرفت میں لیا ہوا تھا۔ یہ بلائیں اچانک ہی پیچھے سے آگئی تھیں۔ ان میں سے کئی ایک نے ہماری ساتھی بلاؤں کو نیچے گرا دیا تھا اور اب ہماری ساتھی بلائیں سیال مادے کی شکل میں تبدیل ہو رہی تھیں اچانک تیور صاحب کے سر پر بلا نے اپنا کھڑی جیسا ہاتھ زور سے مارا تو تیور صاحب جی مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ان کے بے ہوش ہوتے ہی حسام اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اٹھتے ہی دو بلاؤں کو اشارہ کیا انہوں نے آگے بڑھ کر ہوش پر حملہ کر دیا۔ حملہ اس قدر شدید تھا کہ ہوشا اپنے آپ کو نہ پہچانے اور ان بلاؤں نے اسے گرفت میں لے لیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔

”ہاں اب بتاؤ۔ کیا کہتے ہو؟“ حسام نے ہوشا سے پوچھا۔

”فی الحال تم نے ہم پر قابو پا لیا ہے لیکن ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔“ ہوشا نے درد سے تڑپتے ہوئے پرجوش لہجے میں جواب دیا۔

”ان سب کو قید کر دو۔“ حسام نے بلاؤں سے کہا اور خود واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بلائیں ہمیں بے دردی سے گھسیٹتی ہوئی ایک کچے مکان میں لے آئیں۔ انہوں نے ہمیں رسیوں سے باندھا اور وہیں کونے میں بیٹھ گئیں۔ میں نے سوالیہ نظروں سے ہوشا اور برلویس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بلائیں اب بھی دھیرے دھیرے غراتی تھیں۔ کچھ دیر بعد حسام آیا اور ہوشا سے بولا۔ ”ہاں یعنی اب بتاؤ تمہارا کیا حشر کیا جائے؟“

”اس وقت تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن بعد میں۔۔۔۔۔“ ہوشا نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ حسام نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”بعد کی بات بعد میں دیکھی جائے گی۔ میں تو ابھی کی بات کر رہا ہوں کہ تمہارا اس وقت کیا حشر کیا جائے۔“

”تم ہماری بات مان لو تو اچھا ہے۔“ ہوشا نے غرا کر کہا۔

”کیو اس بند کرو۔“ حسام دھاڑا پھر وہ برلویس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”ہاں یعنی تم بتاؤ آخر تم کیوں شیطان کے دشمن ہو گئے اس نے تو تمہیں بیٹھ اپنا اچھا ساتھی سمجھا تھا؟“

”لیکن میں نے آج تک اس کو اپنا ساتھی نہیں سمجھا۔ جب میں اپنے اس جسم کے ساتھ زندہ تھا تب بھی اس نے مجھے ڈرا دھمکا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے نہ میری زندگی اچھی گزری اور نہ ہی مرنے کے بعد سکون ملا کیا میں اس کا بھلا چاہوں گا۔“ برلویس نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”شیطان ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اسے حق ہے کہ وہ جسے چاہے کسی طرح بھی استعمال کرے۔“ حسام نے کہا۔

”لیکن اب وہ مجھے استعمال میں کر سکتا۔“ برلویس نے کہا۔

خوناک اور بد صورت آدمی اس چوتھے کے قریب بیٹھا ایک مورتی کی پوجا کر رہا تھا۔ یہ سورتی یقیناً شیطان کی تھی کیونکہ اس کے نقش نہایت خوناک اور بد نما تھے۔ وہ شخص مجھے حلاوت معلوم ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد اس شخص نے پوجا سے فارغ ہو کر میری طرف متنی نیند انداز میں مسکراتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے کسی اجنبی زبان میں میرے قریب کھڑی بلا سے کچھ کما تو بلا غراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "شیطان تمہاری قربانی سے یقیناً بہت خوش ہو گا۔"

"تم کون ہو؟"

میں نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں اس سے پوچھا۔

"تمہیں حسام نے کیا کہا تھا؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے مجھ سے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے شیطان کی بیعت چڑھا دے گا۔"

میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اس نے یقیناً تمہیں ایسی ہی جگہ بھیجا ہے جہاں تمہیں مارا جاسکے۔ یہ تمہاری خیر اور خون و غیرہ دیکھ کر کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوا کہ میں کون ہوں؟" اس شخص نے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"دراصل..... میں واقعی نہیں سمجھ سکا کہ تم کون ہو؟" میں نے کہا۔

میں اس سے بات چیت کر کے اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کیا بات چیت کے دوران میں یہاں سے فرار ہونے یا اس شخص کو اپنے حق میں کرنے کا کوئی موقع پیدا کر سکتا ہوں۔

میری بات سن کر اس شخص نے چند لمحے میری طرف نہایت خوناک انداز میں دیکھا۔ پھر بولا۔

"اچھا..... تم اندازاً آؤ کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟"

"تم شاید کوئی بیماری ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں..... یہ تو ٹھیک ہے..... اس کے علاوہ میں کیا ہو سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ شاید تم اس گھر کے رکھوالے ہو سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

دراصل میں جلد یا قاتل میں کتا چاہتا تھا۔ اس طرح بات چیت کے مواقع کم ہو جانے کا امکان تھا۔ اگر میں جلد یا قاتل نہ دیتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ بات چیت ختم کر کے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا بندوبست کرنے لگتا۔ اسی لیے میں اسے باتوں میں لگانے رکھنا چاہتا تھا۔

"میں اس گھر کا رکھوالا بھی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ تم کافی بے وقوف قسم کے آدمی ہو۔ میں جلد بھی ہوں۔" اس نے بیزار ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس چوتھے پر کسی بھی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے....." اس نے چوتھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور قتل کرنے کا کام میں انجام دیتا ہوں۔"

"کیا تم مجھے بھی قتل کرو گے؟" میں نے اپنے آپ کو خوفزدہ ظاہر کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

بلا کی گرفت بہت مضبوط اور سخت تھی۔ میری گردن لٹک رہی تھی اور زور زور سے جھٹکے گئے رہی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی اور میں چیخ رہا تھا لیکن بلا پر میری چیخوں کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ غراتی ہوئی مجھے لیے جا رہی تھی۔ مجھے ان تکلیفوں کی اتنی پرواہ نہیں تھی بلکہ آنے والے لمحات کی وجہ سے میں خوفزدہ تھا۔ حسام نے کہا تھا کہ میں اس کے بہت کام آ سکتا ہوں اور وہ مجھے شیطان کی بیعت چڑھا دے گا۔ لہذا اس نے بلا سے کچھ کہا تھا۔ جس پر بلا مجھے نہ جانے کہاں لے جانے لگی تھی۔ مجھے خوف تھا کہ بلا مجھے کسی ایسی جگہ لے جا رہی ہے جہاں مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ میں بلا کی گرفت سے نکل کر بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن یہ صرف میری خواہش تھی۔ ایک ایسی خواہش جس پر عمل کرنے کا کوئی راستہ میرے سامنے نہیں تھا۔ مجھے اپنے ساتھیوں پر لوٹنے، تیور صاحب اور بوشاپ پر پہلے بہت بھروسہ تھا۔ ان کے ساتھ یہاں آنے تک میں اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتا تھا لیکن جس طرح حسام نے ہم سب کو گرفت میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد سے مجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے کسی قسم کی مدد کی توقع نہیں رہی تھی۔ حسام بہت طاقتور ثابت ہوا تھا اور بوشاپ اس کے مقابلے میں بہت کمزور تھا۔ بوشاپ کی بلاؤں کو بھی حسام کی بلاؤں نے ختم کر دیا تھا۔ لہذا اب جو بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔ میں نے اپنے جسم کو تھوڑا سا اوپر کر کے بلا کی ایک ٹانگ پکڑ لی۔ اس سے یہ ہوا کہ میری گردن اوپر ہو گئی اور اب اسے جھٹکے نہیں لگ رہے تھے۔ بلا کی ٹانگ پکڑ لینے سے مجھے تو کافی سکون ملا لیکن بلا پر اس کا کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اسی تیزی کے ساتھ چلتی رہی۔ وہ اب بھی غرا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میرے ساتھی تو اب میرے لیے بے کار ہو چکے ہیں۔ اس لیے حسام کی قید سے آزاد ہونے کا خود ہی کوئی راستہ تلاش کرنا چاہئے لیکن مجھے ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا جس سے فائدہ اٹھا کر میں اس بلا اور حسام سے چھٹکارا حاصل کر سکتا۔ بلا تیز رفتاری سے چلتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے مجھے ایک کپے مکان میں پھنسا دیا۔ اس نے مجھے کافی زور سے زمین پر پینچا تھا۔ جس کی وجہ سے میں تکلیف کی شدت سے جھلکا اٹھا۔ پھر زرا حالت سنبھل تو میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ ایک جانب ایک دیا جل رہا تھا جس کی روشنی آس پاس کے ماحول کو منور کر رہی تھی۔ اچانک مجھے خوف کی وجہ سے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ میری نظر ایک چوتھے پر پڑ گئی تھی۔ جہاں تیز دھار خنجر اور تلواریں بڑی تھیں۔ اس چوتھے کے آس پاس خون پھیلا ہوا تھا اور ایک

بیچے۔ اس لیے فرق ہونا ضروری ہے اور جہاں دو انسان برابر کا کام جانتے ہیں تو وہ برابری کی سطح پر کام کرتے ہیں وہاں فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح حسام اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کی ریاضت اور محنت اتنی زیادہ ہے کہ میں دس سال بھی لگاتار محنت کروں تب بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔" جلاو نے مجھے سمجھایا۔

وہ واقعی ٹھیک کہہ رہا تھا۔ انسانوں میں فرق ای لیے تو ہے کہ وہ ایک دوسرے سے کام کے لحاظ سے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور جو لوگ برابر ہوں وہ برابری کی سطح پر رہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اب اس کو کیسے پھنساؤں۔

میں نے اس سے پوچھا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ مجھے کب قتل کیا جائے گا؟"

"حسام جب آئے گا تو پہلے کچھ دیر وہ شیطان کی پوجا کرے گا۔ پھر جب شیطان آسمان پر اسے اپنا جلوہ دکھائے گا تب ہی تمہیں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ قربانی کا وقت وہی ہوتا ہے جب شیطان اپنا جلوہ دکھائے۔" جلاو نے بتایا۔

"شیطان کیوں جلوہ دکھاتا ہے؟ کیا ضروری ہے کہ وہ جلوہ دکھائے اور اگر کسی وجہ سے وہ جلوہ نہ دکھائے تو کیا قربانی نہیں کی جاتی؟" میں نے پوچھا۔

یہ سوال بھی میں نے اسی لیے کیا تھا کہ شاید بچت کی کوئی صورت نکل آئے۔

"شیطان کا جلوہ دکھانے کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ خروش ہے۔ اس نے ہماری قربانی کو پسند کیا ہے اور ہمیں قربانی کی اجازت ہے۔" جلاو نے بتایا۔

"دیکھو میں اتفاقاً پراسرار دنیا میں پھنس گیا تھا۔ میں نے یہاں سے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن واپس نہیں جاسکا۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری موت بھی قریب آچکی ہے اور اب میں زندہ رہنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اس لیے میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ میں زندہ رہ سکوں۔ میں شیطان کا پجاری بننے کے لیے بھی تیار ہوں۔ اگر تم لوگوں کی کوئی شرط ہو تو میں وہ بھی ماننے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جلاو سے کہا۔

وہ میری بات سن کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "اس سلسلے میں حسام ہی کچھ بتا سکتا ہے۔"

"کیا آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا ہو لیکن بعد میں کسی شرط پر اسے چھوڑ دیا گیا ہو؟" میں نے پوچھا۔

جلاو نے ایک حموار اٹھائی اور اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "نہیں آج تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

اس کے ہاتھوں میں حموار دیکھ کر خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔

میں نے ٹھٹکتے خورہ لہجے میں کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ میرے بچنے کے زیادہ امکانات نہیں ہیں۔"

"اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ شاید بچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ اس لیے کہ آج سے پہلے کسی نے ایسی بات بھی نہیں کہ وہ شیطان کا پجاری بن سکتا ہے یا کوئی

جب کہ میرا دل اس شخص سے چمکارا پانے کے بارے میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"ہاں میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔" اس شخص نے خوفناک انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"

"میں کون ہوتا ہوں؟ تمہیں معاف کرنے والا۔ میں تو حسام کا غلام ہوں۔ اس نے ہی تمہیں یہاں بھیجا ہے تاکہ تمہیں شیطان کی بیٹھ چڑھایا جاسکے۔" اس شخص نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم بالکل بے اختیار ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟" اس نے قدرے غصے کے ساتھ کہا۔

میں نے سوچا تھا کہ اسے غصہ دلانا چاہئے۔ شاید میرا کچھ کام بن جائے۔

"تم تو ناراض ہو گئے۔ دراصل غلام تو بے اختیار ہوتے ہیں ناں۔۔۔۔۔ ان کا اپنا تو کوئی اختیار نہیں ہوتا جو مالک نے کہہ دیا، بس وہی کرنا ہے۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔" میں نے کہا۔

"تم کتنا کیا چاہتے ہو؟" اس نے جھلا کر کہا۔

اس مرتبہ اسے زیادہ غصہ آگیا تھا۔

"بھئی میرا تو خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلام بن سکتا ہے تو وہ آقا بھی بن سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

وہ ہنسنے لگا اور بولا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"بھئی جب تم بھی انسان ہو اور تمہارا آقا بھی انسان ہے تو پھر یہ حاکمیت اور ٹھکوری کیسی۔۔۔۔۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ اگر تم چاہو تو کسی وقت آقا بن سکتے ہو اور دوسروں کو حکم دے سکتے ہو۔" میں نے اسے سمجھایا۔

اس نے ایک تفتہ لگایا اور بولا۔ "دیکھو بھئی میں سمجھ گیا ہوں کہ تم مجھے باتوں میں پھنسانا چاہتے ہو اور یہ غلام اور آقا کا چکر چلا کر میرے دل میں اپنے آقا کے خلاف بغاوت پیدا کرنا چاہتے ہو لیکن تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میں اپنے آقا سے بغاوت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔۔۔ اگر وہ مجھے حکم دے کہ میں اپنی ہی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ لوں تو میں ان کے حکم کی تعمیل میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کروں گا۔" اس شخص نے جواب دیا۔

اس کی بات سن کر میں شدید مایوس ہو گیا۔ وہ بہت چالاک تھا اور سمجھ گیا تھا کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میرا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا لیکن میں اس پر ظاہر نہیں ہونے دیتا چاہتا تھا کہ واقعی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا۔

"تم غلط کیجے ہو۔۔۔۔۔ میں تمہیں آقا اور غلام کے چکر میں پھنسا کر تمہارے آقا کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسانا چاہتا۔ میں تمہیں ایک حقیقت بتا رہا تھا کہ جب سب انسان برابر ہیں تو پھر یہ فرق کیوں ہے؟"

"فرق؟ ہاں، اس لیے کہ ہر انسان دوسرے سے اپنے کام کے لحاظ سے یا تو آگے ہوتا ہے یا

بھی شرمانے کے لیے تیار ہے۔" جلا نے کہا اور تلوار زور سے ہوا میں چلا دی۔

پھر اس نے کئی مرتبہ تلوار ہوا میں چلائی اور اسے واپس رکھ دیا۔ میں کچھ دیر کے لیے کے قلعے میں آگیا تھا۔

"حسام کب تک آئے گا؟" کچھ دیر بعد میں نے پوچھا۔

"یہ اس کی مرضی ہے" ہو سکتا ہے ابھی آجائے اور ہو سکتا ایک ہفتے بعد آئے یا اس

بعد۔"

"کیا تم میرے بارے میں اس کے آنے سے پہلے اس سے نہیں پوچھ سکتے؟" میں نے جلا

پوچھا۔

"نہیں" جب وہ آئے گا تب ہی اس سے بات کی جاسکتی ہے۔" جلا نے کہا اور شیطان کی

مورتی کی طرف بڑھ گیا۔ جس کی وہ کچھ دیر پہلے پوجا کر رہا تھا۔

مگر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "اب تم خاموشی سے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ میں کچھ دیر پوجا

چاہتا ہوں اور ہاں یاد رکھو یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ کیونکہ اس گمراہ اور اس پاس گمراہی کئی بلاتیں کر رہی ہیں۔"

وہ مورتی کے سامنے پہنچ کر دھیرے دھیرے کچھ پڑھنے لگا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر

لیں۔ میں کچھ دیر گھڑا اسے دیکھا رہا۔ پھر ایک دیوار سے ٹک لگا کر بیٹھ گیا اور اس پاس کا جائزہ لینے لگا۔

نظر ایک بار پھر چوتھے پر مرکوز ہو گئی۔ جہاں لوگوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ میں وہاں پھیلا ہوا خون دیکھ

اندازہ کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ خون تازہ ہے یا پرانا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ خون زیادہ پرانا نہیں تھا۔

مچن ہونے کی وجہ سے اس کی بدبو نہیں آ رہی تھی لیکن اگر میں چوتھے کے زیادہ نزدیک جاتا تو

مجھے خون کی بدبو آ جاتی۔ میں سوچنے لگا کہ نہ جانے حسام کس وقت آئے گا اور نہ جانے میرے میں

فیصلہ کرے گا؟ میرے بچنے کا بس ایک یہ راستہ تھا کہ حسام میری بات پر غور کرتا اور مجھے شیطان

بیماری بننے یا کسی اور شرط پر متاف کر دیتا۔ پھر مجھے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا کہ وہ نہ جانے کس حال

میں ہوں گے اور ان پر کیا گزر رہی ہوگی؟

اچانک بہت زور کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور بہت تیز ہوا چلنے لگی۔ جس کی وجہ سے مٹی اور گرد

بھی اڑ رہی تھی۔ میں حیران پریشان گھڑا سوچ رہا تھا کہ آخر اتنی زور دار گڑگڑاہٹ کس چیز کی ہے؟ پھر

چند لمحوں بعد ہی چار خوفناک ترین بلاتیں مچن میں آ گئیں۔ انہیں دیکھ کر میں کچھ اور خوفزدہ ہو گیا۔

کیونکہ وہ بہت زیادہ خوفناک تھیں اور میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے دو بلاتیں میرے

نزدیک آ کر رک گئیں اور دو نے جلا کو پکڑ لیا۔ ابھی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ گھر

کے دروازے سے ہوشیار برلویس اور تیمور صاحب داخل ہوئے۔ ہوشانے میرے قریب آ کر بلاؤں کو

اشارہ کیا تو وہ وہاں سے ہٹ گئیں۔

ہوشا میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "تم تو یقیناً ہماری طرف سے مایوس ہو چکے ہو گے؟"

"میں مایوس تو نہیں تھا۔ البتہ حیران تھا کہ کس قدر آسانی سے حسام نے آپ لوگوں کو گرفت

لے لیا تھا۔" میں نے کہا۔

ہوشانے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ سب میری ایک چال تھی۔ میں نے اپنی بلاؤں کو یہ

ہوا تھا کہ جب میں کسی جگہ جنگ کے لیے چلا جایا کروں تو کچھ دیر بعد وہاں آ جایا کریں۔ اس مرتبہ

میں ایسا ہی ہوا حسام نے ہماری بلاؤں کو مار دیا اور ہمیں قید کر لیا۔ وہ یہی سمجھا کہ کھیل ختم ہو چکا ہے

میں تم نے دیکھ لیا کہ میں نے کس طرح پانسہ پلٹ دیا۔ آؤ چلیں۔" ہوشانے کہا اور گھر کے بیرونی

دروازے کی طرف چل دیا۔

باقی سب لوگ بھی چل پڑے۔ دو بلائیں ہمارے پیچھے چلنے لگیں جبکہ دو آگے چل رہی تھیں۔

میں نے بلاؤں میں سے ایک نے جلا کو بالکل اسی انداز میں پکڑ رکھا تھا۔ جس طرح مجھے یہاں لانے

کی بات پکڑا تھا جلا جگہ جگہ بلکے کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ گھر سے باہر نکل آئے۔ ہوشانے اس بلا

کو کچھ کہا۔ جس نے جلا کو پکڑ رکھا تھا۔ بلا فوراً فضا میں بلند ہوئی اور پھر کسی بڑے پرندے کی طرح اڑ

نے۔ جلا اس کی گرفت میں ہی تھا۔

"آؤ ہمیں گاڑی کی طرف چلیں" ہوشانے کہا اور ہم سب چل پڑے۔

"تیمور صاحب آپ تو خیریت سے ہیں ناں؟" میں نے پوچھا۔

"جوٹ بہت زیادہ زور دار تھی اس لیے برلویس وغیرہ کی کافی کوششوں کی بعد مجھے ہوش آیا۔"

صاحب نے بتایا۔

"کیا ایسی کسی صورت حال میں چٹانزم وغیرہ کام نہیں آ سکتا؟ میرا مطلب ہے کہ چٹانزم کے

لیے ہم حسام وغیرہ پر قابو نہیں پاسکتے تھے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"نہیں..... چٹانزم اور ٹیلی پتھی کا اثر انسانوں پر ہوتا ہے۔ اسی لیے تم نے دیکھا کہ میں نے

ہم کو کچھ دیر کے لیے کنٹرول کیا تھا لیکن چونکہ وہ خود بھی نراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس لیے

میں نے اس طرح سے میرے کنٹرول میں نہیں آ سکا۔ پھر اس کی ساتھی بلاؤں نے ہم پر حملہ کر دیا تھا۔" تیمور

صاحب نے بتایا۔

"آپ شاید نراسرار علوم بھی تو جانتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں جانتا تو ہوں لیکن اتنا کچھ نہیں جانتا کہ حسام جیسے طاقتور لوگوں کا مقابلہ کر سکوں۔" تیمور

صاحب نے بتایا۔

"حسام کا کیا بنا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ قلعہ ہو چکا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"قلعہ ہو چکا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں..... جب وہ ہماری بلاؤں کی گرفت میں آیا تو معاینات نامکملے لگا لیکن ہوشانے اس کے ساتھ

کئی رعایت نہیں کی اور بلا کے ذریعے اس کی گردن توڑ دی۔ ویسے بھی حسام کافی مکار آدمی تھا۔ اس

کا اسے مار دیا جانا ہی بہتر تھا ورنہ وہ بعد میں ہمارے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"برلویس! کیا تم واقعی حسام کے قلعے میں جا چکے تھے۔ دراصل مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ

سن کہ میرا دل ٹیلی جیٹھی اور چنانچہ سیکھنے کو چاہتا ہے۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ یہ مت سیکھو بلکہ پراسرار علوم کی طرف توجہ دو۔ بلکہ یوں نہ کہ کچھ تھوڑا دقت ٹیلی جیٹھی اور چنانچہ سیکھنے میں صرف کیا کرو۔ لیکن زیادہ توجہ پراسرار علوم کی طرف رکھو۔" تیمور صاحب نے کہا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ تیمور صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ سب سے پہلے ہم لوگ نماز پڑھ کر فریض ہوئے۔

اس کے بعد تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "تم چائے یا کافی پسند کرو گے یا کھانے وغیرہ کا بندوبست کیا جائے؟"

"میں چائے پیوں گا۔"

"لیکن مجھے بھوک لگی ہے اس لیے میں تو کچھ کھاؤں گا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"اور میں آپ لوگوں کو دیکھوں گا۔" برلویس نے مسکراتے ہوئے کہا تو تیمور صاحب مسکرا دیے۔

میں پہلے تو کچھ نہیں سمجھا کہ دونوں کس بات پر مسکرا رہے ہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ برلویس تو ایک روح ہے۔ اس لیے اس کے لیے کھانا یا نہ کھانا برابر ہے۔ تیمور صاحب نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چائے اور کھانا لگانے کے لیے کہا۔

کچھ دیر بعد ہم سب کھانے کی میز پر موجود تھے تیمور صاحب کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔

بلکہ برلویس کسی گمرن سوچ ڈوب گیا۔

"ایسا سوچ رہے ہو بھئی؟" میں نے برلویس سے پوچھا۔

وہ چونک کر بولا۔ "نہیں..... تجھے نہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اتنی گمری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو اور کہے کہ کچھ نہیں سوچ رہا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دراصل میں اپنی پرانی زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" برلویس بولا۔

"پرانی زندگی سے کیا مراد ہے تمہاری؟" میں نے چائے کی چمکی بھرنے کے بعد پوچھا۔

"میرا مطلب ہے وہ زندگی جب میں اپنے جسم کے ساتھ زندہ تھا۔ اس دور میں میں کتنا بڑا موسیقار کھاتا تھا۔ لوگ میرے پروگرام دیکھنے کے لیے نوٹے پڑتے تھے لیکن....." برلویس اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "اس وقت میں کتنا بے سکون تھا۔ لوگ میری موسیقی سے تسکین حاصل کرتے تھے لیکن میں خود سکون کی تلاش میں تھا۔ اکثر لوگوں کا اس وقت یہی خیال تھا کہ میں چونکہ بہت بڑا موسیقار ہوں۔ اس لیے ایک پزیرش اور پرسکون زندگی گزار رہا ہوں لیکن انہیں میرے اندر کی کیفیت معلوم نہیں تھی کہ کس طرح شیطان نے مجھے روحانی اور جسمانی طور پر اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ انسان کو زندگی ایک بار ملتی ہے اور میری وہ زندگی شیطان نے برباد کر دی۔ اب میں اسے برباد کر دیتا

تمہیں اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔" میں نے برلویس سے کہا۔

"دراصل اس نے دھوکے سے ہمیں اپنے قابو میں کر لیا۔ اگر مجھے ذرا بھی موقع مل جاتا تو حسام اور اس کی بلاؤں کا حلیہ بگاڑ دیتا لیکن چونکہ اس کی بلاؤں نے اچانک پیچھے سے حملہ کر دیا تھا۔ اس لیے فوری طور پر میں کچھ نہیں کر سکا۔" برلویس نے بتایا۔

ہم لوگ گاڑی کے قریب پہنچ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ہماری گاڑی روال دواں تھی اور ہوشیار بلائیں گاڑی کے ساتھ ساتھ اڑ رہی تھیں۔ ہوشیار کی جمہوریت کے قریب پہنچ کر تیمور صاحب نے گاڑی روک دی۔ ہماری گاڑی کے قریب اڑنے والی بلائیں زمین پر آکر کھڑی ہو گئیں۔

"اچھا تو ہوشیار صاحب یہ کارروائی تو کامیاب رہی۔ اب آئندہ کے بارے میں بتائیے؟" تیمور صاحب نے ہوشیار سے پوچھا۔

"آپ لوگ پرسوں رات نو بجے میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت نخل میں مزید علوم اور تیاریاں کر لوں گا۔ ویسے تو میں آج کل ایک اور کام میں الجھا ہوں لیکن جاشان صاحب چننے ہمارے استاد ہیں۔ اس لیے میں ہمیشہ ان کے حکم کو ترجیح دیتا ہوں۔ اب پہلے میں ان کی ہدایت مطابق شیطان کے خلاف کام کروں گا اور جب یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تب اپنے کام شروع کروں گا۔ ہوشیار نے بتایا۔

پھر وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ ہم سب نے ہوشیار کو ہاتھ سے الوداعی اشارہ کیا۔ تیمور صاحب نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں نے پراسرار علوم کیوں نہیں سیکھے۔" تیمور صاحب نے برلویس سے کہا جو ان کی قریبی نشست پر بیٹھا تھا۔

برلویس نے ہنس کر کہا۔ "اس میں افسوس والی کون سی بات ہے؟ آپ چنانچہ کے اتنے بڑے ماہر تو ہیں ناں۔"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن پراسرار علوم کے سامنے چنانچہ اور ٹیلی جیٹھی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا کہ ہوشیار نے اپنے پراسرار علوم کی مدد سے کیسے حسام کی بلاؤں کو زیر کر اور حسام کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن میری ٹیلی جیٹھی اور چنانچہ نے کوئی کام نہیں دکھایا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"تو کیا اب آپ پراسرار علوم نہیں سیکھ سکتے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"سیکھ تو سکتا ہوں لیکن ٹیلی جیٹھی کے معاملات میں الجھ جانے کی وجہ سے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"آپ کی ٹیلی جیٹھی میں کیا مصروفیات ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"بہت سے معاملات ہیں۔ کچھ سیاسی ہیں کچھ ٹیلی جیٹھی کے لوگوں سے متعلق ہیں۔"

"آپ ٹیلی جیٹھی پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کا کہنا ہے کہ اگر آپ ہامی میں ٹیلی جیٹھی کے لیے بہتر تھا لیکن ٹیلی جیٹھی کے حوالے سے آپ کی بات



بہرہ و جھ سے مخاطب ہوئے۔ "کیوں بھی؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا برلویس کی موسیقی سنا اور چڑبیس، بدروہیں دیکھنا پسند کر گئے۔"

"ہی ہاں کیوں نہیں..... بشرطیکہ آپ میرے گرد بھی حصار کھینچ دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

تیور صاحب ہنس کر بولے۔ "تم فکر نہ کرو، میں اپنے گرد حصار کھینچنے سے پہلے تمہارے گرد حصار کھینچوں گا۔"

"بس تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں برلویس سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمیں موسیقی ضرور سنائے۔" میں نے کہا۔

"اچھا تو پھر ایک شرط ہے۔" برلویس نے کہا۔

"ہاں ہاں کو، کیا شرط ہے؟" تیور صاحب نے پوچھا۔

"مگر میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم تینوں تو کسی بھی بدروح، چڑیل وغیرہ کو دیکھنے کی ہمت رکھتے ہیں لیکن اگر کسی اور نے انہیں دیکھ لیا تو ہو سکتا ہے اس کا ہارت ٹل ہو جائے یا پھر اس کا دماغ ہی الٹ جائے۔" برلویس نے کہا۔

تیور صاحب کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے۔ "ٹھیک ہے تو پھر ہم موسیقی کا پروگرام کل پر رکھ لیتے ہیں۔ آج کافی رات ہو گئی ہے اس لیے ملازمین کا کہیں جانا ممکن نہیں ہے۔ کل میں انہیں شام کو ہی گھنٹی دے دوں گا۔"

"یہ مناسب رہے گا۔" برلویس نے کہا۔

میں چائے پی پکا تھا۔ تیور صاحب نے بھی کھانا ختم کیا اور ہمیں اپنے کمروں میں جانے کا کہہ کر خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ میں اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ کر کافی دیر تک حسام اور اس کی بلاؤں کے بارے میں سوچا رہا۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔

جب میری آنکھ کھلی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا۔ اس کے بعد کمرے سے باہر آگیا۔

ایک ملازم نے میرے قریب آکر پوچھا۔ "جناب ناشتہ لگا دوں؟"

"ہاں لگا دو۔" تیور صاحب اٹھ گئے ہیں کیا؟" میں نے ملازم کے سوال کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

"نہیں آج تو تیور صاحب ابھی تک سو رہے ہیں۔ دراصل آپ لوگ رات بھر دیر سے لوٹے تھے ناں۔" ملازم نے بتایا۔

"اور میرے ساتھی بھی سو رہے ہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب وہ صبح سویرے ہی اٹھ گئے تھے اور وہ گاڑی لے کر میرے لیے گئے ہوئے ہیں۔ وہ تو بالکل فریض لگ رہے تھے۔ جیسے ان پر رات دیر سے سونے کا کوئی اثر نہیں ہوا ہو۔" ملازم نے کہا۔

چاہتا ہوں۔" برلویس نے کہا۔ آخری جملے کہتے ہوئے اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"تم فکر نہ کرو، ہم ضرور اس کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔" تیور صاحب نے برلویس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"برلویس، میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" برلویس نے مسکرا کر کہا۔

"جب تم نے خودکشی کی تو اس سے پہلے تمہیں شیطان نے حکم دیا تھا کہ تم خودکشی کر لو تو وہ تمہیں ستارہ زہرہ یعنی ونس پر جنت ابدی میں جگہ دے گا تو کیا واقعی اس نے ایسا کیا؟" میں نے پوچھا۔

برلویس میری بات پر زور سے ہنسا اور بولا۔ "تم خود سوچو کیا شیطان بھی کبھی سچ بولتا ہے؟"

"میں تو اس میں بارے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے اس سے سچ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

"ہاں بالکل یہی بات ہے، شیطان نے مجھ سے خودکشی کرانے کے بعد میری روح کو گرفت میں لے لیا۔ پھر مجھے مختلف کام کرنے کے لیے کہا۔"

میں نے اس سے سوال کیا۔ "تم مجھے جنت ابدی میں بھیج رہے تھے۔"

تو وہ ہنس کر بولا۔ "جنت ابدی صرف میرے لیے ہے، تم صرف وہ کمرہ جو میں کتا ہوں۔" برلویس نے بتایا۔

"تو کیا تم نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایسا ہی کیا لیکن اس نے مجھے بڑی سخت سزائیں دیں۔ جس کی وجہ سے مجبوراً مجھے اس کے احکامات ماننے پڑے۔" برلویس نے بتایا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم اب بھی وہی موسیقی جاسکتے ہو؟" تیور صاحب نے برلویس سے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ کیوں نہیں۔" برلویس نے جواب دیا۔

"چلو تو پھر آج رات ہو جائے کچھ موسیقی۔" تیور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن کیوں؟" برلویس نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

"بس یونی۔۔۔ تفریح کے طور پر۔" تیور صاحب بولے۔

"لیکن اگر میں موسیقی بجائوں گا تو بدروہیں، چڑبیس اور مختلف بلائیں آسکتی ہیں۔" برلویس نے بتایا۔

اس کا جواب ابھی پریشان تھا

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" تیور صاحب نے ایک بار پھر مسکرا کر کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ چڑبیس اور بدروہیں آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔"

برلویس نے غصہ ظاہر کیا۔

تیور صاحب بولے۔ "اب اتنا علم تو میں بھی جانتا ہوں کہ کس طرح حصار بنا کر ایسی حقوق سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔"

برلویس نے تفصیل بتانے کے بعد اپنی پینٹ کچھ اوپر کی اور اپنی ٹانگ میں لگی گولی مجھے دکھانے کو بولے۔ "یہ دیکھو یہ لگی ہے گولی۔"

میں نے دیکھا جہاں گولی لگی تھی وہاں ایک سوراخ تھا لیکن خون نہیں تھا۔

برلویس بولا۔ "تم ملازم سے کہہ کر چاقو تو منگواؤ۔"

میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ قریب ہی موجود ایک ملازم سے میں نے چاقو لانے کو کہا تو وہ تیزی سے ایک طرف چلا گیا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے مجھے چاقو لا کر دے دیا۔ میں واپس کمرے میں آ گیا۔

"یہ تو بھئی چاقو۔" میں نے چاقو برلویس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

برلویس نے چاقو لے لیا تو میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ برلویس نے چاقو کی مدد سے گولی سے بننے والے سوراخ کو مزید بڑا کیا۔ پھر گولی نکال لی۔ میں نے گولی برلویس کے ہاتھ سے لے لی اور بغور اسے دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" برلویس نے پوچھا۔

"میں اس گولی کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ انسان کی اس معمولی سی ایجاد نے اب تک نہ جانے کتنے انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔"

پھر کچھ توقف کے بعد میں نے برلویس سے پوچھا۔ "آخر لوگ ایک دوسرے کو کیوں مارتے ہیں؟"

"یہ سب شیطانی چکر ہیں۔ اگر لوگ انسان سے پیار کرنا سیکھ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا میں ذن خراب نہ ہو اور نہ ہی بے گناہ لوگ موت کے منہ میں جائیں۔ کسی بھی مذہب نے بے گناہ انسان کے قتل کی اجازت نہیں دی ہے لیکن کسی پر ظلم کرنے والے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان پر ان کے مذہب کی طرف سے اور انسانیت کے ناطے بہت ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر ایسے ظالم لوگ سنجیدگی سے یہ بات تسلیم کر لیں کہ آج نہیں تو کل انہیں یہ دنیا چھوڑنی ہے اور اپنے خدا کو جواب دینا ہے تو وہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کریں۔ ایسے ہی لوگوں کو شیطان ہرکاتا ہے اور ان کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ وہ سب سے افضل انسان ہیں اور دوسرے ان کی غلامی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ شیطان ان کے دل میں طرح طرح کے اٹلے سیدھے خیالات پیدا کرتا ہے اور اس وجہ سے پوری دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو مار رہے ہیں، ایک دوسرے پر ظلم کر رہے، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں؟" برلویس نے جذباتی انداز میں کہا۔

"تمہارے خیال میں ایسی تمام باتوں سے کیسے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے؟" میں نے برلویس سے پوچھا۔

برلویس مسکرا کر بولا۔ "میرے پاس تو بہت سی تجاویز ہیں لیکن میری باتوں کو کون اہمیت دے گا۔"

برلویس کی بات سن کر میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ آخر اس کے پاس ایسی کون سی تجاویز

میں ملازم کی بات سن کر دھیرے سے مسکرایا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا پتہ کہ برلویس کی فریض نظر آ رہا تھا۔

میں نے ملازم سے کہا۔ "اچھا تم جلدی سے ناشتہ لگاؤ، مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

"جی بہتر جنب۔" ملازم نے کہا اور تیزی سے اس طرف چلا گیا جہاں ڈائننگ ٹیبل رکھی تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ ملازم ناشتہ

لگا چکا تھا۔ میں نے ڈٹ کر ناشتہ کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکالی

کر سگاہنے کے بعد میں کرسی پر بیٹھ گیا اور آنے والی رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ جب برلویس نے

موسیقی بجا کر بدردخون چیزیں اور شیطانی بلاؤں کو بلانا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے سگریٹ کو بجھا دیا اور سیزر

پر رکھے رسالوں میں سے ایک رسالہ اٹھا کر پڑھنے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے رسالہ میز پر رکھا اور دروازہ

کھول دیا۔ میرے سامنے برلویس موجود تھا۔

"کیا اب تک سو رہے تھے؟" برلویس نے مسکرا کر پوچھا اور اندر آ گیا۔

میں دروازہ بند کرنے کے بعد دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ برلویس میرے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

میں نے دھیرے سے ہنس کر جواب دیا۔

"میں سو تو نہیں رہا تھا بلکہ رسالے کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تم بتاؤ کہ تم کہاں گئے ہوئے تھے؟"

"میں تو شہر کی سیر کرنے گیا تھا۔" برلویس نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بڑے مزے کر کے آرہے ہو نم۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا خاک مزے کر کے آ رہا ہوں؟ آج اپنی آنکھوں سے لوگوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ کر آ رہا

ہوں۔ میرا تو سارا موزہ ہی خراب ہو گیا ہے۔" برلویس نے برا سانس بنا کر کہا۔

"کون قتل ہو گیا؟" میں نے قدرے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کچھ نقاب پوشوں نے ایک

گاڑی کو روک لیا۔ ابھی میں صورت حال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان نقاب پوشوں نے گاڑی

میں موجود چار پانچ آدمیوں کو نیچے اتار لیا۔ ان نقاب پوشوں کے ہاتھوں میں کلاٹھکھٹھکھٹھکیں تھیں۔ یہ سب

کچھ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ نقاب پوش اب ان لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ میں فوراً اپنی گاڑی سے اترا

اور زور سے ان نقاب پوشوں کو لٹاکار اور تیزی سے ان کی طرف بڑھا لیکن نقاب پوشوں نے مجھے کوئی

خاص اہمیت نہ دی اور گھڑے آدمیوں کو انہوں نے گولیوں سے بھون ڈالا اور بھاگنے لگے۔ میں ان کے

پیچھے بھاگا تو ایک نقاب پوش نے مڑ کر مجھ پر برست مارا لیکن میں نہایت بھرتی سے ایک گاڑی کی آڑ میں

ہو گیا۔ صرف ایک گولی میری ٹانگ میں لگی۔ جب میں نے گاڑی کے پیچھے سے دوبارہ ان نقاب پوشوں کو

دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ سب فرار ہو چکے تھے۔ میں تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی

اس جگہ سے بہت دور لے آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں پولیس وغیرہ کے پکڑ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا

"آج صبح جب میری آنکھ کھلی تو اچانک مجھے اس بات کا خیال آگیا تھا۔ میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں گا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولے۔ "آج مجھے ایک کام سے بندرگاہ پر جانا ہے اگر تم لوگ چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ تفریح ہو جائے گی۔" تیمور صاحب نے کہا اور جواب طلب نظروں سے ہماری طرف دیکھنے لگے۔

"جناب تفریح ہی ہوتی چاہئے۔۔۔ کچھ اور نہ ہو جائے۔" میں نے کہا اور مسکرا کر برلویض کی طرف دیکھنے لگا۔

تیمور صاحب میری بات نہیں سمجھے۔ اس لیے حیران نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"دراصل برلویض بھی آج صبح تفریح کی غرض سے باہر گیا تھا لیکن راستے میں کچھ غلاب پویشوں نے ایک گاڑی روک لی۔ اس میں موجود چار پانچ آدمیوں کو لائن میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا۔ برلویض نے ان آدمیوں کو بچانے کی کوشش کی لیکن اسے بھی ایک گولی لگ گئی۔ اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ کہیں ایسا ہی کوئی اور واقعہ نہ ہو جائے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔

"جہیں ان غلاب پویشوں کے معاملے میں نہیں کوہنا چاہئے تھا برلویض۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "کسی بے گناہ کو موت کے منہ میں جلتے ہوئے دیکھ کر میں اسی طرح جذباتی ہو جاتا ہوں۔" برلویض نے کہا۔

"مجھے تمہارے جذبات پر فخر ہے لیکن پاکستان میں آج کل صورت حال کچھ ایسی چل رہی ہے کہ گناہ اور ثواب کی تیز فہم ہو چکی ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کو کس وقت افوا کر لیا جائے یا تشدد کر کے مار دیا جائے۔ دہشت گردی بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں اور اکثر دہشت گردوں اور جرائم پیشہ لوگوں کے علاوہ کئی سرکاری اہلکار اور محافظ بھی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہمیں اس طرح کے معاملات سے اپنے آپ کو دور رکھنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں لاکھوں لوگوں میں جانا پڑے یا دہشت گردوں اور جرائم پیشہ افراد سے لڑنا پڑے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ پاکستان میں کئی غیر ممالک کی ایجنسیاں بھی دہشت گردی کر رہی ہیں۔ اگر کہیں ان سے ہمارا جھڑپ ہو گیا تو بات بڑھ بھی سکتی ہے اور ہم اپنے اصل مشن سے دور بھی ہو سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"اس کا مجھے پورا احساس ہے تیمور صاحب۔ اسی لیے تو میں نے غلاب پویشوں کا پیچھا نہیں کیا۔ کیونکہ کچھ دیر بعد وہاں پولیس کے پہنچ جانے کا امکان تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ آدمی بچ جائے۔ جنہیں قتل کیا گیا ہے۔ ان کے قتل کے بعد میری کوشش تھی کہ میں ان غلاب پویشوں میں سے کسی ایک کو پکڑ کر اسے اس قدر زخمی کر دوں کہ وہ بھاگ نہ سکے۔ اسے زخمی کرنے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ میں بھاگ جاؤں گا مگر جب پولیس پہنچنے کی تو زخمی غلاب پویش کو گرفتار کر لے گی لیکن جب انہوں نے مجھ پر تازیکہ کی تو میں ایک گاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔ جب میں گاڑی کی آڑ سے نکلا تو وہ سب فرار ہو چکے

ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کیا تجویز ہیں؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ عالمی سطح پر کوئی ایسی مہم چلائی جائے جس میں دنیا کے تمام لوگوں کو انسان کی اہمیت اور اس سے محبت کی طرف راغب کیا جائے۔ اس کے علاوہ ان کو سخت ترین سزائیں دی جائیں جو انسانوں پر ظلم کے مرتکب ہوں۔ تم بھی یقیناً اونٹوں کی ریس سے واقف ہو گے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظلم کوئی اور نہیں ہو گا۔ اس ریس میں انسانیت، اخوت اور محبت کے بڑے بڑے دعویدار معصوم بچوں کو اونٹوں پر تھیلوں میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اونٹوں کی ریس کرائی جاتی ہے۔ اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بھی باندھ دی جاتی ہیں۔ جب اونٹ بھاگتے ہیں تو بچے روتے ہیں اور گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ اس ریس میں اونٹوں کی ٹانگیں بچوں کو لگتی ہیں۔ اس وجہ سے بہت سے بچے تو اسی وقت مر جاتے ہیں۔ بہت سے بچے گر جاتے ہیں۔ اونٹ گھنٹیوں کی آواز اور بچوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ تیز بھاگتے ہیں اور ریس کروانے والے اس منظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عالمی طور پر اس ظلم کے خلاف تمام ممالک کو احتجاج کرنا چاہئے اور اگر تب بھی یہ ریس بند نہ ہو تو کوئی ایسا قانون بنایا جائے۔ جس کے تحت ریس کروانے والوں کو عین تک سزائیں دی جائیں۔ اس طرح اور دیگر بہت سے غلامی پروگرام شروع کیے جائیں۔ اس کے لیے یا تو دنیا کے تمام ممالک مشترکہ طور پر مہم شروع کریں یا پھر ہر ملک اپنے طور پر کارروائیاں کرے۔"

برلویض خاموش ہو گیا تو میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن وہ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کو عملی جامہ پہنانا بہت مشکل تھا۔

"اچھا میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کھانے کی میز پر ملاقات ہو گی۔" برلویض اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا تم بھی کھانا کھاؤ گے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ مجھے بھی عام انسانوں کی طرح رہنا پڑتا ہے تاکہ کسی کو مجھ پر شک نہ ہو۔" برلویض نے جواب دیا۔

"یہاں کون تم پر شک کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ملازمین میں سے کسی کو شک ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ اور ان کے ذریعے بات آگے جاسکتی ہے۔ میں تو ہر طرح سے محتاط رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔" برلویض نے جواب دیا۔

برلویض چلا گیا تو میں نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکالا اور اسے سلا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ دوپہر کو کھانے کی میز پر تیمور صاحب نے کہا۔ "بھئی۔۔۔۔۔ رات کی کارروائی نے مجھے بہت تھکا دیا تھا۔ اس لیے میں تو خوب سوتا رہا۔ تم لوگ کب اٹھے تھے؟"

"میں بھی دیر سے اٹھا تھا لیکن برلویض جلدی اٹھ گیا تھا۔" میں نے انہیں بتایا۔

"اچھا برلویض یہ بتاؤ کہ کیا آج رات تمہاری موسیقی سننے کے لیے پانچواں اور داغی کافی وہیں گے یا کوئی اور انسٹرومنٹ بھی درکار ہوں گے؟" تیمور صاحب نے برلویض سے پوچھا۔

"نہ دو ٹوٹا، نہ کافور، نہ۔۔۔۔۔ نے مسکرا کر جواب دیا۔

صاحب نے ٹیلی فنی کے سلسلے میں اس سے مزید تعاون کرنے سے معذرت کر لی اور اسے بتایا کہ آج کل وہ ایک اہم مشن پر کام کر رہے ہیں۔ اس مشن سے فارغ ہو کر وہ اس انگریز کے ساتھ کام کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر انہیں فارغ وقت ملا تو وہ اس کی ضرورت مدد کرتے رہیں گے۔ وہ انگریز وہاں سے چلا گیا تو تیمور صاحب اس شخص سے مخاطب ہوئے جو کمرے میں پہلے سے موجود تھا۔ "اچھا بھئی صاحب مجھے اجازت دیں۔"

"بھئی میں جناب میں آپ کے لیے چائے منگواتا ہوں یا اگر آپ چاہیں تو ٹھنڈا منگوا لیتا ہوں۔" اس شخص نے کہا۔ جس کا نام مہر تھا۔

"نہیں بھئی چائے ٹھنڈا پھر کبھی سہی۔ فی الحال میں جلدی میں ہوں۔ پھر ملاقات ہوگی۔" تیمور صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ مہر کی طرف پڑھاتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں کمرے سے باہر آ گئے تو تیمور صاحب بولے۔ "یہ انگریز جبر ٹیلی فنی جانتا ہے اور یہ میرے گروپ میں شامل ہے۔ ہم لوگ ایک خاص مشن پر کام کر رہے تھے لیکن جاشان صاحب کی وجہ سے میں نے اس مشن پر مزید کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ میں پہلے جاشان صاحب کے دیئے ہوئے کام کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔"

ہم تینوں گاڑی میں بیٹھ گئے تو تیمور صاحب نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر بعد تیمور صاحب نے ایک ایسی جگہ گاڑی روک دی۔ جہاں سامنے بے شمار کشٹیاں اور چھوٹے چھوٹے جہاز نظر آ رہے تھے۔

"یہاں سے ہم سمندر کی سیر کے لیے جائیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب بیٹھے اتر آئے۔

تیمور صاحب نے گاڑی لاک کی اور ہم سب ساحل کے قریب پہنچ گئے۔

"صاحب کشتی شوق چاہتے کیا؟" ایک شخص نے ہمارے قریب آ کر کہا۔

وہ بالکل سیاہ رنگ کا تھا اور اس کے بال تھکے پائے تھے۔

"کشتی تو چاہتے لیکن کیا تمہاری کشتی میں اور لوگ بھی سوار ہوں گے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"اڑے صاحب امارا کشتی میں کوئی نہیں ہے۔ ام آپ لوگ کو سمندر میں لے جائے گا۔ ادھر آپ لوگ کو چھلی کا شکار کرائیں گا۔" اس کالے شخص نے کہا۔

"اچھا کیا پیسے لوگے؟" تیمور صاحب نے اس شخص سے پوچھا۔

"اڑے صاحب پانچ سو روپے لیں گا لیکن صحیح تفریح کرائیں گا۔" اس شخص نے بتایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" تیمور صاحب نے کہا تو وہ شخص ہمیں لے کر ایک طرف چل دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ہمیں ایک لانچ کے قریب لے آیا۔

لانچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اڑے صاحب یہ ہے فی ام لوگوں کا راکٹ۔ آپ آجاؤ۔" اس شخص نے کہا اور ہمیں لانچ میں لے آیا۔

تھے۔ "برلویض نے کہا۔

"چلو خیر..... آئندہ احتیاط رکھنا۔ کبھی تمہارا اس طرح کسی کو پکڑنے یا ختم کرنے کا ارادہ ہو تو اسے موقعہ واردات سے دور جانے کا موقع دینا۔ اس کے بعد اس کے ساتھ جو جی چاہے کرنا لیکن وہ سب کچھ بھی نہایت احتیاط سے کرنا۔" تیمور صاحب نے برلویض کو مشورہ دیا۔

"آپ بے فکر رہیں، میں آئندہ ہر طرح کی احتیاط رکھوں گا۔" برلویض نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کپڑے بدل کر آتا ہوں۔ تم لوگ چاہو تو تم بھی کپڑے بدل لو۔" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیمور صاحب اپنے کمرے کی طرف چلے گئے جبکہ میں اور برلویض اپنے کمروں کی طرف چل دیے۔ میں نے کپڑے بدلے اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ملازم کھڑا تھا۔

اس نے کہا۔ "صاحب کمرے میں ہیں کہ اگر آپ لوگ تیار ہو گئے ہیں تو گاڑی میں آجائیں۔"

"ہاں ہاں..... میں تیار ہو گیا ہوں۔" میں نے کہا اور اس ملازم کے ساتھ چل دیا۔

ملازم برلویض کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور میں باہر برآمدے میں آ گیا۔ سامنے تیمور صاحب گاڑی میں بیٹھے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کیا برلویض تیار....." ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ برلویض آتے دکھائی دیا۔ وہ بھی آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد گاڑی گھر سے باہر آ کر سڑک پر رواں دواں تھی۔

"کیا تم پہلے پاکستان آئے ہو؟" انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

"جی نہیں، میں پہلی مرتبہ آیا ہوں لیکن پاکستان کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کھماڑی ہے، کھماڑی کے بارے میں تو تم جانتے ہو گے۔" تیمور صاحب نے گاڑی ایک جگہ پارک کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں..... کھماڑی کے بارے میں بھی میں بہت کچھ جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ہم تینوں بیٹھے اتر آئے۔ تیز سمندری ہوا بہت بجلی لگ رہی تھی۔ ہم لوگ ایک دفتر میں آ گئے۔ وہاں ایک آدمی موجود تھا۔

وہ ہمیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تیمور صاحب آپ بالکل ٹھیک وقت پر آ گئے ہیں۔ جبر ابھی آتا ہی ہو گا وہ نزدیک ہی آ گیا ہے۔"

"مجھے احساس تھا کہ جبر ٹھیک وقت پر آ گیا ہو گا لیکن ہماری گاڑی ٹریفک میں پھنس گئی تھی۔"

تیمور صاحب نے کہا اور ہم تینوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد ایک انگریز کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے انگریزی میں تیمور صاحب سے بات چیت شروع کر دی۔ وہ دونوں ٹیلی فنی اور بین الاقوامی کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ پھر تیمور

طرف ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں ہٹ گئے تو وہ لالچ کے عین درمیان میں آگیا۔ پھر اچانک گر پڑا۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، وہ بالکل بے حس و حرکت پڑھا تھا۔ پھر اچانک اوپر آہٹن کی طرف پھر پڑا ہٹ کی آواز سنائی دی۔ تیمور صاحب اور میں نے فوراً اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں فضا میں ایک پرندہ بری طرح پر اور پتھر مار رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ بے حس و حرکت ہو کر سمندر میں گر گیا۔ اس کے بعد دوسرے پرندے کا بھی یہی حال ہوا۔ ایک ایک کر کے تمام پرندے اسی طرح نیچے سمندر میں آکرے۔ پھر اچانک برلویض اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”حمیس کیا ہو گیا تھا؟“ میں نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

وہ مسکرا کر بولا۔ ”تم شاید ابھی تک کچھ نہیں سمجھے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں۔ میں سمجھا نہیں۔“

”حمیس معلوم ہے کہ میری روح اور جسم دونوں طبعہ ہیں، یہ جسم کسی کا ہے جبکہ روح میری ہے۔ میں نے اپنے جسم کو چھوڑ دیا تھا اور فضا میں جا کر ان پرندوں سے لڑ رہا تھا۔ تم نے دیکھا کہ ایک ایک کر کے تمام پرندے فتم ہو گئے۔ یہ سب میں نے ہی کیا تھا۔ پھر میں نے دوبارہ اپنے جسم کو استعمال کیا۔ اسی لیے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔“ برلویض نے بتایا۔

میں کچھ دیر حیرت کے عالم میں رہا۔ پھر لالچ والے کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اس کا کچھ کرنا چاہیے“ اس کے سر سے تو کافی خون بہہ گیا ہے۔“

ہم تینوں لالچ والے کی طرف بڑھے۔ تیمور صاحب نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ہم اس سے بولے۔ ”تم لوگ بھی اپنے رومال دے دو۔“

ہم نے اپنے رومال دے دیئے تو انہوں نے سارے رومال جو ذکر ایک اپنی بتائی اور لالچ والے کے سر پر باندھ دی۔ اس کے بعد سمندر کا پانی ہاتھ میں لے کر انہوں نے لالچ والے کے منہ پر مارا۔ ایک دو مرتبہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو لالچ والے کو ہوش آگیا۔

اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ ”اڑے ام لوگ بچ گیا ہے کیا؟“

”ہاں بھئی ہم لوگ بچ گئے ہیں۔۔۔۔۔ اور ہم لوگوں نے ان پرندوں کو فتم کر دیا ہے۔“

”اڑے صاحب تم لوگوں نے بالکل صحیح کام کیا ہے نی۔“ لالچ والے نے کہا۔

پھر وہ ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔ ”وہ پرندہ مرنا کدھر ہے نی؟“

”وہ دیکھو سمندر میں۔“ تیمور صاحب نے سمندر میں تیرتے پرندوں کی طرف اشارہ کیا۔

ان پرندوں کو دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ اب ان کے جسموں کے ساتھ انسانی کھوپڑیاں اور پتھر بھی تھے۔

”اڑے صاحب ابھی ام لوگ کو واہیں جانا چاہیے ایسا نہیں ہووے کہ وہ پرندہ مرنا پھر آوے۔“ لالچ والے نے کہا اور لالچ کے استیہک کی طرف بڑھ گیا۔

پھر اس نے لالچ اشارت کی اور نہایت تیز رفتاری سے چلانے لگا۔ کافی دیر بعد ہمیں دور ساحل پر موجود کشتیاں اور جہاز نظر آنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد لالچ والے نے لالچ کو ایک مناسب جگہ پر لگا دیا۔

پھر اس نے لالچ اشارت کی۔ کچھ کشتیوں اور جہازوں کے قریب سے گزرنے کے بعد وہ لالچ نیچے سمندر میں لے آیا۔

”اڑے صاحب راکٹ کا رفتار ٹھیک ہے کہ زیادہ کروں؟“ اس شخص نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اتنی ہی رفتار رکھو۔“ تیمور صاحب نے اس سے کہا۔

کافی دیر کے سفر کے بعد لالچ والے نے رفتار بالکل کم کر دی۔

پھر اس نے لالچ کا انجن بند کر دیا اور بولا۔ ”ادھر پھل کا شکار مت ہے۔“

پھر اس نے ایک جال نکال لیا اور ہماری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”آپ لوگ شکار کرو نی۔“

ہم لوگوں نے جال پکڑ لیا اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اچانک کئی پرندے ہماری لالچ کے ارد گرد مڑلانے لگے۔ پہلے تو ہمیں یوں لگا جیسے وہ چٹیلے یا گدھے ہیں لیکن جب ہم نے خود کیا تو پتہ چلا کہ وہ عجیب شکل صورت کے پرندے تھے۔ ان کے پنجے بہت زیادہ بڑے تھے اور حمزہ دھار خیموں کی طرح لگ رہے تھے۔ ان میں سب سے عجیب بات جو تھی وہ یہ کہ ان کے چروں پر انسانی ڈھانچوں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اچانک ان پرندوں میں سے ایک پرندہ تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے نہایت خوفناک آواز نکالی اور ہم پر حملہ کر دیا۔ تیمور صاحب، برلویض اور میں نے لپٹ کر اپنی جان بچائی جبکہ لالچ والے نے اس پرندے کے سر پر ڈنڈا مارنا چاہا وہ ڈنڈا تو پرندے کو نہیں لگا لیکن پرندے نے اپنا پنجہ لالچ والے کے سر پر مار دیا۔ لالچ والا ایک زور دار چیخ مار کر گر پڑا۔ ڈنڈا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گیا اور اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

”یہ پرندے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ شیطان کا حملہ ہے۔“ برلویض نے چیخ کر کہا۔

”پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“ تیمور صاحب نے برلویض سے پوچھا۔

”آپ لوگ لالچ کی سیٹوں کے نیچے چلے جائیں۔ میں ان کا بندوبست کرتا ہوں۔“ برلویض نے کہا۔

”میں نے تو اپنے گرد حصار کھینچا ہوا ہے، سلطان کے گرد بھی حصار کھینچ دیتا ہوں۔“ تیمور صاحب نے برلویض سے کہا۔

”ہاں حصار کھینچ دیں، یہ بہتر رہے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ پرندے اس کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ہم لوگ سمندر کے پانی کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔ ساحل یہاں سے اتنی دور ہے کہ ہم تیر کر نہیں جاسکتے۔ ایسے میں یا تو ہمیں پھیلیاں کھا جائیں گی یا پھر سمندر کی لہروں ہمارے لیے موت کا سبب بن جائیں گی۔“ برلویض نے کہا۔

اس کی نظر اب بھی فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں پر تھی۔ تیمور صاحب نے کچھ پرندہ کر مجھ پر پھونک دیا۔ چند لمحوں بعد ایک پرندہ تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے ہم پر حملہ کرنا چاہا لیکن وہ ہمارے قریب سے ہوتا ہوا گزر گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد وہ ایک بار پھر مڑ کر آیا۔ اس مرتبہ ایک اور پرندہ بھی نیچے آگیا تھا۔ ان دونوں نے اپنے پنجے زور دار طریقے سے لالچ پر مارے اور آگے کی طرف اڑ گئے۔ جس جگہ انہوں نے اپنے مارے تھے اس جگہ سے لالچ کی ٹکڑی اڑت گئی تھی۔ برلویض نے ہمیں ایک

برلویس کے موسیقی بجانے سے خوش ہوتا تھا لیکن اب معاملہ دو سرا ہے۔ برلویس اب شیطان کا دشمن ہو چکا ہے اس لیے رات میں جو بھی شیطانی قوتوں جمع ہوگی۔ وہ یقیناً برلویس سے خوش نہیں ہوگی۔ اس لیے اس بات کا امکان ہے کہ وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

پھر اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولے۔ "تم رات کے کھانے تک آرام کرو۔ میں ملازمین سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ کل تک کے لیے جھنجھٹی کریں۔"

میں تیمور صاحب کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے کافی ذہنی اور جسمانی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔ کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے برلویس کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اگر میں نہیں اٹھتا تو شاید تم رات بھر سو رہے۔" اس نے کہا۔

"شاید ایسا نہ ہوتا یا شاید ہو ہی جاتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا..... تیمور صاحب اور میں کھانے کی میز پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں، منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ۔" برلویس نے کہا اور چلا گیا۔

میں نے دروازہ بند کر لیا اور غسل خانے میں آگیا۔ منہ ہاتھ دھو کر میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور مسکرا کر سوچنے لگا کہ میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔ شاگو نے جو میرا میک اپ کیا تھا، وہ اب بھی بغیر کسی خرابی کے موجود تھا۔ کچھ دیر بعد میں کھانے کی میز پر پہنچ گیا۔ وہاں کھانے کے زیادہ برتن نہیں تھے اور نہ ہی دیگر اہتمام تھا۔

ابھی میں اسی بات پر غور کر رہا تھا کہ تیمور صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس بات پر حیران ہو رہے ہو کہ آج میز کیوں خالی خالی سی ہے۔ بھئی اس کی وجہ یہ ہے ملازمین چھٹی پر جا چکے ہیں اور یہ سب کچھ میں نے خود سجایا ہے۔"

"آپ مجھے بتا دیتے..... میں اس کام میں آپ کی مدد کر دیتا۔" میں نے ایک پلیٹ اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"بھئی یہ خیال تو مجھے پہلے نہیں آیا۔ چلو خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا، اب ان کو رکھنے میں تم میری مدد کر دیتا۔" تیمور صاحب نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

جس پر برلویس مسکرا دیا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

کھانے سے فارغ ہو کر تیمور صاحب ہمیں ایک بہت بڑے ہال میں لے آئے اور برلویس سے بولے۔ "کیا یہ جگہ موسیقی کی محفل کے لیے مناسب رہے گی؟"

"جی ہاں..... بہت مناسب جگہ۔" برلویس نے ہال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

ایک جانب پیانو رکھا ہوا تھا۔ تیمور صاحب پیانو کی طرف بڑھے تو میں اور برلویس بھی ان کے پیچھے چل دیے۔

"دیکھو بھئی..... یہ رہا پیانو۔" تیمور صاحب نے پیانو کے سر کو چھیڑ کر کہا۔

یہاں سے ہم لوگ آسانی کے ساتھ زمین پر جا سکتے تھے۔

تیمور صاحب نے لالچ سے اترنے سے پہلے جیب سے ہنڈی نکالا اور اس میں سے پانچ سو روپے نکال کر لالچ والے کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ لو بھئی اپنے پانچ سو روپے۔"

"اڑے نہیں صاحب اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" ابھی ام لوگ کا جان مان بچ گیا۔ یہ ام لوگ کے لیے بہت ہے۔" لالچ والے نے کہا۔

"رکھ لو یا رہ۔" تیمور صاحب نے اصرار کیا۔

"اڑے نہیں صاحب! آپ لوگ کو تو تفریح بھی نہیں ملے، انا مصیبت آگیا۔ پھر آپ لوگ ام لوگ کا جان بچایا ہے۔" ابھی ام لوگ آپ سے پیسہ نہیں لے سکتا ہے" لالچ والے نے کہا تو تیمور صاحب نے مجبوراً نوٹ واپس ہنڈی میں رکھ لیے۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ گاڑی میں بیٹھے تھے اور گاڑی ایک کھلی سڑک پر رواں دواں تھی۔

"اب تمہارے گرد بھی مستقل حصار کھینچ کر رکھنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کسی وقت بھی کسی طرف سے حملہ ہو جائے۔" تیمور صاحب نے مجھ سے کہا۔

"اگر کوئی خطرہ ہے تو پھر آپ کھینچ دیں حصار۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"ابھی میں نے سمندر میں تمہارے گرد حصار کھینچا تھا، اس کا اثر آٹھ گھنٹوں تک رہ سکتا ہے۔ اب گھر پہنچ کر میں تمہارے گرد ایسا حصار کھینچ دوں گا جو کم از کم ایک ماہ تک اپنا اثر رکھے گا لیکن ہر مہینے تم مجھے یاد کو کوئی بھی عامل تمہارے پاس جو اس سے کہو کہ تمہارے گرد حصار کھینچ دے۔" تیمور صاحب نے مجھے بتایا۔

"جی بہتر ہے۔ یاد رکھوں گا۔" میں نے ان سے کہا۔

گھر پہنچ کر تیمور صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں چلنے کے لیے کہا۔ میں ان کے ساتھ کمرے میں آگیا انہوں نے ایک چھوٹا سا صندوق کھولا اور اس میں سے ایک انسانی کھوپڑی نکالی۔ پھر اسے ہاتھ میں لے کر وہ کچھ پڑھنے لگے۔

اس کے بعد انہوں نے تین مرتبہ مجھ پر پھونکا اور بولے۔ "اب ایک ماہ کے لیے تمہارے گرد حصار کھینچ گیا ہے۔ اس دوران تم مختلف آفتوں اور حملوں سے محفوظ رہو گے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ حصار کے باوجود ہم کھل طور پر دشمن سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں..... تم صحیح کہہ رہے ہو۔ یہ حصار مکمل حفاظت کا ضامن نہیں ہوتے لیکن کافی حد تک انسان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

انہوں نے کھوپڑی واپس صندوق میں رکھی اور مجھ سے بولے۔ "آج رات برلویس کی موسیقی کے دوران بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ وہاں بھی یہ حصار ہمیں محفوظ رکھے گا۔"

"میں سمجھا نہیں کہ موسیقی کے دوران کیا ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پہلے برلویس جب اپنے جسم کے ساتھ زندہ تھا۔ اس وقت شیطان اس کا مددگار ہوتا تھا اور

تیمور صاحب نے ایک بار پھر یہاں کے شروں کو چھڑوایا۔ انہوں نے ایک اور انگش و دھن بجائی شروع کر دی۔ جس گانے کی وہ دھن بجا رہے تھے وہ گانا میں سن چکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ برویض بہت خوبصورت لڑکیاں سن رہا تھا۔ مجھے بھی بہت لطف آ رہا تھا۔ یکدم دیر بعد تیمور صاحب نے دھن ختم کی تو برویض اور میں نے تالیاں بجا لیں لیکن برویض کافی دیر تک تالیاں بجاتا رہا۔

مگر وہ بولا۔ "واہ تیمور صاحب آپ پیاں بوست خرب بجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہوسٹل پر کافی محنت کرتے رہے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں" میں نے بڑی محنت اور دلچسپی کے ساتھ موسیقی کو سیکھا ہے۔" تیور صاحب نے کہا۔

”بیانو کے علاوہ آپ کیا کیا بھیجتے ہیں؟“ برلویض نے پوچھا۔  
 ”وائلق تو خیر میں نہیں بجا سکتا..... اسے میں نے بھانے کی برت کو شش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ میں کچھ تھوڑا بہت گزار بجا لیتا ہوں۔“ تیمور صاحب نے بتایا۔

”اچھا... اب ایک اور بیماری سے دھن سنا دیں۔“ برلونیٹس نے تیمور صاحب سے فرمائش کی۔ تیمور صاحب کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے پیانو کے نردوں کو چھیڑ دیا۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے کوکوش کے ایک خوبصورت گانے کی دھن چھیڑی تھی۔ یہ اتفاق تھا کہ اب تک انہوں نے کتنی دھنیں بجاتی تھیں وہ میں نہایت پسندیدگی سے پہلے بہت سنتا رہا تھا۔ مگر گوش میری پسندیدہ گلوکارہ تھی۔ اس لیے اس دھن کو بھی میں فوراً پہچان گیا۔ تیمور صاحب نے پورے گانے کی دھن بجانے کے بعد اپنے ہاتھ پیانو سے ہٹا لیے۔ ایک مرتبہ پھر برلونیٹس اور میں نے مالیاں بجا کر تیمور صاحب کو خوب داد دی۔

وہابی جگہ سے اٹھ گئے اور برلویض ہے بولے۔ "اب تم سناؤ..... موسیقی کا مزہ تو تمہارے  
 نہیں ہے۔"

برلویض ایک بار پھر یانوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ بھانے سے پہلے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "سلطان ہمیں موسیقی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیا؟"

"اچھا تو تم کیا کچھ کر لیتے ہو؟" برلویس نے پوچھا۔  
"میں نے جواب دیا۔"

”میں بہت اچھا۔۔۔“ میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔  
 ”کیا بہت اچھا؟“ بڑولویض نے پوچھا۔

”بہت اچھا سن لیتا ہوں۔“ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔  
میری بات سن کر برکات بخش اور تیمور صاحب دونوں ہنس پڑے۔

مگر بیور صاحب بولے "یہ تم نے خوب کہا کہ تم بہت اچھے سن لیتے ہو۔ اب سننے نہانے کی جلی ہے تو میں تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں۔"

۱۰ یومہ دیر توقف کے بعد ہوئے۔ ایک پارٹی میں ایک پریشان حال شخص نے ایک مشہور امریکی

بھراؤں نے قریب ہی موجود ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک دانٹن نکال کر بریلوینس طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "اور یہ لو دانٹن۔۔۔ ان دونوں چیزوں کو چپک کر لو کہ تمہارے لمٹاؤ ٹھیک ہیں یا نہیں۔ کیونکہ میں تو شوقیہ طور پر یہ چیزیں بھیجی کبھی بجاتا ہوں اور موسیقی کے متعلق کوئی خاص معلومات نہیں ہیں۔"

برلویض نے وطن کا کس کھولا اور اس میں سے وطن نکالنے کے بعد ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ اس نے وطن کو تھوڑا سا بجلیا اور کچھ خرچہ دے دیا اور پھر کچھ ہی دیر میں ان شروں کو اس نے خوبصورت دھن بنا دیا۔ میں اور تیمور صاحب آرام سے بیٹھ کر برلویض کی دھن کو سننے لگے۔ اس کی انگلیوں کو دیکھ کر اس کی مہارت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے وہ دھن غم کر دی۔ تیمور صاحب اور میں نے تائیاں بجا کر اسے واوی۔

”بہت خوب۔۔۔ بہت ہی اعلیٰ۔۔۔ یعنی تعریف کی جائے کم ہے۔“ تیمور صاحب نے کہا۔  
 ”تیمور صاحب! آپ بھی تو جانتے ہیں، کچھ سنائیں۔“ ریلوئیں نے کامورا اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔  
 ”بھئی جینے۔۔۔ تم ہی سناؤ۔۔۔ میں تو شوقیہ بنانے والا ہوں۔۔۔ مجھ سے کہاں کوئی صحیح دھن بوجھ  
 کی۔“ تیمور صاحب نے ریلوئیں نے کہا۔

”نہیں بھئی..... جو کچھ بھی آپ کو آتا ہے وہی سنائیں اور آپ یقیناً اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ موسیقی کی محفل میں جہاں اس وقت پڑتی ہے جب سب لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔“ برلویس نے کہا تو تیمور صاحب برلویس کی جگہ پر بیٹھ گئے۔

”اس سٹے لیے مناسب وقت رات بارہ بجے کے بعد ہے اور اس وقت کسی کی مداخلت کا امکان ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ابھی تو کوئی لٹے والا بھی آ سکتا ہے۔۔۔۔۔ کوئی فون آ سکتا ہے۔“ بریڈیض نے جواب

مکروہ تیور صاحب سے بولا۔ ”جی جناب اسٹیجے پکو۔“  
تیور صاحب نے بیا تو پر انگلیاں چلائیں۔ پھر آہستہ آہستہ انہوں نے بھی ایک خاص انگلیش دھن  
فی شروع کر دی۔ یہ دھن میں بھی سن چکا تھا۔ اچانک ان سے ایک غلط سراستہل ہو گیا۔

اسوں نے سکرا کر پٹا نہ جھٹکا چھوڑ دیا اور ریلویں کی طرف دیکھ کر بولے۔ ”بس یہی تو خرابی میرے بجائے میں۔ جب دھن اچھی خاصی بجنے لگتی ہے تو کوئی غلط فہم استعمال ہو جاتا ہے اور سارا کرکڑا ہو جاتا ہے۔“

”لیکن میں یہی کہوں گا کہ آپ بھی بڑی مہارت سے یہاں بجاتے ہیں۔“ بدلوےض نے تیمور سب کی تعریف کی۔

”اچھا آؤ..... اب تم کچھ سناؤ۔“ تیمور صاحب نے کہا۔  
اس سے پہلے کہ وہ جگہ خلل کرتے برلویض ہوا۔ ”تیمور صاحب..... آج بہت عرصے بعد موسیقی کو لٹی ہے۔ پلیز آپ بجائیں..... بہت مزا آ رہا ہے۔“

اردو فینز کے لیے pk7e@hotmail

نہلی بیٹی کے حوالے سے بہت کچھ کرتا رہتا ہے جبکہ دوسرا بیٹا غالب ہے۔"  
"غالب ہے..... کیا مطلب؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب میری بیوی نے ایسی گولیاں کھائی ہوئی تھیں جن کے کھانے سے انسان غائب ہو جاتا ہے۔ اب وہ غالب ہی ہے لیکن اس کی پرورش جاری ہے۔ دوسرا بیٹا سیاسی مسائل میں زیادہ الجھا رہتا ہے۔ میں نے تو اب تقریباً کارروائیاں چھوڑ دی ہیں۔ بس تھوڑا بہت کام کرتا رہتا ہوں۔ میرے اس بیٹے کا نام فارس ہے جو کہ کارروائیاں کرتا رہتا ہے۔ اب لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ کوئی اسے عاثرث کہتا ہے تو کوئی پارس لیکن دراصل اس کا نام فارس ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کا مانع فلوادی ہے۔ اس لیے اس پر کسی زہر اور شے کا اثر نہیں ہوتا۔ اب میں تمہیں مختصر اپنی اور فارس کی ایک کارروائی کے بارے میں بتاتا ہوں۔ ہمارا مشن ہے کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے اور جو کوئی بھی اس دنیا کی بربادی کے لیے کام کرے اور انسانوں کے لیے مصیبتیں پیدا کرے، اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کچھ عرصہ پہلے امریکہ نے ایسے انجشن کی ایجاد کی تھی جو کہ آدمیوں کو لگا دیے جائیں تو ان کی جنس تبدیل ہو جاتی تھی اور وہ بیگزے بن جاتے تھے۔ روس نے یہ انجشن امریکہ سے نہایت خفیہ طریقے سے چرا لیا اور ان انجکشنوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ فارس اور میں نے ان انجکشنوں کا فارمولہ نہ صرف چرا لیا بلکہ ایسے لوگوں کے ذہنوں سے یہ فارمولہ فراموش کرا دیا جنہیں یہ یاد تھا۔ اس کے بعد ایک کارروائی ایسے لوگوں کے خلاف بھی کئی بڑی جو ایسی گولیاں اور فلاننگ کیپول استعمال کر رہے تھے جن کو انگریز منہ میں رکھ لیا جاتا تو انسان اڑنے لگتا۔ یہ کیپول اور گولیاں دراصل ایک دوسری دنیا کے باشندوں نے ایجاد کیں تھیں جو کسی طرح ہماری دنیا کے کچھ جرائم پیشہ لوگوں کے ہاتھ آ گئے اور انہوں نے اسے لفظ کاموں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں کے خلاف بھی ہم لوگوں نے سخت کارروائی کی اور ان سے وہ گولیاں اور کیپول حاصل کرنے کے بعد ان کے ذہنوں سے بھی گولیوں اور کیپول کی تمام باتیں صاف کر دیں۔" کچھ دیر بعد چائے تیار ہو گئی۔ میں اور تیمور صاحب چائے فرموس میں ڈالا کر برلویض کے پاس آ گئے۔ وہ کوئی بہت ہی خوبصورت دھن بجا رہا تھا۔

"کیوں بھی برلویض چائے پیو گے؟" تیمور صاحب نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔  
"ہاں ضرور..... کم از کم شوقیہ طور پر تو میں ضرور چٹا پسند کروں گا۔ کیونکہ مجھے کھانے پینے کی ضرور ہوتی نہیں ہے۔" برلویض نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔  
تیمور صاحب نے چائے ایک کپ میں اندلی اور برلویض کو دے دی۔ اس کے بعد مجھے بھی چائے دی اور خود بھی چائے سے لطف اندوز ہونے لگے۔ برلویض نے چائے ختم کرنے کے بعد ہمیں کچھ بہت ہی خوبصورت دھنیں سنائیں۔  
پھر اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بارہ بجتے والے ہیں۔ اب سے کچھ دیر بعد ہم اپنے پروگرام کا آغاز کریں گے۔"  
تیمور صاحب اور میں نے بھی گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی۔

ماہر فلکیات سے پوچھا۔ کیا ایسی جنگ ہونے کی صورت میں ہماری دنیا بالکل تباہ ہو جائے گی۔ سیاروں کے علم کے ماہر نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔ ہو بھی جائے تو کیا ہو۔ ہماری دنیا بڑے سیاروں میں سے ہے نہیں۔"

تیمور صاحب کے لطیفے پر برلویض اور میں ہنس پڑے۔  
پھر برلویض بولا۔ "چلے اب میں بھی آپ کو ایک لطیفہ سنانا ہوں۔ ایک بے روزگار شخص نے اپنی مسلسل بے روزگاری سے پریشان ہو گیا تو وہ ایک جو تھی کے پاس پہنچا اور اپنا ہاتھ دکھایا جو تھی اس کا ہاتھ دیکھ کر کہا تمہاری قسمت کھلنے والی ہے۔ آج ہی تمہیں کہیں سے روپے ملیں گے۔ اتنے ہی اس شخص نے جو تھی کا گلا پکڑ لیا اور اس کی جیب میں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بوٹہ نکال کر فرار ہو گیا۔ برلویض کے لطیفے پر میں اور تیمور صاحب کھکھلا کر ہنس پڑے۔  
پھر تیمور صاحب مجھ سے بولے۔ "بھئی سلطان اب تمہاری باری ہے۔ تم بھی کوئی لطیفہ سناؤ۔" مجھے تو لطیفہ یاد ہی نہیں رہے ہیں۔" میں نے کہا۔  
"نہیں بھئی..... کوئی نہ کوئی لطیفہ تو تمہیں سنانا ہی پڑے گا۔" برلویض نے اصرار کیا۔  
"اچھا..... تو میں سوچتا ہوں۔" میں نے کہا اور کوئی لطیفہ یاد کرنے لگا۔  
پھر بڑی مشکلوں سے مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔

میں نے کہا۔ "ایک لطیفہ یاد آیا ہے وہی سنا دیتا ہوں آپ لوگوں کو۔ ایک بچہ دوڑتا ہوا باہر آیا اور اپنی ماں سے بولا۔ امی امی کل والا فقیر آیا ہے۔ ماں نے بچے سے پوچھا کیا کچھ رہا ہے وہ بچہ نے کہا۔ وہ کہتا ہے کہ کل آپ نے روٹی اور سالن دیا۔ آج خدا کے نام پر تھوڑا سا چورن دے دیں۔"

میرا لطیفہ سن کر برلویض اور تیمور صاحب دونوں ہنس پڑے۔  
پھر تیمور صاحب بولے۔ "ابھی تو بارہ بجتے ہیں کافی دیر ہے، کیوں نہ چائے بنا لی جائے؟"  
"ہاں..... یہ مناسب رہے گا۔" میں نے کہا۔  
"اچھا برلویض..... تم یہیں بیٹھ کر پیانو سے شغل کرو۔ ہم لوگ چائے بنانے جا رہے ہیں تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم دونوں کچن میں آ گئے۔  
"آپ مجھے نہلی بیٹی اور پٹانم کے حوالے سے کچھ بتائیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ نے کچھ کیا ہے اور اب کیا کر رہے ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

انہوں نے پیٹک چولے پر رکھنے کے بعد کہا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"  
"دراصل مجھے نہلی بیٹی اور پٹانم کے بارے میں جاننے کا شوق ہو گیا ہے۔" میں نے بتایا۔  
انہوں نے پیٹک میں جچی ڈالنے ہوئے کہا۔ "اچھا تو پھر میں تمہیں ضرور بتاؤں گا لیکن بات ذہن میں رکھنا کہ ہر اسرار علوم کے مقابلے میں نہلی بیٹی اور پٹانم وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"



اپنی طرف کھینچ لیا۔ تیمور صاحب مختلف بلاؤں کو دیکھ رہے تھے جبکہ برلویض آٹھیں بند یہ پانو بجانے میں مصروف تھا۔ موسیقی کی وجہ سے مجھ پر ایک سرور چھایا ہوا تھا۔ میرادل بار بار چاہ رہا تھا کہ میں اٹھ کر رقص کروں۔ اس لڑکی نے مجھے اپنی طرف دور سے کھینچا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رقص کرنا شروع کر دیا اور مجھے بھی دائیں بائیں کر کے رقص کرنے پر مجبور کیا تو میں بھی رقص کرنے لگا۔

ہر طرف ہلکا چمکا دھواں پھیلا ہوا تھا اور بدروحمیں وغیرہ رقص کرنے میں مصروف تھیں۔ موسیقی نے مجھ پر ایسا نشہ طاری کر دیا تھا کہ میں مستقل رقص کرنا چاہتا تھا۔ پھر میری نظر تیمور صاحب پر پڑی۔ وہ بھی اپنی جگہ پر بیٹھے جھوم رہے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ میری آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد ایک آواز میری سماعت سے گزری۔

”کیا تم میرا ساتھ دو گے؟“ لڑکی نے مجھ سے پوچھا تھا۔

”تم کون ہو؟“ میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

”میں تمہاری ہوں“ تم سے محبت کرتی ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟“ اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد اپنا سوال دہرایا۔

اس کی بات سننے کے بعد مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ مجھے جیسے واقعی وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میں بھی اس سے شدید محبت کرتا ہوں۔

”ہاں..... میں تمہارا ساتھ دوں گا۔“ میں نے اس کی آنکھوں میں جمائے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن تمہیں تو میرا ساتھ دینے سے روک دیا گیا ہے۔“ اس لڑکی نے کہا۔

”کس نے روکا ہے؟“ میں نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

”تمہارے گرد کھینچے گئے حصار کی وجہ سے میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی۔“ اس نے بھی پیار بھرے لہجے میں بتایا۔

”اے ختم کر دو۔“ میں نے کہا۔

”میں نہیں کر سکتی۔“ اس نے کہا۔

”کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے اس حصار کو؟“ میں نے پوچھا۔

”اس سے کہو وہ ختم کر دے گا۔“ اس لڑکی نے تیمور صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”آؤ..... اس سے کہتے ہیں۔“ میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور تیمور صاحب کی طرف بڑھ گیا۔

بحران کے قریب پہنچ کر میں نے ان سے کہا۔ ”میرے گرد کھینچا ہوا حصار ختم کر دیں۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔“ تیمور صاحب نے مسکرا کر کہا اور کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک دیا۔

کچھ دیر بعد وہ بولے۔ ”لو ابھی ختم ہو گیا حصار۔“

”آؤ میرے ساتھ۔“ لڑکی نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی جگہ آگئی جہاں کچھ دیر پہلے ہم دونوں رقص کر رہے تھے۔ ہم دونوں نے پھر رقص شروع کر دیا۔

اس نے کہا۔ ”اب تم اور میں ساتھ رہیں گے۔ موسیقی کی محفل ختم ہونے کے بعد میں تمہیں

پھر تیمور صاحب نے برلویض سے پوچھا۔ ”کیا بارہ بجے کے بعد ہی بجائے گا۔ اب تو وقت کم رہ گیا ہے..... ابھی سے شروع کر دو۔“

”نہیں..... رات بارہ بجے کا وقت پراسرار علوم کے حوالے سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ میں بارہ بجے کے کچھ دیر بعد ہی شروع کروں۔ اس وقت تک آپ ایک کام کریں۔“

”کیا کام؟“ تیمور صاحب نے پوچھا۔

”تمام روشنیاں بجھا دیں اور کھل اندھیرا کر دیں۔“ برلویض نے کہا۔

تیمور صاحب نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ بولے نہیں بلکہ انہوں نے اٹھ کر ساری روشنیاں بجھا دیں۔ اب ہر طرف کھل اندھیرا ہو چکا تھا۔ تیمور صاحب نے لاٹھ جھلیا اور اس کی روشنی کی مدد سے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد برلویض نے کچھ سر جھپیر دیے۔ ابتدا میں تو ان شروں نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا لیکن پھر رفتہ رفتہ مجھے بہت لطف آنے لگا۔ میں اٹھ کر رقص کرنا چاہتا تھا۔ میرادل چاہ رہا تھا کہ یہ موسیقی ہمیشہ بجتی رہے اور میں اس پر رقص کر رہوں۔ کچھ دیر بعد برلویض نے نہایت تیزی سے پانو بھانا شروع کر دیا۔ میں حیران تھا کہ وہ اتنی تیزی سے کیسے بجا رہا ہے۔

موسیقی سن کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ اتنی تیزی سے کوئی عام شخص نہیں بجا سکتا ہے۔ برلویض کی انگلیوں کی رفتار براہمتی جا رہی تھی اور میں اس کی موسیقی میں ڈوبا جا رہا تھا۔ اچانک کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی ہونا شروع ہو گئی۔ میں نے غور کیا کہ آخر یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟ لیکن میں اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی۔ اچانک ایک نہایت خوفناک چیخ سنائی دی۔ ایک لمحے کو تو میرادل لرز گیا اور میں خوفزدہ ہو گیا۔

پھر ان دونوں آوازوں کے ساتھ بلہوں کے رونے جیسی آوازیں بھی شامل ہو گئیں اور پھر خوفناک قہقہے سنائی دینے لگے۔ برلویض دیوانوں کی طرح پانو بجا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس میں ہلکی بھر گئی ہے۔ آوازوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر بعد ہال میں جگہ جگہ دھواں پھیلنے لگا۔ میں اس دھواں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اچانک ہال میں روشنی ختم ہو گئی اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا۔

چپچپے، قہقہے اور دوسری خوفناک آوازیں اور زیادہ جڑھ گئی تھیں۔ اچانک مجھے اپنے قریب دو سرخ انگارے نظر آئے اور پھر کسی نے میری کلائی پکڑ لی۔

جس کسی نے بھی میری کلائی پکڑ لی تھی۔ اس نے اپنی گرفت سخت کرنا شروع کر دی۔ میں بری طرح گھبرا چکا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ برلویض کی موسیقی اب بھی جاری تھی اور اس میں تیزی آتی جاتی تھی۔

”یہ کس نے میری کلائی پکڑی ہے؟“ میں نے زور دار آواز میں پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی میرے سوال کا جواب دیتا ہال میں ایک بار بھر روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے کے ساتھ ہی چیخوں، قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ دھڑا دھڑا بہت سی خوفناک شکل کی مخلوق رقص کر رہی تھی اور سنائی دینے والی آوازیں اسی مخلوق کی تھیں اور ایک لڑکی نے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے

”یہ کس نے میری کلائی پکڑی ہے؟“ میں نے زور دار آواز میں پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی میرے سوال کا جواب دیتا ہال میں ایک بار بھر روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے کے ساتھ ہی چیخوں، قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ دھڑا دھڑا بہت سی خوفناک شکل کی مخلوق رقص کر رہی تھی اور سنائی دینے والی آوازیں اسی مخلوق کی تھیں اور ایک لڑکی نے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے

”یہ کس نے میری کلائی پکڑی ہے؟“ میں نے زور دار آواز میں پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی میرے سوال کا جواب دیتا ہال میں ایک بار بھر روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے کے ساتھ ہی چیخوں، قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ دھڑا دھڑا بہت سی خوفناک شکل کی مخلوق رقص کر رہی تھی اور سنائی دینے والی آوازیں اسی مخلوق کی تھیں اور ایک لڑکی نے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے

”یہ کس نے میری کلائی پکڑی ہے؟“ میں نے زور دار آواز میں پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی میرے سوال کا جواب دیتا ہال میں ایک بار بھر روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے کے ساتھ ہی چیخوں، قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ دھڑا دھڑا بہت سی خوفناک شکل کی مخلوق رقص کر رہی تھی اور سنائی دینے والی آوازیں اسی مخلوق کی تھیں اور ایک لڑکی نے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے

روشن علاقے میں داخل ہوئے مجھے عجیب سا لطف اور سرور کا احساس ہوا۔ اس پاس بہت سی مختلف شکل والی مخلوق نظر آ رہی تھی۔

"یہ سب کون ہیں؟" میں نے لڑکی سے پوچھا۔

"یہ سب شیطان کے پیچاری ہیں۔ پہلے یہ سب اپنے اپنے جسوں کے ساتھ زمین پر رہتے تھے لیکن پھر شیطان نے انہیں خودکشی پر مجبور کیا اور جب انہوں نے خودکشی کی تو ان کی روحوں کو قید کر لیا۔" لڑکی نے بتایا۔

"یہ سب تو نہایت بھیاںک ہیں جبکہ تم بہت خوبصورت ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے لڑکی سے پوچھا۔

"میں نے شیطان کی بہت خدمت کی ہے اس لیے اس نے مجھے یہ طاقت عطا کی ہے کہ میں اپنی مٹی شہیں بدل سکتی ہوں۔" لڑکی نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ہم دونوں ایک نل نما عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ پھر ہم اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی بہت سی بد شکل مخلوق موجود تھی۔ لڑکی مجھے لے کر ایک بڑے ہال میں آئی۔ یہاں ایک بہت شاندار تخت موجود تھا۔ جس پر کچھ اعلیٰ قسم کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس پاس بد شکل مخلوق موجود تھی۔ ہال روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی؟ لڑکی تخت پر آنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

لڑکی مجھ سے بولی۔ "میں یہاں کی مالکہ اور نگران ہوں۔ یہ محل میرا ہے اور تمام روہیں میری غلام ہیں۔"

"اب میں کس حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم میری محبت ہو" میں نے جب تمہیں زمین پر دیکھا تھا تو میں تمہاری دیوانی ہو گئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے مجھے تم جیسے ہی کسی ساتھی کی ضرورت تھی تھے میں شدت سے پیار کر سکوں۔ تمہیں یہاں مالک بن کر رہنا ہو گا۔ جو میری حیثیت ہے وہی تمہاری حیثیت ہوگی۔ سب تمہارا حکم مانیں گے۔" لڑکی نے بتایا۔

"لیکن کیا شیطان کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہاں کا مکمل اختیار مجھے حاصل ہے اور میں اس نے خلاف کوئی کام تو نہیں کر رہی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

میں نے اس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے کے بعد اس سے کہا۔ "میں نے اب تک تمہارا نام تو پوچھا نہیں ہے۔"

"میرا نام شیٹ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام سلطان ہے۔" میں نے اسے بتایا۔

وہ ایک خوبصورت قہقہہ لگا کر بولی۔ "اب اس تم میرے دل اور اس کل کے بھی سلطان ہو۔"

اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

برلین اب بھی تیز رفتاری سے پیانو بجا رہا تھا۔ وہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ پھر کچھ دیر

اس نے پیانو بجانے کی رفتار بجلی کر دی اور بالآخر اس نے پیانو بجانا بند کر دیا۔ موسیقی بند ہوتے ہی طرف اندھیرا ہو گیا۔ خوفناک مخلوق کی چیخوں، قہقروں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ گیا اور پھر کچھ دیر بعد مجھے اپنے جسم میں عجیب سی تبدیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لڑکی نے میرے دونوں ہاتھ تھام رکھے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضا میں بلند ہو رہا ہوں۔ پیچہ دیر بعد میں ٹی بھت میں سے نکل آیا۔ لڑکی بھی میرے ساتھ تھی۔ اب ہم دونوں مکمل فضا میں تھے اور آسمان کی طرف جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ساتھ خوفناک مخلوق بھی تھی۔

"اب تم ہمیشہ کے لیے میرے ہو چکے ہو۔" لڑکی نے کہا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" میں نے قدرے پریشانی سے لڑکی سے پوچھا۔

"تم اب اپنے جسم سے آزاد ہو چکے ہو۔" اس نے بتایا۔

"ان کا مطلب ہے کہ اب میں اپنے جسم کو استعمال نہیں کر سکتا۔" میں نے پریشان لمحے میں کہا۔

"مفتول باقیں ست درو۔ اب تم میرے ساتھ ہر سکون المذا میں رہو گے۔ تمہیں کوئی تکلیف ہوئی کوئی پریشانی نہ ہوگی۔" اس لڑکی نے کہا۔

"لیکن میں اپنے جسم کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

مجھے اپنے اندر اس کے لیے بے اختیار محبت محسوس ہوئی۔

"اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے جسم کے بغیر ہی رہنا ہو گا۔ اس لیے کہ اگر تم اپنے جسم کے ساتھ رہو گے تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں صرف ایک روح ہوں اور تم بھی میرے ساتھ روحانی طور پر ہی رہ سکتے ہو۔ اب تم فوری فیصلہ کرو کہ تم اپنے جسم کے ساتھ رہنا چاہتے ہو یا میرے ساتھ؟" اس لڑکی نے ناراضگی سے پوچھا۔

میں کچھ پریشان ہو گیا۔ میں اپنے جسم کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن اس لڑکی سے مجھے بے انتہا محبت محسوس ہو رہی تھی۔ میں اسے بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

پھر میں نے اپنے جسم کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور اس لڑکی سے بولا۔ "میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اس لیے کہ میں..... میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔" اس لڑکی نے پیار بھرے لمحے میں مسکرا کر کہا تو میں بھی مسکرا دیا۔

میں نے نیچے کی طرف دیکھا۔ بہت دور چاند ستارے نظر آ رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ نظر آنے والے ستارے زمین پر جتنے والے بلب اور اسٹریٹ الیکٹریکس وغیرہ ہیں۔ ہم اب بھی اوپر کی جانب جا رہے تھے۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ پیچہ دیر بعد ہم ایک ایسی جگہ آ گئے جہاں روشنی تھی۔ ہم جو جہی

"اگر ہم ایک خاص وقت سے زیادہ یہاں رہیں گے تو ہمیں تکلیف ہونا شروع ہو جائے گی اور پھر تکلیف اس قدر بڑھ جائے گی کہ ہم اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔" شیٹا نے بتایا۔  
کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "چلو..... اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ ورنہ تکلیف کا مکمل شروع ہو جائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی، میں بھی کھڑا ہو گیا اور پھر ہم دونوں اڑتے ہوئے ہال سے باہر آئے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں واپس پہلے والے ہال میں آکر کرسیوں میں بیٹھ گئے۔  
"کیا تم شیطان کے لیے کچھ کام کرو گے؟" شیٹا نے مجھ سے پوچھا۔

اس کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔  
پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "مجھے کیا کام کرنا ہو گا؟"  
"زمین پر اس کے لیے کچھ کام کرنے ہوں گے۔" شیٹا نے بتایا۔  
میں نے اس سے پوچھا۔ "مجھے کیا کام کرنے ہوں گے۔"

شیٹا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ میں شیطان کا پیغام پہنچانے کا کام دے دیا جائے۔ تم کو یہ طاقت دی جاسکتی ہے کہ تم لوگوں کے دل و دماغ میں پہنچ کر انہیں مختلف کاموں پر اکسائو۔"

میں سوچنے لگا کہ شیٹا کو کیا جواب دوں۔ میں اس کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو گیا تھا اور اس کی کوئی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔  
پھر میں نے اس سے کہا۔ "میں شیطان کے لیے کام کرنے پر راضی ہوں، صرف اور صرف تمہاری محبت کی خاطر۔"

شیٹا مسکرا کر بولی۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم میری محبت کو رد نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ تم مجھ سے ہنسی محبت کرتے ہو۔"

"مجھے کب سے کام کرنا ہے؟" میں نے شیٹا سے پوچھا۔  
"پہلے میں تمہیں شیطان کے سامنے پیش کروں گی۔ اس کے بعد وہ تم پر اپنا دست شفقت رکھے گا۔ پھر وہ ہمیں بتائے گا کہ تمہیں زمین پر جا کر کیا کام کرنا ہے۔" شیٹا نے بتایا۔ "تم کب مجھے شیطان کے سامنے پیش کرو گی۔" میں نے پوچھا۔

"بہت جلد زمین کے حساب سے کل چاند کی چودھویں تاریخ ہے اور یہ ہمارے لیے بہت اہم ہوتی ہے۔ اس رات بہت سے اہم فیصلے ہوتے ہیں۔ زمین پر موجود شیطان کے بچاری اور ہمدرد خاص مخلوق کا اہتمام کرتے ہیں اور بہت سے انسانوں کو شیطان کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ کل رات میں اور تم زمین پر جائیں گے۔ اس مرتبہ وہاں ہمارے دوستوں نے نہ صرف شیطان کے لیے کئی انسانوں کی قربانی کا بندوبست کیا ہے بلکہ میرے لیے بھی دو انسان رکھے ہیں۔"

"انسانوں کی بھینٹ سے تم پر کیا فرق پڑے گا؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔  
"میری طاقت میں اضافہ ہو جائے گا اور میں مزید بہت کچھ کر سکوں گی۔" شیٹا نے جواب دیا۔

پھر وہ کچھ توقف کے بعد بولی۔ "میں ابھی کچھ دیر میں واپس آ جاؤں گی تب تک تم ایک گھر سے لطف اندوز ہو۔"

اس نے کچھ تالیاں بجائیں تو تقریباً دس بارہ خوبصورت لڑکیاں وہاں آگئیں۔ وہ چلتی ہوئی وہاں نہیں آئی تھیں بلکہ ہوا میں اڑتی ہوئی آئی تھیں اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ کیونکہ وہ روسی تھیں انسان نہیں۔ ان سب نے کچھ گانا شروع کر دیا اور پھر وہ ہوا میں ہی رقص بھی کرنے لگیں۔ ان کا رقص اس قدر متاثر کن تھا کہ میں ان کے رقص میں محو ہو گیا۔

"تم یہ دیکھو۔ میں ابھی کچھ دیر بعد واپس آ جاؤں گی۔" شیٹا نے کہا۔  
تو میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکراتی ہوئی تیزی سے اٹھ کھنی اور پھر وہاں اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔ میں دوبارہ رقص دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد شیٹا اڑتی ہوئی واپس آگئی اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بولی۔ "کیسا لگا تمہیں رقص؟"  
"بہت خوب..... بہت خوب۔" میں نے جواب دیا۔  
شیٹا نے دوبارہ تالیاں بجائیں تو وہ لڑکیاں رک گئیں۔ پھر وہ ٹھیکسا ٹھیکسا اور اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئیں۔

"آؤ میرے ساتھ..... میں تمہیں ایک اور کرشمہ دکھاتی ہوں۔" شیٹا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھما اور اڑنے لگی۔ میں بھی ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "جب تمہیں کیسے ادھر ادھر جانا ہو تم صرف ارادہ کر لینا تم اڑنے لگو گے۔"  
"کیا میں اڑ کر واپس زمین پر بھی جاسکتا ہوں۔" میں نے پوچھا۔  
"نہیں..... تم صرف ایک خاص حد تک جاسکتے ہو اس سے آگے نہیں۔" شیٹا نے بتایا۔

ہم دونوں ہال سے باہر آنے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ مجھے ایک اور ہال کے سامنے لے آئی۔ جو نئی ہم اندر داخل ہوئے مجھ پر ایک ایسا سرور چھانے لگا جو میرے لیے بالکل اجنبی تھا اور آج تک دنیا میں میں نے کبھی اتنا سرور حاصل نہیں کیا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں ہمیشہ اس سرور کی کیفیت میں رہوں۔ اس ہال میں بھی ایک تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر اعلیٰ قسم کی کرسیاں موجود تھیں۔ ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے؟" شیٹا نے مجھ سے پوچھا۔  
"بہت اچھا۔" میں نے جواب دیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ہمیشہ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"  
"نہیں زیادہ دیر اس کیفیت میں رہنا مناسب نہیں ہے۔" شیٹا نے جواب دیا۔  
"کیوں..... کیا ہو جائے گا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

دراصل میں اس ہال اور کیفیت سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا اور اپنے اوپر طاری سرور سے ہمیشہ کے لیے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

کرنا ہوگی۔" شیتا نے بتایا۔

کچھ توقف کے بعد وہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "وہ تین ستاروں کے ذرا فاصلے

پر جو چوتھا ستارہ ہے، ہمیں وہاں جانا ہے۔"

میں نے اس کے بتائے ہوئے ستارے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "وہ تو بہت دور ہے۔ کیا ہمیں

وہاں پہنچنے میں بہت وقت لگے گا؟"

شیتا مسکرا کر بولی۔ "زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ تم دیکھتے جاؤ۔"

اور پھر اس نے ستارے کی سمت پرواز شروع کر دی، دیکھتے ہی دیکھتے ہماری رفتار انتہائی تیز ہو

گئی۔ اس قدر تیز کہ کچھ ہی دیر میں میں اپنے آپ کو ستارے کے قریب محسوس کرنے لگا اور پھر ہم

ستارے کے انتہائی قریب پہنچ گئے۔ ستارے کی زمین اور اس پر موجود روشنیاں اور کچھ عمارتیں نظر

آنے لگیں۔ پھر شیتا ایک محل نما عمارت میں مجھے لے آئی۔ اندر انتہائی خوفناک منظر تھا ایک بہت بڑی

بلا مینٹی تھی جو اوپر سے مجھے کوئی چٹان لگ رہی تھی لیکن اس کے نزدیک پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ بلا ہے۔ وہ

دھیرے دھیرے خوفناک آوازیں نکال رہی تھی۔ اس کی رنگت بالکل سیاہ تھی۔ وہ انسان سے مشابہ

تھی اس کی چار ٹانگیں اور تین ہاتھ تھے۔ بندہ اس کا چہرہ بن مانس سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن اس کی زبان باہر

کو نکلتی رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر اس نے تیز خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ میں کچھ گھبرا گیا۔

"گھبراؤ نہیں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گی۔" شیتا نے مجھے تسلی دی۔

وہ اس کے سامنے نظیلا جھکی اور بولی۔ "سلطان مجھے پسند آگیا ہے اس لیے میں اسے زمین سے

لے آئی ہوں۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔" شیتا کی بات سن کر وہ بلا ایک طرف ہو گئی۔

اس کے بننے کی وجہ سے مجھے ایک دردناک نظر آیا۔ شیتا مجھے لے کر اس میں داخل ہو گئی۔ اندر

کچھ خوفناک قسم کی بلا میں رقص کر رہی تھی۔ یہ عام انسان کے برابر تھیں اور انسانوں کی طرح ان کی

دونوں ٹانگیں اور دو ہاتھ تھے۔ البتہ ان کے چہرے بہت بھیاںک تھے۔ سامنے ایک اونٹنے چوڑے پر ایک

نمایت بارعب محض بیٹھا تھا۔ وہ مکمل طور پر انسان تھا اس نے بہت خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا

تھا۔ شیتا مجھے لے کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

پھر وہ اس کے سامنے نظیلا جھکی اور بولی۔ "میں یہاں اپنے دوست کو تمہاری سلطنت دکھانے

لائی ہوں۔"

اس شخص نے مجھ سے معافی کیا اور ہمیں اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ہم دونوں بیٹھ گئے تو وہ شیتا سے بولا۔ "یہ صرف تمہارا دوست ہے یا شیطان کا بھی دوست

ہے؟"

"یہ شیطان کا دوست بننے کے لیے تیار ہے۔" شیتا نے اسے بتایا۔

پھر وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم شیطان کے دوست بننے

کے لیے تیار ہو۔ یہاں تم بہت مزے میں رہو گے۔ یہاں ہمیں فائدے ہی فائدے ملیں گے اور اگر تم

نے ہمت کام کیا تو پھر ہمیں بھی کسی ستارے وغیرہ پر حکمرانی دے دی جائے گی۔ جس طرح مجھے دی گئی

"تو پھر ٹھیک ہے، کل کی رات تک ہم خوب مزے کریں گے۔"

"اب میں تمہیں ایک پز لطف تماشا دکھاتی ہوں۔" شیتا نے کہا۔

پھر اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں عجیب و

غریب چیز تھی۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ میرے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔ تب میں نے غور سے

اس چیز کو دیکھا جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ کوئی ساز لگ رہا تھا کیونکہ اس میں ہار لگے ہوئے تھے۔ پھر

شیتا نے ان تاروں پر ہاتھ مارا تو خوبصورت سرور کی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ عجیب لطف محسوس ہو

جیسے وہ دھن بجاتی جا رہی تھی۔ مجھ پر سرور کی کیفیت طاری ہو رہی تھی کہ یہ ساز ہمیشہ جتا رہے اور میں لطف اندوز

ہوتا رہوں۔ پھر شیتا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہوا میں کچھ اوپر بلند ہونے

کے بعد رقص کرنا شروع کر دیا۔ میں بھی اس کے قریب آگیا اور رقص کرنے لگا۔ وہ ساز بجانے کی

رفتار تیز کرتی جا رہی تھی اور مجھے محسوس ہونے والے سرور میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں کے

رقص کی رفتار بھی تیز ہو گئی تھی۔ ہم لوگ تقریباً ایک گھنٹے تک رقص کرتے رہے۔ پھر شیتا نے ساز

بجانا بند کر دیا اور نیچے جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے ساز بجانا کیوں بند کر دیا؟"

"میرا خیال ہے کہ اتنا ہی کافی ہے۔" شیتا نے مسکرا کر جواب دیا۔

اس کا لہجہ محبت سے لبریز تھا۔

"کیا تم میری خاطر کچھ دیر اور ساز نہیں بجا سکتیں؟" میں نے بھی پیار بھرے لہجے میں اس سے

پوچھا۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہیں سیر کراؤں۔ اسی دوران تم بہت سی اور باتوں سے لطف اندوز ہونے

رہو گے اور تمہیں معلومات بھی ہوتی رہیں گی۔" شیتا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

اس نے کچھ نہیں کہا اور اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ساز نہیں تھا وہ کرسی پر بیٹھی نہیں بلکہ ہوا

میں ہی ٹھہر کر بولی۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

میں اڑ کر اس کے قریب آگیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر ہم دونوں اڑتے ہوئے ہال سے

باہر آ گئے۔ کچھ دیر بعد شیتا مجھے لے کر محل اور روشنی سے دور آگئی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے

تھے۔

شیتا ایک جگہ رک گئی اور مجھ سے بولی۔ "اب ہمیں ایک ستارے پر جانا ہے۔"

"کیا ستارہ زہرہ پر جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں.... وہاں صرف شیطان جا سکتا ہے۔ ہم جیسے معمولی حیثیت والے وہاں نہیں جا سکتے۔

البتہ میری شدید خواہش ہے کہ میں ستارہ زہرہ پر جاؤں لیکن اس کے لیے مجھے شیطان کی بہت خدمت

تیس ہزاروں کہ میرا محل فضا میں قائم نہیں ہے بلکہ وہ کسی ستارے کے نوٹے ہوئے ایک چھوٹے سے ککڑے پر بنا ہوا ہے۔" شیتا نے بتایا۔

پھر اس نے ایک قریبی ستارے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس ستارے پر ایک ایسی مخلوق آباد ہے جو اکثر اژدہا فطرتوں میں زمین پر بھی جاتی رہتی ہے۔ زمین والے اب تک کسی بھی اژدہا فطرتی کو نہیں پکڑ سکے ہیں لیکن وہاں بے شمار لوگوں نے اژدہا فطرتوں کو دیکھی ہیں جو پلک جھپکنے میں غائب ہو جاتی ہیں۔"

"کیا ہم وہاں نہیں جاسکتے۔" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ وہ اپنے ستارے پر کسی کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔" شیتا نے جواب دیا۔

"ایک جگہ میں نے پڑھا تھا کہ ایک زمانے میں کسی ستارے کی مخلوق مصر کے لوگوں سے مل لے جاتی تھی۔ کیا یہ وہی مخلوق تو نہیں ہے؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"اس بارے میں تو میں نے بھی سنا ہے کہ مصر کے لوگ کسی آسمانی ستارے سے آنے والی مخلوق کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے لیکن میں یہ نہیں جانتی کہ یہ وہی مخلوق ہے یا وہ کوئی اور مخلوق تھی۔ کیونکہ یہاں تو کئی ستاروں پر مختلف قسم کی مخلوق موجود ہے۔" شیتا نے بتایا۔

ہم دونوں پرواز کرتے ہوئے ایک اور عمارت میں آ گئے۔ یہاں صحن میں کچھ عجیب قسم کی خرفاک بلائیں بیٹھیں تھیں۔ میں اور شیتا ایک طرف ہوا میں گھومنے لگے۔

پھر شیتا بولی۔ "اب تم دیکھو گے طاقت کا مظاہرہ۔"

اس نے مٹی بھائی تو سانسے موجود بلاؤں میں سے دو غرائی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور پھر یوں ایک دوسرے کے سانسے آئیں جیسے آہیں میں لڑنا چاہتی ہوں اور چند لمحوں میں ہی وہ دونوں لڑ پڑیں۔ ان کے جسم آہیں میں ٹکرانے سے پھل پھل رہی تھی۔ وہ دونوں بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے پر پھلنے کر رہی تھیں اور پھر ان دونوں نے آہیں میں ٹکرانے کے بعد ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلتا شروع کر دیا۔

"کیا یہ یونی ٹوٹی رہیں گی؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ان دونوں میں سے جو کوئی بھی ہارے گا اسے شیطان بہت بری سزا دے گا۔" شیتا نے بتایا۔

"لیکن یہ سب کیا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ ہارنے کے بعد سزا کیوں دی جاتی ہے؟" میں نے اچھے ہوئے لمبے میں پوچھا۔

"یہ روحیں پہلے زمین پر اپنے جسموں کے ساتھ رہتی تھیں یعنی انسان تھیں۔ پھر انہوں نے شیطان کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا اور پھر ایک روز یہ شیطان کے قابو میں آ گئیں۔ اب تم دیکھ رہے ہو کہ ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔ ان کا روزی مقابلہ کر لیا جاتا ہے جو روح ہار جاتی ہے اسے سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔ اسی لیے تم دیکھ رہے ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹکست دینے کے لیے کتنا زور لگا رہی ہیں۔ ان دونوں کی کوشش ہے کہ وہ دوسرے کو ٹکست دے دے اس لیے کہ ان پر ٹکست کے بعد ملنے والی سزا کا خوف سوار ہے۔" شیتا نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ایک روح نے دوسری روح کو ٹکست دے دی۔ ٹکست کھانے والی روح تیزی

سب اور امید ہے کہ شیتا کو بھی کسی ستارے پر حکمرانی دے دی جائے گی۔"

میں کچھ نہیں بولا اور سانسے رقص کرتی مخلوق کو دیکھنے لگا لیکن ساتھ ہی سوچنے لگا کہ کیا مجھے شیطان کے لیے کام کرنا چاہیے۔ پھر میرے دل میں شیتا کی محبت کا خیال آیا۔ میں اس سے شدید محبت کرنے لگا تھا اور اس کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔

"اب میں تمہاری کچھ مہمان نوازی کرتا ہوں۔" اس شخص نے مسکرا کر مجھ سے کہا اور پھر ایک مٹی بھائی۔ سانسے رقص کرنے والی بدروہیں ایک نوز گائے لگیں وہ جس زبان میں گاری تھی۔ وہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن ان کے گانے کی وجہ سے مجھے سرور آنے لگا۔ یہ سرور بالکل ہی الگ تھا۔ بدروہیں گانا گاتی رہیں اور میں سرور میں ڈوبا رہا۔ بہت دیر کے بعد بدروہوں نے گانا بند کر دیا۔

پھر وہی شخص بولا۔ "کیوں یہی مزہ آیا؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو تمہیں نہیں ہے تم ہمارے ساتھ رہو گے تو سرور کی ان کیفیات سے لطف اندوز ہو گے جن میں تم ہمیشہ ہمیش کے لیے رہنا چاہو گے۔" وہ شخص بولا۔

پھر وہ شیتا سے بولا۔ "اب تم سلطان کو اور جگہوں کی سیر بھی کرا سکتی ہو۔"

شیتا اٹھ کھڑی ہوئی، میں بھی کھڑا ہو گیا تو اس نے میرا ہاتھ تھما اور ہم دونوں اڑتے ہوئے باہر آ گئے۔ باہر وہ بن مانس نما بلا موجود تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم دونوں اس کے قریب سے اڑتے ہوئے عمارت سے باہر آ گئے۔ شیتا اور میں ٹھو پرواز تھے۔ ہماری رفتار بہت کم تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا یہاں پر مہمان نوازی کا یہی طریقہ ہے کہ مہمان کو سرور دیا جاتا ہے؟"

"ہاں یہاں پر کھانے پینے کا تو کوئی رواج نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت ہے۔ اس لیے یہاں مہمانوں کی تواضع سرور سے کی جاتی ہے۔" شیتا نے جواب دیا۔

"تو تم لوگ مستقل طور پر سرور میں کیوں نہیں رہتے؟" میں نے پوچھا۔

شیتا ہلکے سے ہنسی اور بولی۔ "آزاد ہم لوگ مستقل طور پر سرور میں رہیں گے تو کام کون کرے گا؟ یہاں ہمیں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں۔ یہ تمام کام شیطان کے حکم کے مطابق کیے جاتے ہیں۔ انہی کاموں کی وجہ سے شیطان ہم سے خوش رہتا ہے اور ہم پر مہمانیاں کرتا ہے اور اپنے قریب آنے کا موقع دیتا ہے جو شیطان کے جتنا قریب ہوگا۔ اتنے ہی فائدے ملنے ہیں۔"

"تو کیا جس شخص سے ہم ابھی مل رہے ہیں وہ شیطان کے بہت قریب ہے؟ میرا مطلب ہے تمہارے مقابلے میں۔ کیونکہ اسے باقاعدہ ایک ستارے کی حکمرانی دی گئی ہے جبکہ تم فضا میں رہتی ہو۔" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ہاں وہ شخص مجھ سے زیادہ شیطان کے قریب ہے کیونکہ اس نے شیطان کے لیے بہت کام کیا ہے۔ اس کا نام رابرٹ ہے اور وہ اس وقت بھی شیطان کے لیے بہت کام کر رہا ہے۔ جب وہ زمین پر اپنے انسانی جسم کے ساتھ رہتا تھا اور ہاں ایک بات اور تم نے کہا کہ میں فضا میں رہتی ہوں تو میں

سے اوپر کی طرف چلی گئی جبکہ جیتنے والی روح اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"یہ اتنی خوفناک کیوں ہیں؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"یہ تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ جب انہیں قید کیا گیا تو یہ اپنی انسانی شکلوں میں تھیں۔ پھر شیطان نے ان پر شدید قسم کے ظلم کیے انہیں سخت ترین سزائیں دیں اور یہ آہستہ آہستہ خوفناک ہو گئیں۔" شیتا نے جواب دیا۔

"کیا اب یہاں اور بھی رکنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں بس اب ہم واپس چلتے ہیں۔" شیتا نے کہا اور میرا ہاتھ تھام کر اڑنے لگی۔

کچھ دیر بعد ہم دونوں شیتا کے محل میں واپس آ گئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"اب تم یہیں رہو..... مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔" شیتا نے کہا۔

"میں یہاں کیا کروں گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم یہاں ایک سرور سے لطف اندوز ہو گے" ساتھ ہی جہیں غیب بھی آ جائے گی۔" شیتا نے

کہا۔

پھر اس نے کچھ پڑھا اور مجھ پر پھونک دیا۔ میرے آس پاس دھواں سا پھیلنے لگا اور پھر میری ہر طرف دھواں ہی دھواں ہو گیا۔ اب مجھے دھواں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور پھر مجھے سرور محسوس ہونے لگا۔ میرے دل میں ایک بار پھر خواہش پیدا ہوئی کہ یہ سرور مجھے ہمیشہ محسوس ہوتا رہے۔ ساتھ ہی مجھے غیب آنے لگی اور پھر میں ہر چیز سے بے خبر ہو گیا لیکن سرور کی کیفیت اب بھی مجھ پر طاری تھی اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں سرور کی کیفیت میں سویا رہا۔ پھر شیتا نے مجھے غیب اور سرور کی کیفیت سے نکالا۔

"مزہ آیا؟" شیتا نے پوچھا۔

"ہاں..... بہت!" میں نے جواب دیا۔

"اب تم یہ کسو گے کہ کیا تم ہمیشہ اس سرور میں نہیں رہ سکتے؟" شیتا نے مسکرا کر کہا۔

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے مذاق کر رہی ہے کیونکہ پہلے بھی میں کئی مرتبہ سرور میں ہمیشہ رہنے کی بات کر چکا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں اب میں ایسا نہیں کروں گا لیکن میری شدید خواہش ہے کہ میں اس

کیفیت میں ہمیشہ رہوں۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ جس پر شیتا کھٹکھٹا کر ہنس پڑی۔

"میں کتنی دیر سویا رہا ہوں؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"تم بہت دیر سوئے ہو" اب سے کچھ دیر بعد ہمیں زمین پر جانا ہے۔ چودھویں کی رات شروع

ہونے والی ہے۔" شیتا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب تم مجھے شیطان کے سامنے پیش کرو گی اور اس کے بعد ہم زمین پر

جائیں گے؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ہاں آج تو بہت کچھ ہونے والا ہے۔ بہت لوگوں کو شیطان کی بیعت چڑھایا جائے گا اور میرے

لے بھی دوستوں نے قربانیوں کا بندوبست کیا ہوا ہے۔" شیتا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ "اب تم میرے ساتھ چلو" تاکہ میں تمہیں شیطان کے سامنے پیش کروں۔ اس کے بعد ہم زمین پر چلیں گے۔"

شیتا نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر ہم دونوں اڑنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد شیتا مجھے اپنے محل سے دور لے آئی اور بولی۔ "اب ہمیں ایک اور ستارے پر جانا ہے۔ شیطان ہمیں وہیں لے گا۔"

پھر اس نے برق رفتاری سے پرواز شروع کر دی۔ ہم دونوں ایک اور ستارے کی زمین پر آ گئے۔ یہاں صرف ایک عمارت تھی جو بہت بہت ناک تھی۔ ہم دونوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ راہداری سے گزر کر ہم ایک ہال میں آ گئے۔ یہاں مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ہال میں ایک تخت بچھا ہوا تھا۔ جس پر ایک شاندار کرسی موجود تھی۔ شیتا اور میں تخت کے سامنے رک گئے۔

پھر شیتا نے زور سے کچھ کہنا مجھے سمجھ نہیں آیا۔ میں حیران تھا کہ شیتا کس سے باتیں کر رہی ہے۔ اچانک ہال میں ایک طرف سے آگ داخل ہوئی۔ پھر اس آگ نے نہایت خوفناک شکل اختیار کر لی۔ اس خوفناک آگ نے کچھ خوفناک قہقہے لگائے۔

پھر شیتا نے مجھ سے کہا۔ "شیطان تم سے بہت خوش ہے۔ میں نے تمہارے متعلق اسے بتایا ہے کہ تم اس کے لیے کام کرنا چاہتے ہو۔"

پھر اس نے شیطان کی طرف دیکھ کر کچھ کہا اور سجدہ کرنے کے بعد مجھ سے بولی۔ "چلو اب ہمیں زمین پر جانا ہے۔"

شیتا نے میرا ہاتھ تھام کر ہم دونوں پرواز کرتے ہوئے باہر آ گئے اور ہم نے برق رفتاری سے سفر شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد مجھے نیچے کچھ ستارے ٹٹھکتے ہوئے نظر آئے یہ یقیناً زمین پر موجود بلب اور سڑت لائٹس تھیں۔ کیونکہ جاتے ہوئے میں انہیں دیکھ چکا تھا۔

"ہم زمین پر پہنچنے والے ہیں۔" شیتا نے کہا۔

"زمین پر ہم کس ملک میں اتریں گے۔" میں نے پوچھا۔

"ہم بلکہ دیش اتریں گے۔ تمہیں یقیناً یہ علم ہو گا کہ یہاں کا جادو بہت مشہور ہے۔ یہاں شیطان کے بہت بھاری اور چاہنے والے ہیں۔ شیطان نے انہیں طاقت دے رکھی ہے۔" شیتا نے جواب دیا۔

ہم کچھ دیر بعد زمین کے بالکل قریب آ گئے اور پھر ایک مکان میں داخل ہو گئے۔ یہاں چار آری موجود تھے جو سب کے سب نہایت خوفناک شکل کے تھے۔ انہوں نے لمبے لمبے چنے پن رکھے تھے اور ان کی داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں 'آکھیں سرخ تھیں اور سر کے بال بھی لمبے لمبے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے شاکال یاد آ گیا۔ قریب ہی ایک چوہا تھا۔ اس چوہے کے آس پاس خون پڑا ہوا تھا

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے بعد تمہاری بیٹی کو بھی قتل کرنا پڑے گا۔ اس نے شیطان آقا کے کام کرنے سے انکار کیا۔ یہ ہم کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔"

پھر اس نے کھوار والے شخص سے کہا۔ "زیادہ دیر مت کرو۔ اس بدبخت شخص کو جلد از جلد قتل کر دو۔ اس کی بیٹی نے شیطان آقا کے لیے کام کرنے سے انکار کیا ہے۔"

کھوار والے شخص نے کھوار فضا میں بلند کی اور بوڑھے کی گردن پر مارنی چاہی لیکن اس کا ہاتھ فضا میں ہی رک گیا۔ وہ بوڑھے کی گردن پر کھوار مارنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا ہاتھ نہیں بندھ رہا تھا۔

اس نے جج کر کہا۔ "کون ہے جس نے میرا ہاتھ روک دیا ہے؟"

"یہ میرا علم ہے جس نے تمہارا ہاتھ روک دیا ہے۔" اچانک مکان میں ایک بوڑھا شخص داخل ہوا اس کی سفید داڑھی تھی اور اس کا چہرہ مت خوبصورت تھا۔ اس کے پیچھے چھ اور آدمی بھی مکان میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بوڑھے کو چوتھے پر سے اٹھایا اور پانی اندر کرے میں چلے گئے۔

گھر میں داخل ہونے والے بوڑھے نے شیت کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ چیخنے چلانے لگی۔ پھر کچھ دیر بعد بوڑھے شخص نے ایک ذبیہ اپنی جیب سے نکالی اور شیت دھواں میں کراس میں چلی گئی۔

پھر بوڑھے نے میری طرف دیکھا کر کہا۔ "تم خوش قسمت ہو جو پوری طرح شیطان کے جال میں نہیں پھنسے ورنہ آہستہ آہستہ وہ تم سے بہت سے بڑے کام لیتا۔"

"آپ کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں جاشان کا ساتھی ہوں۔ شیت جب تمہیں اپنے ساتھ لے گئی تو اس کی اطلاع جاشان کو دے دی گئی۔ جاشان نے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے تمام دوستوں سے مشورہ مانگا کہ تمہیں کس طرح آزاد کرایا جائے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ چودھویں کی رات کا انتظار کیا جائے۔ اس رات زمین پر بسنے والے پراسرار

علوم کے ماہروں کو آسمان پر جانے میں آسانی ہوتی ہے اور وہاں پر مقابلہ کرنا قدرے آسان ہوتا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی اوپر گئے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ چودھویں کی رات کو زمین پر کئی جگہ

شیطان کو انسانوں کی قربانی دی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا بھر میں موجود ہمارے تمام ساتھیوں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ جب کوئی شیطان کا کارندہ زمین پر اترے گا تو اسے قید کر لیا جائے گا۔ یہ بہت نازک مرحلہ

تھا کیونکہ شیطان کے کارندے کو قید کرنے میں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ان کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور وہ ہمارے لیے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں اور ہمارے کئی ساتھیوں کی جانیں ضائع ہونے کا بھی خطرہ

ہوتا ہے۔ اب جب میں نے تم دونوں کو زمین پر آتے ہوئے دیکھا تو میں نے شیت کو قید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ صرف اس لیے کہ تم اس کے ساتھ تھے۔ شیطان کے مزید کئی ساتھیوں سے فضا میں ہمارے

ساتھیوں کی جنگ جاری ہے۔ اب دیکھو کہ کس کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے بھی بدروہیں اور بلائیں جنگ لڑ رہی ہیں۔" بوڑھے آدمی نے مجھے بتایا۔

اتنی دیر میں اس کا ساتھی بوڑھے کو کھول چکا تھا۔

نودار بوڑھے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "اسے جانے دو۔"

لیکن خون تازہ نہیں تھا۔ قریب ہی کچھ کھواریں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اسی چوتھے پر اور ان کھواروں کی مدد سے لوگوں کو قتل کر کے شیطان کی بھیئت چڑھایا جاتا ہے۔

ان چاروں آدمیوں میں سے ایک نے شیت سے کہا۔ "آپ کی تشریف آوری کا بہت شکریہ آ نے یہاں آکر ہمیں عزت بخشی ہے۔ ہم نے شیطان کے لیے چار اور آپ کے لیے دو قربانیاں بندوبست کیا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔" شیت نے خوفناک انداز میں کہا۔

پھر ایک آدمی نے پانی تین آدمیوں سے کہا۔ "تم لوگ جا کر انہیں لے آؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ قربانی کے لیے کسی کو لایا جائے گا۔ تینوں آدمی ایک کمرے میں چلے گئے۔ کچھ دیر

بعد ایک بوڑھے آدمی کو لے آئے جو بے ہوش تھا اور رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس بوڑھے کو چوتھے پر لٹا دیا۔

"اب تم دیکھنا کہ یہ لوگ کس طرح اسے قتل کریں گے۔" شیت نے خوش ہوتے ہوئے مجھ سے کہا۔

ایک آدمی نے ہاتھ میں کھوار اٹھائی اور دو سرا شیت سے بولا۔ "آپ اس بوڑھے کے سر پر ہاتھ رکھ دیں تاکہ آپ کی بھیئت چڑھایا جاسکے۔"

شیت آگے بڑھی اور اس نے بوڑھے کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر وہ شخص کچھ پڑھنے لگا۔ جس نے ہاتھوں میں کھوار پکڑ رکھی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کھوار بوڑھے کی گردن پر رکھ دی۔ پھر اس شخص نے بوڑھے کے چہرے پر ایک پھونک ماری تو بوڑھے نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں میں اس نے

صورت حال کو سمجھنے میں لگائے۔

پھر جج کر بولا۔ "مجھے چھوڑ دو۔"

سب آدمیوں نے قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

پھر ان میں سے ایک بولا۔ "اتنی مشکلوں سے تو تم قابو میں آئے ہو اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں چھوڑ دیں۔"

"دیکھو۔۔۔ میرے گھر میں ایک بیٹی ہے جو بیمار ہے۔ میرے علاوہ اس کا اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ میں ہی محنت مزدوری کر کے اس کا پیٹ پالتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجھے مار دو گے تو اس کا کیا

بنے گا؟" بوڑھے نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب تک اسے گھر میں ہیوں بٹھا رکھا ہے؟ اس کی شادی کیوں نہیں کر دی تم نے؟"

ایک شخص نے پوچھا۔

"اسے اس کے شوہر نے طلاق دے دی تھی۔" بوڑھے نے بتایا۔

"کیوں طلاق دے دی تھی؟" ایک شخص نے خوفناک انداز میں ہنستے ہوئے بوڑھے سے پوچھا۔

"میں نے اسے اس کا شوہر اسے شیطان کا کام کرنے کے لیے کھتا تھا۔ جسے اس نے نہیں مانا اور پھر اس نے میری بیٹی کو طلاق دے دی۔" بوڑھے نے بتایا تو ایک شخص غصے سے دھاڑا۔

"میں شیتا کے ساتھ زمین پر آیا تھا وہاں شیتا کو آپ کے ساتھی نے فید کر لیا اور مجھے ان کے ساتھ بھیج دیا۔" میں نے ہوشا کو جواب دیا۔

برلویس میری طرف دیکھ رہا تھا اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہا تھا جبکہ تیمور صاحب فضا میں اُدھر اُدھر دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ میں کہاں ہوں۔ شاید انہیں میری آواز سنائی دے رہی تھی۔

ہوشا نے ان کی طرف دیکھ کر مجھ سے کہا۔ "تمہارا جسم ہسپتال میں محفوظ ہے لیکن تم ہسپتال میں ہی اپنے جسم میں داخل مت ہو جانا۔ ورنہ خواہ مخواہ لوگ ہمارے پیچھے نہ ملتے ہیں۔"

پھر وہ تیمور سے بولا۔ "اب ہمیں سلطان کے جسم کے پاس جانا چاہیے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہو سکتی ہے۔" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

برلویس اور ہوشا بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ سب کار میں سوار ہو گئے۔

"کہاں جانا ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"تمہارا جسم قریبی ہسپتال میں محفوظ کروا دیا گیا ہے تاکہ وہ گل سزن نہ جائے۔" ہوشا نے جواب دیا۔

تیمور صاحب نے گاڑی انٹارٹ کی تو کمپٹ پر موجود چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی روانہ ہوئی تو میں اور میرا وہ ساتھی جو بھگدیش سے میرے ساتھ آیا۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ اڑنے لگے۔ کچھ دیر بعد گاڑی ہسپتال کے انٹری میں داخل ہو گئی۔ تیمور صاحب نے گاڑی ایک طرف پارک کی اور سب لوگ گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ پھر وہ کاؤنٹر پر بیٹھے ایک شخص کے پاس پہنچ گئے۔

تیمور صاحب اس سے بولے۔ "ہم لوگ ڈیڈ باڈی لینے آئے ہیں۔ جن مسمانوں کا انتظار تھا وہ آ گئے ہیں۔ اب ہم انہیں لاش کمانڈ دکھا کر لاش کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی بہت بہتر۔" کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے کہا۔

پھر اس نے قریب ہی کھڑے ایک شخص قاسم کو آواز دی۔

"جی جناب فرمائیے؟" قاسم نے اس شخص کے قریب آ کر کہا۔

"ان لوگوں کی ڈیڈ باڈی انہیں دے دو۔" کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے چابیوں کا گچھا قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

قاسم نے چابیاں لیں اور ایک طرف چل دیا۔ باقی سب لوگ بھی اس کے پیچھے چل دیے۔ کچھ دیر بعد وہ سب مردہ خانے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ قاسم نے دروازے پر گئے آگے میں چابی کھائی۔ اس سے پہلے کہ دروازہ کھلتا میں دیوار میں سے مردہ خانے میں داخل ہو گیا۔ وہاں بہت سی لاشیں موجود تھیں اور ان پر چادریں سوجھ تھیں۔ ابھی میں ان چادروں میں لینے مردوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ مردہ خانے کا دروازہ کھل گیا اور سب لوگ اندر آ گئے۔ پھر وہ سب ایک لاش کے قریب رک گئے۔ قاسم نے لاش کے چہرے پر سے چادر ہٹائی تو مجھے اپنے جسم کا چہرہ نظر آیا۔ میرا دل چاہا کہ میں اپنے جسم میں داخل

ہوڑھا وہاں سے حیران و پریشان چلا گیا تو سننے والے بوڑھے نے کمرے کی طرف دیکھ کر زور سے کہا۔ "کیا تم لوگ انہیں قتل کر رہے ہو؟"

کمرے میں سے آواز آئی۔ "ہم انہیں ابھی طعنہ باندھ رہے ہیں۔" پھر کچھ دیر بعد بوڑھے کے ساتھی باہر آ گئے۔ ان کے ساتھ پانچ اور آدمی بھی تھے۔ وہ سب کے سب نئے میں لگ رہے تھے۔

بوڑھے کے ساتھیوں میں سے ایک نے بوڑھے کو بتایا۔ "ہم انہیں بڑی مشکل سے ہوش میں لائے ہیں۔ یہ ابھی پوری طرح ہوش میں نہیں آئے ہیں۔"

"ان کے منہ پر اور پانی ڈالو۔" بوڑھے نے ایک آدمی سے کہا۔

وہ اندر کمرے میں چلا گیا اور پھر کچھ دیر بعد واپس آیا۔ ان کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ اس نے پانی بے ہوش آدمیوں کے منہ پر پینٹانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد سارے آدمی ہوش میں آ گئے۔

بوڑھے نے ان سے کہا۔ "جاؤ تم لوگ، دش قسمت ہو جو بچے گئے ورنہ آج ہمیں قتل کر دیتا جاتا۔"

بوڑھے کی یہ بات سن کر وہ پانچوں آدمی غور سے ہو گئے۔ ان میں سے ایک بولا۔ "لیکن یہ لوگ تو مجھے اس لیے لائے تھے تاکہ میری کچھ مالی مدد کر سکیں۔"

بوڑھا مسکرا کر بولا۔ "بس وہ تمہارا کام تمام کرنے ہی والے تھے کہ ہم لوگ آ گئے۔" ایک اور شخص بولا۔ "مجھے بھی یہ دک بھی کہہ کر یہاں لائے تھے کہ یہ میری مدد کریں گے۔" بوڑھا بولا۔ "اب جاؤ اور آئندہ کسی کے ہنگاموں میں نہ آنا۔"

بوڑھے کی بات سن کر وہ آدمی چلے گئے۔ پھر وہ بوڑھا شخص مجھ سے بولا۔ "جاشان نے مجھے تمہاری نشانیاں بتا دی تھیں اس لیے میں نے تمہیں پہچان گیا۔ خیر اب تم ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ کراچی چلے جاؤ۔ وہاں ہوشا نے تمہارا جسم محفوظ کر رکھا ہے۔"

بوڑھے نے کچھ بڑھاتا تو ایک شخص اڑتا ہوا وہاں آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھی روح ہے۔ بوڑھے نے اس سے کہا۔ "سلطان کو کراچی پہنچا دو۔"

"جی بہت بہتر۔" آنے والے شخص نے کہا اور میری طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرا ہاتھ تمام لیا اور پھر ہم دونوں نے اڑنا شروع کر دیا۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ ہم دروازوں اور دیواروں سے ٹکراتے ہوئے تیمور صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں برلویس اور دیگر لوگوں کے علاوہ ہوشا بھی موجود تھا۔

اس نے میری اور میرے ساتھی کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہا۔ "کیا اتنی جلدی سلطان کو آزاد



ہو جاؤں لیکن ہوشا مجھے ہدایت کر چکا تھا کہ میں ہسپتال میں اپنے جسم میں نہ جاؤں۔ اس لیے میں صرف اپنے جسم کو دیکھتا رہا۔ قاسم نے قریب پڑے ایک اسٹریچر پر میرے جسم کو تیور صاحب کی مدد سے ڈالا اور ان دونوں نے اسٹریچر اٹھا لیا۔

☆.....☆.....☆

کچھ دیر بعد میرا جسم ہسپتال کی ایسورینس میں رکھا ہوا تھا اور برلولیض قریب بیٹھا جبکہ گاڑی میں تیور صاحب اور ہوشا موجود تھے۔ میں اپنے جسم کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور بنگلہ دیش سے آنے والا میرا ساتھی بھی قریب ہی موجود تھا ایسورینس اور گاڑی گھر پہنچ گئی تو اسٹریچر کو تیور صاحب کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

پھر ہوشا نے مجھ سے کہا۔ "اب تم اپنے جسم میں جا سکتے ہو۔" میں نے اپنے جسم میں داخل ہونے میں کوئی تاخیر نہیں کی اور پھر میں اپنے جسم کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

"تمہیں ایک بار پھر سے جسم میں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔" تیور صاحب نے خوش ہو کہا۔

"اور مجھے بھی بے حد خوشی ہو رہی ہے لیکن فی الحال میں اپنے کمرے میں جانا چاہوں گا۔" میں نے کہا۔

"وہ کیوں؟" تیور صاحب نے حیرت سے کہا۔  
"کیونکہ میں ہسپتال کی چادر میں زیادہ دیر رہنا پسند نہیں کروں گا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

سب لوگ ہنس پڑے۔ پھر میں چادر کو اچھی طرح اپنے جسم کے گرد لپیٹ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں آ کر میں نے غسل کیا اور کپڑے بدل کر تیور صاحب کے کمرے میں آ گیا۔

"سب سے پہلے تو میں گرم گرم چائے پینا پسند کروں گا۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔  
"اور جب تک چائے آتی ہے میں وہ سب کچھ سننا پسند کروں گا جو تم اپنی روحانی زندگی میں دیکھ چکے ہو۔" تیور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

تیور صاحب نے ایک ملازم کو چائے لانے کو کہہ کر میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ "ہاں بھی..... ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟"

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولے۔ "ویسے تم لوگوں کو جہاں بھی میری ضرورت پڑے گی میں بیٹھے نہیں ہوں گا۔ کیونکہ شیطان کے خلاف کام کرنے کا حکم میرے استاد جاشان صاحب کی طرف سے مجھے ملا ہے اور ان کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔ بلکہ ان کے کام کے لیے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں کل میری اپنے بیٹے فارس سے بھی بات ہوئی تھی۔ میں نے اسے بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ اب پراسرار علوم سیکھنے کی طرف توجہ دے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد ہی میری بات پر عمل کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ تیمور صاحب پہلے میں ٹیلی بیٹھی اور چنانچہ سیکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اب مجھے بھی احساس ہو گیا ہے کہ پراسرار علوم کے مقابلے میں ٹیلی بیٹھی اور چنانچہ کو کوئی حیثیت نہیں۔"

تیمور صاحب ہنس کر بولے۔ "چلو اچھا ہوا کہ تم بھی پراسرار علوم کی اہمیت کو سمجھ گئے ورنہ پہلے تو تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ تم ٹیلی بیٹھی اور چنانچہ سیکھنا چاہتے ہو۔ ویسے ایک بات تمہیں بتاؤں کہ میں نے ہوشا سے بات کر لی ہے۔ اب میں ان کے پاس جایا کروں گا اور ان سے باقاعدہ پراسرار علوم سیکھوں گا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اب مجھے پراسرار علوم کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مستقبل میں شیطان سے خطرناک مقابلے ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں کچھ پراسرار علوم سیکھ لوں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں آپ کے ساتھ ہوشا کے پاس جایا کروں گا۔ جب تک میں پاکستان میں ہوں ہوشا سے پراسرار علم سیکھتا رہوں گا اور جب واپس جاناں گا تو شاہو کی کسی اور سے سیکھنا شروع کر دوں گا۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"یہ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" تیمور صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

"ساتھ کے ساتھ کہاں مقابلہ ہوتا ہے؟"

"اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں سمندری سفر کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد جنگل میں جانا ہو گا

دیں اس کا ٹھکانا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔

"جب جانا ہو گا ہمیں۔"

"پہلے تو میں سوچ رہا تھا کہ پہلے تمہیں شیطان کی قید سے آزاد کروایا جائے۔ پھر اس کے بعد

ساتھ کے خلاف کارروائی کی جائے گی لیکن اب چونکہ تم خود ہی آگئے ہو اس لیے اب ہم جلد از جلد

کارروائی کریں گے۔" پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ کل ہی تیاری کر لیں گے اور

پرسوں روانہ ہو جائیں۔"

"مجھے بھوک محسوس ہو رہی ہے" میں کچھ کھانا چاہتا ہوں۔" میں نے تیمور صاحب کی طرف

دیکھ کر کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں....." انہوں نے ملازم کو آواز دی۔ ملازم دروازے کے باہر ہی کھڑا تھا۔

اس لیے ان کی آواز پر فوراً اندر آ گیا۔ تیمور صاحب اس سے بولے۔ "ٹھیک پر کھانا لگا دو۔"

"جی بہت بہتر۔" ملازم نے کہا اور چلا گیا۔

اس نے کھانا لگا دیا میں ٹھیک پر آ گیا۔ کھانے کے دوران میں سوچتا رہا کہ جو کچھ میرے ساتھ

"جس رات برلویس آپ اور میں موسیقی کی محفل سجائے بیٹھے تھے۔ ہم لوگوں پر برلویس کی بجائی ہوئی دھنوں کا بہت گہرا اثر ہوا تھا اور ہم لوگ حیرت میں آ گئے تھے۔ آپ نے شیتا کے کہنے پر میرے گرد کھینچا ہوا حصار ختم کر دیا تھا۔ شیتا کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں بھی نہ جانتے نہ سمجھتا اس سے شدید محبت کرنے لگا تھا۔ اتنی زیادہ محبت کہ اس کی خاطر میں سب کچھ کرنے کو تیار تھا حتیٰ کہ میں نے آسمان پر اس کے ساتھ شیطان کے لیے کام کرنے کی بھی باہمی بھرتی تھی اور اب میں سوچتا ہوں کہ آخر مجھے کیا ہوا تھا۔"

"تم دراصل اس نے حیرت میں گرفتار تھے اور یہ حیرت ایش میں ہمارے ساتھی نے ختم کیا۔"

برلویس نے کہا۔

"اچھا تم یہ بتاؤ کہ آخر کیا ہوا؟" تیمور صاحب نے تپش سے پوچھا۔

میں نے انہیں تفصیل بتادی۔

وہ کسی گہری سوچ میں ادب گئے جبکہ برلویس بولا۔ "شیتا تمہیں کئی ایسے مقامات پر بھی لے گیا جہاں مجھے جاننے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ واقعی تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اب چونکہ تم وہاں پر بہت کچھ دیکھ چکے ہو اور بہت سی باتیں جان چکے ہو تو یہ تمام معلومات ہمارے لیے مستقبل میں بہت مستعمل ہوں گی۔"

"ہاں واقعی..... یہ تم سے صحیح کہا برلویس۔" تیمور صاحب نے برلویس کی تائید کی۔

"اچھا وہ بلکہ دلش سے آئے والا میرا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ نہ تو اب اس کا کوئی تذکرہ ہو رہا تھا اور نہ ہی وہ ہماری بات چیت میں شامل تھا۔"

"جب تم اپنے کمرے میں گئے تو میں نے اسے واپس بلکہ دلش بھی دیا تھا۔" ہوشا نے بتایا۔

"اب آئندہ تم نے اپنے کمرے سے پاس کیا لالچہ عمل ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"اب ہمارے سامنے ایک بہت بڑا دشمن آ گیا ہے۔ ایک ایسا دشمن جو نہ صرف بہت طاقتور ہے

بلکہ اس کے پاس دماغی صلاحیتیں بھی بہت ہیں۔ اب تک وہ اپنے کئی دشمنوں کو موت کے منہ میں

چکا ہے۔"

"اس کی دماغی صلاحیتوں کے سلسلے میں تو تیمور صاحب ہماری بہت مدد کر سکیں گے۔ کیونکہ

ٹیلی بیٹھی اور چنانچہ کے ماہر ہیں۔" میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

میری بات سن کر تیمور صاحب ہنس دیے اور بولے۔ "شاید اس سلسلے میں میں تم لوگوں کی کوئی

مدد نہ کر سکوں۔ کیونکہ جس شخص کا تذکرہ ہوشا نے کیا ہے وہ پراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر ہے لہذا

کی دماغی صلاحیتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہوشا نے مجھے اس کے متعلق بتایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم

تو میں نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے قابو میں کر لیا تھا لیکن اس شخص کو جس کا نام ساتو ہے میں تھوڑی

دیر کے لیے بھی قابو نہیں کر سکوں گا۔ میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ چنانچہ اور ٹیلی بیٹھی کی بجا

پراسرار علوم سیکھ لیے ہوتے تو آج میں بہت کچھ کر سکتا۔" تیمور صاحب نے افسوس کا اظہار کرتے

یعنی اپنے جسم کو چھوڑ کر غائب ہونے کی صلاحیت کی وجہ سے میں بہت فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔ اسی طرح روحانی طور پر میں فوری طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہوں۔ اگر کسی وقت ضرورت پڑے تو میں اپنے موجودہ جسم کو چھوڑ کر کسی اور جسم کو استعمال کر سکتا ہوں۔" برلویس نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ ریسٹورنٹ کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ریسٹورنٹ بہت اچھی جگہ پر بنا ہوا تھا اور یہاں سے سمندر کا نظارہ بھی کیا جا سکتا تھا۔

"کیا تم مزہ چلنا پسند کرو گے؟" میں نے برلویس سے پوچھا۔

"کیوں..... کیا تم تھک گئے ہو؟" برلویس نے مسکرا کر پوچھا۔

"تھکا تو نہیں ہوں۔ دراصل میں چائے پینا چاہتا ہوں۔" میں نے برلویس کو بتایا۔

"اچھا..... یہ بات ہے۔ آؤ ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔" برلویس نے کہا اور ہم دونوں ریسٹورنٹ کی طرف چل دیے۔

ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے سے پہلے ہم دونوں نے اپنے پاؤں دھوئے اس کے بعد جوتے پہن کر ہم ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئے اور ایک ٹیبل پر آ گئے۔

میں نے قریب سے گزرتے ہوئے ہیرے کو روکا اور اسے چائے لانے کو کہا۔ کچھ دیر بعد ہیرا چائے لے آیا۔ میں چائے پینے میں مصروف ہو گیا جبکہ برلویس سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد برلویس نے کہا۔ "اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ کل ہمیں شیطان کے خلاف کارروائی کے لیے روانہ ہونا ہے نہ جانے سفر کے دوران کیسے حالات پیش آئیں۔ لہذا آج ہمیں آرام کرنا چاہیے تاکہ کل ممکن محسوس نہ ہو۔"

میں نے ہیرے کو رقم ادا کی اور ہم دونوں ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے کچھ دیر بعد ہم لوگ گاڑی میں گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ تیمور صاحب گھر پر موجود نہیں ہیں۔ البتہ ہوشا اپنے کمرے میں موجود تھا۔ برلویس اپنے کمرے میں چلا گیا جبکہ میں ہوشا کے پاس آ گیا۔ وہ ایک ہنسائی کھوپڑی لیے بیٹھا تھا۔

"آؤ آؤ تو تم لوگ خوب سیر و تفریح کر کے آرہے ہو۔" ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

وہ کھوپڑی کی آنکھوں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈال رہا تھا۔

"کل ہمیں سانپ سے مقابلے کے لیے روانہ ہونا ہے اس لیے آج سے تیاریاں کر رہا ہوں۔"

"کیا ہم سانپ کو کھل گشت دینے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سانپ ایک طاقتور اور عیار شخص ہے وہ صرف طاقت پر یقین نہیں رکھتا بلکہ عیاری، مکاری اور چالاکی کا بھی بھرپور استعمال کرتا ہے۔

سانپ سے مقابلہ تو بعد کی بات ہے ہمیں اس سے پہلے ہی بے حد مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔" میں نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔ "کیسی مشکلات پیش آ سکتی ہیں؟"

"پہلے تو ہمیں سمندری سفر کرنا ہو گا جو کہ قانونی نہیں ہو گا اور ہمیں سرکاری اہلکاروں اور

گزار چکا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ اگر کسی عام شخص کو میں اپنی روواں سناؤ تو وہ یقیناً میرا مذاق اڑاتا کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے لیکن جو حالات میرے ساتھ گزر رہے تھے وہ حقیقت تھی۔

کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک سگریٹ پینے کے بعد میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

صبح ملازم نے مجھے جگایا۔ ناشتے کی میز پر تیمور صاحب، برلویس اور ہوشا میرے منتظر تھے۔ ناشتے کے بعد میں اور برلویس گاڑی میں تفریح کے لیے نکل پڑے۔ تیمور صاحب اپنے کچھ کاموں میں مصروف تھے اس لیے وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے۔

"اس رات جب شیتا مجھے اپنے ساتھ لے گئی تو تم لوگوں نے کیا کیا؟" میں نے برلویس سے پوچھا۔

وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور سامنے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"میں موسیقی کے بحر میں اس قدر جکڑا گیا تھا کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ میں آنکھیں بند کیے بیٹھ رہا تھا۔ بہت دیر بعد جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہاں بدروحمیں وغیرہ جیچ چلا رہی تھی جبکہ ہر طرف اندھیرا تھا۔ میں نے تیمور صاحب سے کمرے میں روشنی کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے نیوب لائٹ جلا دی روشنی ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ تمام بلائیں اور بدروحمیں وغیرہ جا چکی تھیں اور تمہارا جسم زمین پر پڑا تھا۔ میں نے تیمور صاحب سے تمہارے متعلق پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ موسیقی میں محو ہو گئے تھے اور ان کے جسم میں عجیب و غریب جذبات ختم ہو رہے تھے۔ اس لیے جب تم نے ان سے کہا کہ تمہارا حصار ختم کر دیا جائے تو انہوں نے حصار بخوشی ختم کر دیا۔ حصار ختم ہوتے ہی شیتا نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور تمہاری روح کو اپنے ساتھ لے گئی۔ پھر ہم نے تمہارے جسم کو ہسپتال میں رکھوا دیا تاکہ تمہاری روح کی واپسی تک وہ محفوظ رہ سکے۔" برلویس نے تفصیل بتائی۔

میں نے برلویس سے پوچھا۔ "تمہیں کلفٹن کا راستہ کیسے پتہ چلا؟"

"میں نے تیمور صاحب سے پوچھا تھا۔" برلویس نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ کلفٹن پہنچ گئے۔ گاڑی پارک کر کے ہم ساحل پر آ گئے سامنے ٹھانٹھیں مارا سمندر بہت ہی بھلا لگ رہا تھا۔ ساحل پر بہت سے بچے، عورتیں، مرد اور بوڑھے مختلف چیزوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ برلویس اور میں نے جوتے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیے۔ پھر اپنی پتلونوں کے پانچے اوپر کرنے کے بعد گیلی ریت پر چلتے گئے۔ ہم لوگ ایسی جگہ چل رہے تھے جہاں پانی کی موجیں بار بار آ کر ہمارے پیروں کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔" میں نے برلویس سے پوچھا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" برلویس نے بے غمگی سے کہنا شروع کر دیا۔

"ایک روح کی حیثیت سے تم کیا کچھ کر سکتے ہو؟"

"سب سے پہلے یہ کہہ دوں۔ ضرورت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا۔

”ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“ ہوشاں نے اٹھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔  
 ”میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اگر تم ابھی یہ تعداد معلوم کر سکتے ہو تو کیا انہیں جینٹ چڑھانے سے پہلے ان کے متعلق نہیں جان سکتے تاکہ انہیں بچایا جاسکے؟“ میں نے کہا۔

”ان لوگوں کی قربانی سے پہلے ان کے متعلق معلوم کیا جانا بہت مشکل ہے اس لیے کہ جس جگہ لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ وہاں اس وقت شیطان کے کارندے ایسے حصار قائم کر دیتے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں چل۔“ ہوشا نے بتایا۔

”تو اس کا مطلب ہے کہ جب شیطان کے کارندے اپنا کام پورا کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں تو حصار ختم ہو جاتا ہے۔“

”نہیں فوری طور پر ہمارا ختم نہیں ہوا بلکہ بہت دیر لگ جاتی ہے۔ اب دیکھو میں پہلے بھی کئی بار معلوم کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن ناکام رہا۔ اب تمہارے سامنے مجھے معلوم ہوا ہے کتنے لوگ قتل ہوئے تھے۔ مجھ وائس میں ہمارے ساتھیوں نے بڑی مشکل سے تمہارا پتہ لگایا تھا۔“ ہوشالے بتایا اور آرام سے چارپائی پر لیٹ گیا۔

”اچھا میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں، کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور بھر اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔


 文部科学省
 
 文部科学省
 
 文部科学省

کھانے پر تیمور صاحب نے بتایا۔ ”آج پھر میری جاشان صاحب سے بات ہوئی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ میں کل کی کارروائی کے لیے اپنے بیٹے فارس کو بھی ساتھ لے جاؤں۔ دراصل فارس کے پاس ایسے کیپول اور گولیاں ہیں جنہیں کھانے سے وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے اور بھی کام آ سکتا ہے۔“

”تو فارس کہاں ہے؟“ میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

”وہ کل صبح پہنچ جائیں گے۔“ تیمور صاحب نے بتایا۔

پھر ہوشاکی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔ ”کیا تم مجھے جلد از جلد نرا سرا علم نہیں سیکھا

ہو شانے ان کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ ”آخر آپ کیوں جلد از جلد نرا سرار علوم سیکھنا“

تیمور صاحب مسکرا کر بولے۔ ”بھئی میں تو نیلی دیتیسی اور پٹانازم سے تنگ آ چکا ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی صلاحیت ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک معمولی سی رومن سے بھی نہیں بچا سکتا۔ دوسروں کے دماغوں میں نفس ارباب کے خیالات پڑھنا بھی کوئی کام ہے یا، دوسروں کو قہور زنی ہے۔ بے لے پٹانازم دینا بھی کوئی فداکاری ہے اور پھر یہ سب چوتھ صرف انسانوں کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اور مخلوق آجائے تو مجھے اپنی بدنامی کے اگلے ہی جانتے ہیں۔ سب سے یہ فرا سرار بلاؤں وغیرہ سے واسطہ پڑا ہے۔ مجھے اس

دو رے لوگوں کی نظروں سے بچ کر اس جنگل میں پہنچنا ہو گا جہاں سانپو رہتا ہے۔ پھر اس جنگل میں بھی بہت مسائل پیش آ سکتے ہیں۔" ہوشا نے فیصلہ جاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ضروری ہے کہ ہم پہلے سامنوں سے لڑائی کریں؟ ہم کسی اور سے بھی تو لڑ کر اسے شکست دے سکتے ہیں۔ کسی ایسے شخص کو جس سے مقابلے میں ہمیں زیادہ دشواری پیش نہ آئیں۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

ہو شامیری بات سن کر مکرایا اور بولا "سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہ نہیں سوچتے کہ انسان کام پہلے کر لیا جائے اور مشکل کام بعد میں کیے جائیں اور دوسری بات یہ ہے کہ سانٹو سے لڑائی کر کے اسے شکست دینا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ سانٹو ایک بہت بڑی طاقت ہے، اس کے ختم ہونے سے دنیا بھر میں پھیلے شیطان کے کارندوں پر نفیاتی اثر ہو گا کہ جب سانٹو مارا جاسکتا ہے تو ہم بھی مارے جائیں گے۔ اس کے علاوہ سانٹو کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو اگر میرے ہاتھ آجائے تو شیطان کے خلاف کارروائیاں کرنے میں ہمیں بہت مدد مل سکتی ہیں۔"

"کیا ضروری ہے کہ ہم ساتھ کو ٹھکت دے دیں؟" میں نے پوچھا۔  
 "نہیں۔۔۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم ساتھ کو ٹھکت دے دیں۔ ہو سکتا ہے ہمیں ٹھکت کا سامنا کرنا پڑے۔" ہوشانے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ ”کیسا تم گھبرا رہے ہو؟ مگر ایسی کوئی بات ہے تو ہم تمہیں اس کارروائی میں شامل نہیں کریں گے۔“

”میں بزدل آدمی نہیں ہوں۔ لہذا کسی بھی قسم کے حالات سے نہیں گھبراؤں۔ میں نہ صرف تمہارے ساتھ جاؤں گا بلکہ ہر کارروائی میں شریک رہوں گا اور میرا تو خیال ہے کہ دنیا کا ہر انسان ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔ لیونکہ ہم ایک اچھے مشن پر کام کر رہے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”مجھے تمہاری بات سن کر بہت خوشی ہوئی۔ تم واقعی ایک باہمت شخص ہو۔“ ہوشا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھوپڑی کو فضا میں بلند کر دیا اور آنکھیں بند کر کے کچھ بڑبڑانے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ ”کل راست دنیا کے مختلف علاقوں میں شیطان کے لیے میں  
 دو بیوں اور چھ عورتوں کی قربانی دی گئی تھی۔“

”کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم ایسے انسانوں کو بچا لیا کریں جنہیں شیطان کی بیعت چڑھا جاتا ہے؟“ میں نے ہوشیاری سے پوچھا۔

”دنیا میں پہلے ہمارے ساتھی بھرپور کوشش کرتے ہیں شیطان کی جیت چڑھانے والے  
سانوں کو پھالیا جائے۔ نئی لوک بچا لے جاتے ہیں۔ ان کے باوجود بہت سے لوگ موت کے منہ میں  
لے جاتے ہیں۔“

”ایا تم نے ابھی ابھی ان لوگوں کی تعداد معلوم کی ہے جنہیں شیطان نے بھینٹ میزھایا گات ہے؟“

بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے خواہ مخواہ اپنی ساری زندگی نیلی جیتی اور پٹانزم وغیرہ میں ضائع کر دی۔

"آپ فکر نہ کریں تیمور صاحب۔" میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کو جلد از جلد بہت کچھ سکھادوں۔" ہوشا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے میں بھی اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک سگریٹ پینے کے بعد میں سو گیا۔ شام کی چائے پر سب لوگ نیل پر موجود تھے۔

ہوشا نے کہا۔ "چائے کے بعد ہمیں صبح کی روائی کے لیے تیاریاں شروع کر دینی چاہیں اور رات تک تمام تیاریاں مکمل کر لینی چاہیں۔ تاکہ رات کو آرام سے سو سکیں اور صبح تازہ دم اٹھیں۔"

"تم نے بالکل صحیح کہا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے فارس کا فون آیا تھا۔ اس کی طبیعت کافی خراب ہے اس لیے وہ کل ہمارے ساتھ نہیں جاسکے گا۔"

چائے کے بعد سب نے تیاری شروع کر دی۔

تیمور صاحب نے ایک ریوالور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم رکھ لو اور اسے برے وقت میں استعمال کر لینا۔"

پھر انہوں نے کئی گولیاں بھی مجھے دیں۔ میں نے ریوالور اور گولیاں اپنے بیگ میں رکھ لیں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم کبھی جنگل میں شکار وغیرہ کے لیے گئے ہو؟"

"دو تین مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ گیا تھا لیکن میں نے شکار میں زیادہ حصہ نہیں لیا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوشا کا کہنا ہے کہ ہم لوگ جس جنگل میں جا رہے ہیں وہاں سانپوں کے ساتھ ساتھ ہمیں مختلف جنگلی جانوروں سے بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں نے اسی لیے تمہیں ریوالور دیا ہے۔" تیمور نے بتایا۔

"کیا باقی لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"ہم سب کے پاس اسلحہ موجود ہے۔" کچھ دور موجود ہوشا نے میری بات کا جواب دیا۔

تیاری کرنے کے بعد ہم سب کچھ چھکن محسوس کر رہے تھے اس لیے آرام کی غرض سے صوفوں وغیرہ پر بیٹھ گئے۔ رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب نے لائن میں کچھ دیر چل

قدی کی اور پھر اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے۔ صبح ناشتے کے بعد سب لوگوں نے اپنا اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور ہم سب روانہ ہو گئے۔ کافی دیر کے سفر کے بعد ہم لوگ ساحل پر ایک ایسی جگہ آ گئے۔

جہاں آس پاس کوئی نہیں تھا۔ سامنے کچھ دور سمندر میں ایک بڑی لالچ کھڑی تھی۔ ہم سب گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ تیمور صاحب نے ملازم سے گاڑی واپس لے جانے کو کہا اور ہم سب سمندر کی طرف بڑھنے لگے۔

انچ پچھ دور کھڑی تھی اور ساحل پر اس کا آنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ریت میں اس کے پھنس جانے کا خطرہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر ہم لوگ لالچ تک پہنچے۔ لالچ میں

موجود دو آدمیوں نے انتظار کیا۔

"آئیے تیمور صاحب اس طرف آجائیے۔" ایک شخص نے تیمور صاحب سے کہا لہذا ہم لوگ اس کے ساتھ چل دیے۔ جب کہ دوسرا آدمی ایک کیمین کی طرف چلا گیا۔ ہم سب ایک کیمین میں آ کر بیٹھ گئے۔ تیمور صاحب نے اس شخص سے ہم سب کا تعارف کرایا۔ اس شخص کا نام راجیش تھا۔ وہ کافی خوش مزاج آدمی لگتا تھا۔

اس نے ہوشا سے کہا۔ "کیا آپ کے پاس نقشہ ہے اس جنگل تک پہنچنے کا؟"

"نقشہ تو نہیں ہے البتہ میں آپ کو بتاتا جاؤں گا کہ ہمیں کس طرف جانا ہے۔" ہوشا نے جواب دیا۔

"لیکن نقشے کے بغیر تو ہمارے بیگ جانے کا خطرہ ہے۔" راجیش نے کہا۔

ہوشا راجیش کی بات پر مسکرا کر بولا۔ "راجیش صاحب اس لالچ میں کوئی عام آدمی نہیں بیٹھے ہیں آپ بے فکر رہیں۔"

"اگر آپ بغیر نقشے کے وہاں پہنچ سکتے ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن معاہدے کے مطابق ہم آپ کو جنگل سے بہت دور چھوڑیں گے اور آپ لوگوں کو جنگل تک پہنچنے کے لیے چھوٹی کشتیاں استعمال کرنا پڑیں گی۔" راجیش نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ہم لوگ معاہدے کے مطابق ہی کام کریں گے۔" ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے" میں ریش کو کہتا ہوں کہ وہ لالچ کو اشارت کرے اور آپ میرے ساتھ آئیں تاکہ ریش کو راستہ بتاتے چائیں۔" راجیش اور ہوشا کیمین سے باہر چلے گئے۔

کچھ دیر بعد راجیش واپس آ گیا اور تیمور صاحب سے بولا۔ "لالچ روانہ ہونے والا ہے۔ ریش انجن کی فائل چیکنگ کر رہا ہے اور ہوشا صاحب اس کے کیمین میں بیٹھے ہیں۔"

چند لمحوں بعد لالچ کے اشارت ہونے کی آواز آئی اور پھر لالچ اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

"کتنی دیر کا سفر ہو سکتا ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"اس بارے میں تو ٹھیک طور پر راجیش صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا تو راجیش بولا۔

"ہوشا صاحب سے میری بات ہوئی تھی۔ اندازہ ہوتا ہے کہ ہم رات کو کسی وقت پہنچیں گے۔ بشرطیکہ ہم صبح رفتار کے ساتھ مسلسل چلتے رہیں۔"

"رات کے وقت ہمیں جنگل میں نہیں جانا چاہیے۔" برلویس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے اور پھر ساتھ ہی رات میں ہم پر با آسانی حملہ کر سکتا ہے۔"

تمہارا خیال ٹھیک ہے لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ اگر ساتھ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا سکتا ہے تو ہم بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے برلویس سے کہا۔

برلویس کچھ دیر سوچا رہا۔ پھر بولا۔ "آپ کی بات درست ہے اس سلسلے میں ہم ہوشا سے مشورہ کر لیں گے۔ پھر سب کا جو مشترکہ فیصلہ ہو گا اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

کیبن کی دیوار کے سارے بٹھا دیا۔ وہ بے ہوش تھے، برلویس نظر میں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی تلاش میں قہقہے دوڑائیں۔ وہ آس پاس کیبن نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں کیبن سے باہر آ گیا۔ میں نے بندر میں دیکھا وہاں بھی برلویس نہیں تھا۔ پھر میں تیزی سے اچھٹن والے کیبن کی طرف بڑھا۔ میں ہوشیار اور رمیش کے متعلق جاننا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اب تک کیبن سے باہر نہیں آئے تھے۔ کیبن میں بیٹھ کر میں نے دیکھا کہ رمیش کے سرے خون نکل رہا تھا جبکہ ہوش اس کے قریب ہی پڑا کر رہا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنی قبض اتاری اور رمیش کے سر پر باندھ دی۔ پھر میں ہوش کی طرف بڑھا۔

”نہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟“ میں نے ہوش سے پوچھا۔  
 وہ دیر سے مسکرا کر بولا ”میں تو ٹھیک ہوں، باقی لوگوں کا کیا حال ہے؟“  
 ”راہیش اور تیمور صاحب بے ہوش ہو چکے ہیں جبکہ برلویس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔“ میں نے

ہوشاکو بتایا۔  
 ہوشاکھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔  
 ”کیا آس پاس شادک موجود ہے؟“ میں نے جواب دیا۔ ”میرا خیال ہے کہ کوئی شادک موجود نہیں ہے۔“

”اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ لالچ خود بخود سیدھی ہوئی ہے“ ہوشانے کہا۔  
 ”ہاں.....“ مگر میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ یقیناً برلویس نے کشتی سیدھی کی ہے میں نے ہوش سے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ برلویس نے روحانی طور پر پھیلیوں کو مار بھگایا ہے یا پھر شتم کر دیا ہے اور کشتی سیدھی کر دی ہے۔ لیکن اس وقت برلویس کہاں ہے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔  
 ”اس کی فکر نہ کرو وہ یہیں کیبن ہوگا۔ تم تیمور صاحب اور راہیش کی خبر لو۔“ ہوشانے کہا۔  
 میں دوبارہ تیمور صاحب اور راہیش کے پاس آ گیا۔ تیمور صاحب بے ہوش تھے جبکہ راہیش کو ہوش آ چکا تھا اور وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ”تم ٹھیک ہو؟“ راہیش نے مجھے دیکھ کر حیرت اور خوشی سے پوچھا۔  
 ”ہاں..... میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟ دوسرے کیبن میں رمیش بے ہوش ہے جبکہ ہمارا ساتھی ہوشا ٹھیک ہے۔“

”میں اب ٹھیک ہوں، بس ذرا ٹانگ پر زیادہ چوٹ آگئی ہے لیکن..... وہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”وہ..... اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ رمیش کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ ”تم نے اسے آس پاس ڈھونڈا؟“

”ہاں..... میرا نے اسے تلاش کیا لیکن وہ کیبن نہیں ہے۔“ میں نے بتایا اور تیمور صاحب کی طرف بڑھ گیا۔ پھر میں نے ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن انہیں ہوش نہیں آیا۔

”کیبن تمہارے ساتھی کو کچھ ہو تو نہیں گیا ہے؟“ راہیش نے خدشہ ظاہر کیا۔  
 ”اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“ میں نے راہیش کی بات کا جواب دیا اور پھر تیمور صاحب کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ پھر میں نے راہیش سے پوچھا۔ ”کیا شادک وغیرہ سے بچنے کا

لالچ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ میں کیبن سے ہی باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میرواں چاہا کہ میں باہر جا کر دیکھوں۔

میں نے برلویس اور تیمور صاحب سے کہا۔ ”میں باہر عرشے پر جا رہا ہوں۔ ذرا سمندر کے نظارے اور ہوا سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔“

”بھئی ہم تمہیں اکیلے اکیلے لطف نہیں اٹھانے دیں گے۔“ تیمور صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے برلویس بھی اٹھ گیا اور ہم سب باہر آ کر عرشے پر کھڑے ہو گئے۔

دور دور تک پانی پانی نظر آ رہا تھا۔ ہم لوگ بہت دیر تک سمندر کا نظارہ کرتے رہے۔ اچانک کالے کالے بادل آتے نظر آئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف چھا گئے ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ ہم لوگ وہیں کیبن میں آ گئے۔ کچھ دیر بعد راہیش کیبن میں آیا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

وہ بولا۔ ”شدید قسم کے طوفان کا خطرہ ہے اور ساتھ ہی شادک پھیلیاں بھی ہماری لالچ کے پاس آ چکی ہیں۔“

”پھر کیا ہو گا؟“ تیمور صاحب نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔  
 ابھی راہیش نے کچھ کہنے کے منہ کھولا ہی تھا کہ لالچ کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔

”یہ کیسا جھٹکا ہے؟“ میں نے راہیش سے پوچھا۔  
 ”یقیناً شادک نے لالچ کو نکر ماری ہے۔“ راہیش پریشانی سے بولا۔

اچانک ایک اور زور دار جھٹکا لگا اور لالچ الٹ گئی۔ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے۔ اس وقت پانی میں تھے۔ ہمارے اوپر لالچ تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور پانی تیزی سے ساتھ کیبن کی

داخل ہو رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

گرنے کی وجہ سے میرے ایک کندھے اور سیدھی ٹانگ میں شدید چوٹ آئی تھی لیکن اس وقت مجھے ان چوٹوں کی پروا نہ تھی اس وقت تو مجھے جان بچانے کی زیادہ فکر تھی۔ پانی کیبن میں تیزی سے بھر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ کچھ ہی دیر بعد ہم سب پانی میں پوری طرح ڈوب جائیں گے۔ میں نے

چخ کر کہا۔ ”راہیش! تم کہاں ہو..... اب ہم کیا کریں؟“

راہیش نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ راہیش کو کچھ ہو چکا ہے۔ اسے پوٹ لگ چکی ہے اور وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔ پھر شدید چوٹ لگنے کے باعث وہ مر چکا ہے۔

پانی میرے کندھوں تک پہنچ چکا تھا اور یقیناً کچھ دیر بعد میرے سر سے اوپر ہو جاتا۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی کہ اچانک لالچ سیدھی ہو گئی۔ بہت سا پانی تیزی کے ساتھ کیبن سے باہر نکل گیا جبکہ کچھ تھوڑا بہت پانی رہ گیا جو خطرناک نہیں تھا اور گھنٹوں سے بیٹھ تھا۔ میں نے آس پاس کا

جائزہ لیا۔ تیمور صاحب اور راہیش شاید بے ہوش تھے۔ راہیش کا چہرہ پانی سے باہر تھا جبکہ تیمور صاحب کا چہرہ پانی کے اندر تھا۔ میں تیزی سے ان کے پاس پہنچ گیا اور کندھوں سے ہٹا کر انہیں پانی سے نکلا اور

بندوست تم لوگوں کے پاس نہیں ہو؟

173

ہوشا کھڑا ہو گیا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو درد کی شدت سے کراہ اٹھا لیکن وہ رکا نہیں۔  
 نے دوسرا قدم آگے بڑھایا پھر تیسرا اور یوں کہیں کے دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ پلٹ کر مجھ سے  
 "تم سب کا خیال رکھنا۔۔۔ میں برلویس کے جسم کو سمندر سے نکال کر لاتا ہوں۔"

"میں نے ریش کو بغور دیکھا۔ اب اس کے سر سے خون نہیں آ رہا تھا۔ میں اس کی طرف  
 مطمئن ہو کر کہیں سے باہر آ گیا۔ ہوشا پانی میں اتر رہا تھا۔ میں رینگ کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔  
 ہوشا پانی کے اندر چلا گیا۔ میں کچھ دیر اس کا انتظار کرتا رہا جب وہ پانی پر نہیں ابھرا تو میں راجیش اور  
 صاحب کے پاس آ گیا۔"

"شکر ہے۔۔۔ آپ کو ہوش آ گیا۔" میں نے تیمور صاحب کو ہوش میں دیکھ کر کہا۔ "کیا ریش  
 ہوش آ گیا؟" راجیش نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ اسے اب ہوش نہیں آیا۔" میں نے بتایا۔ وہ پریشان ہو گیا پھر بولا۔ "کیا اسے  
 جسم کا خطرہ تو نہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ اسے کچھ دیر میں ہوش آ جائے گا۔" میں نے راجیش کو تسلی دی۔ میری بات  
 شاید اسے تسلی نہیں ہوئی۔ وہ کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ وہ بولا۔

"تم انہیں دیکھو۔۔۔ میں ریش کو دیکھتا ہوں۔" پھر وہ دھیرے دھیرے کہیں سے باہر چلا گیا۔  
 "کیا اب آپ اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اب میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ باقی لوگوں کے بارے میں تو راجیش نے مجھے بتا دیا ہے لیکن  
 ریش کے بارے میں وہ کہہ رہا تھا کہ اس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ کیا اس کا کچھ پتہ چلا؟" تیمور صاحب  
 نے پوچھا۔

"ہی ہاں۔۔۔۔۔ اس کا جسم لالچ کے نیچے ہے جبکہ اس کی روح شادک پھیلیوں کو ختم کرنے میں  
 مصروف ہے۔"

"یہ سب ہمیں ہوشانے بتایا ہو گا؟" تیمور صاحب نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتے  
 ہوئے کہا۔

"ہی ہاں۔"

"اور اب ہوشا کا کیا حال ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "وہ اب کافی بہتر ہے اور اس وقت

تیمور صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ "یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور سب  
 کئے ورنہ جس طرح کا حادثہ پیش آیا ہے۔ اس میں تو ہم سب کے خاتمے کا بھی کافی امکان تھا۔۔۔۔۔ اور

میں کوئی شک نہیں کہ آج ہم لوگ صرف برلویس کی وجہ سے بچے ہیں۔۔۔۔۔ لالچ کے اٹنے کے فور  
 ہی اس نے اپنی کارروائی شروع کر دی ہوگی۔"

"ہی ہاں۔۔۔۔۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا" میں نے تیمور صاحب کی تائید کی۔

"کیا باہر لالچ میں بھی پانی بھرا ہوا ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "ہی نہیں۔۔۔۔۔ باہر زیادہ پانی

"ہوتا تو ہے لیکن اچانک تیز بارش ہونے اور پھر زیادہ تعداد میں پھیلیوں کے جلنے کی وجہ  
 ہم فوری طور پر کچھ نہیں کر سکے۔ ہمیں کچھ کرنے کا ذرا سا بھی موقع نہیں ملا اگر ہمیں موقع مل  
 یقیناً اتنا بڑا حادثہ نہ ہوتا۔" راجیش نے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "میں تمہارے اس ساتھی  
 وجہ سے پریشان ہوں جس کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں ہے لیکن۔۔۔۔۔ لیکن تم اس کے بارے میں زیادہ  
 غورمند نہیں لگتے۔"

"میں اس کے بارے میں بہت غورمند ہوں۔ میں اسے تلاش کر چکا ہوں لیکن وہ کہیں نہیں  
 ہے۔ اس کی فکر اپنی جگہ لیکن مجھے تمہاری اور باقی لوگوں کی بھی تو فکر ہے۔" وہ کچھ نہیں بولا اور  
 کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن کراہ کر واپس بیٹھ گیا۔ "کیا تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے؟" میں  
 نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ٹانگ میں شدید جھٹ آئی ہے۔" اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔  
 "میں ذرا ریش اور ہوشا کو دیکھ کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور کہیں سے باہر آ گیا۔ دوسری

کمرے میں پہنچ گیا تو ہوشا ریش کے قریب بیٹھا ہوا اس کے سر پر میری قبض باندھ رہا تھا۔  
 "کیا زیادہ خون آ رہا ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ خون زیادہ آنے لگا تھا۔

میں نے تیمور صاحب کی قبض مزید مضبوطی کے ساتھ باندھ دی ہے۔ اب خون بند ہو گیا ہے۔ ہوشا  
 بتایا۔

"تمہارا کیا حال ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔  
 "میں اب تقریباً بالکل ٹھیک ہوں۔" پھر کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

"برلویس کا جسم اس وقت لالچ کے نیچے موجود ہے۔"

"اور اس کی روح کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ہمیں سمندر میں موجود ہے اور شادک پھیلیوں کا خاتمہ کر رہا ہے۔۔۔۔۔ اس وقت وہ کافی

گہرائی میں ہے۔" ہوشانے بتایا۔ "کیا اس کے جسم کو سمندر کے پانی سے نقصان تو نہیں پہنچے گا۔"

"پھر میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور پریشانی سے سوچنے لگا کہ برلویس کے جسم کو کوئی پھلی  
 سمندری مخلوق نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہوشانے میری طرف حیرت سے دیکھا اور بولا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اگر برلویس کا جسم پانی میں رہے گا تو اسے کوئی پھلی وغیرہ نقصان پہنچا

سکتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ہوشانے کہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم حیرت مانتے ہو؟"

"حیرت تو بتانا ہوں لیکن پانی میں صرف تیر ہی سکتا ہوں اس وقت میں کچھ کر نہیں سکتا۔۔۔۔۔  
 اس سے کہ میں پانی میں جا کر برلویس کے جسم کو لے آؤں تو میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

میں جس کا ایک ڈبہ تھا وہ ریش کی طرف بڑھتے ہوئے ہوا۔ "یہ لو جو س پی لو۔ اٹھانے پینے کی چیزیں کافی حد تک محفوظ ہیں اور لانچ بھی بالکل ٹھیک ہے" ریش نے جس کا ڈبہ نے ٹرمن سے لگا لیا۔ اچانک برلویس کہیں میں داخل ہوا۔ "سب لوگ خیریت سے ہیں ناں؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔" برلویس کچھ توقف کے بعد بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں لانچ سے پانی باہر نکال دینا چاہئے اور آگے سفر کے بارے میں سوچنا چاہئے۔"

ہوشا' میں اور تیمور صاحب کھڑے ہو گئے ہم سب نے یسین سے پانی نکالا۔ ہم یسین کے دروازے کی طرف بڑھے تو ریش بھی ہمارے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم یسین ریش کے پاس رہو۔۔۔۔۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" ریش نے پتھر کھینے کے لیے منہ کھولا کہ برلویس بولا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ تم ریش کے پاس رہو۔۔۔۔۔ ہم نوٹ پانی نکال لیں گے۔"

ریش ریش نے قریب چلایا اور ہم سب باہر آ گئے۔ سب سے پہلے ہم نے اس یسین کا پانی نکالا جس میں ہم لوگ پہلے بیٹھے تھے۔ اس کے بعد ہم نے کچن اور باقی کیسوں کا پانی نکالا۔ ہم لوگ واپس ریش اور ریش کے پاس آ گئے۔ ریش اسٹینزنگ ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔ "ایا لانچ کا انجن دیکھو درست ہے؟"

ہوشا نے ریش سے پوچھا۔ "میں یہی چیک کر رہا ہوں کچھ خرابی ہو سکتی ہے۔" ریش نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ایا یہ خرابی دور ہو جائے گی؟" تیمور صاحب نے ریش سے پوچھا۔ "یہ تو ٹھیک چیکنگ کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" ریش نے کہا اور قریب ہی موجود ایک چھوٹے سے بکس میں سے پتھر نکل کر اس کے پاس اور دوسرے اوزار نکالنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے لانچ کا انجن نکال دیا۔ وہ بہت دیر تک کام کرتا رہا پھر اس نے انجن کو اشارت کرنے کی کوشش کی۔ انجن اشارت نہیں ہوا۔ وہ ایک بار پھر انجن پر کام کرنے لگا۔ انجن کے اشارت نہ ہونے کی وجہ سے میں کچھ پریشان ہو گیا اور شاید باقی لوگ بھی پریشان تھے لیکن ہم لوگ اپنی پریشانی ایک دوسرے سے ظاہر نہیں ہونے دیتے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ریش نے ایک بار پھر انجن اشارت دینا چاہا لیکن انجن اشارت نہیں ہوا۔ "کیا خرابی ہو سکتی ہے؟" میں نے ریش سے پوچھا۔

"انجن کا پڑھ نوٹ کیا ہے۔" ریش نے بتایا۔ "اب انجن اشارت ہو سکتا ہے؟" ہوشا نے ریش سے پوچھا۔

"میں کوشش تو کر رہا ہوں۔" "اگر انجن اشارت نہیں ہوا تو ہمیں بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ پریشانی تو بہت ہو جائے گی" تیمور صاحب نے میری بات کی تائید کی۔ ریش نے ایک بار پھر انجن اشارت کرنے کی کوشش کی لیکن انجن اشارت نہیں ہوا۔ وہ ہاتھ پاتھ پیچھے ہٹا۔ پتھر اس طرح سوچتے دیکھ کر مجھے تشویش ہوئی میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ٹھیک نہیں ہو رہا ہے

نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ "یہاں تو پانی بہت ہے۔ باہر جانا چاہئے۔"

"لیکن باہر ہلکی بارش اب بھی ہو رہی ہے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا اور کہیں سے دیکھنے لگا۔ تیمور صاحب بھی باہر دیکھنے گئے۔ یہاں سے بارش کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ باہر اور اندر میں کوئی فرق نہیں ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہیں سے باہر کا جائزہ لیکن وہاں کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ آوازیں کیسی ہیں؟" تیمور صاحب کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ "باہر جا کر دیکھنا پڑے گا۔ کیس کوئی اشارہ دے گا۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے ہوشا برلویس کو لے آیا ہو۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔" میں نے کہا اور کہیں کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تیمور صاحب بھی میرے پیچھے آئے گئے۔ میں نے کہیں سے باہر آ کر دیکھا۔ ہوشا لانچ میں آئے گئے برلویس کے جسم کو اوپر کھینچ رہا تھا۔ میں دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ہوشا اور میں نے برلویس کے جسم کو لانچ پر کھینچ لیا۔ میں برلویس کے جسم کو غور سے دیکھنے لگا کہ کہیں اسے نقصان تو نہیں ہوا اور مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ برلویس کا جسم ہر طرح سے محفوظ تھا۔ اتنی دیر میں تیمور صاحب ہمارے قریب پہنچ چکے تھے۔ "جسم بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے انہیں بتایا۔ انہوں نے بھی برلویس کے جسم کا بغور جائزہ لیا پھر بولے۔

"ریش اب تک باہر نہیں آیا آؤ اسے بھی دیکھتے ہیں اور ریش کا حال بھی معلوم ہیں۔"

"ہوشا' میں اور تیمور صاحب ریش کے کہیں کی طرف بڑھ گئے۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو ریش ریش کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے ہمارے اطمینان تھی کہ ریش کو ہوش چکا تھا لیکن کافی خون بہ جانے کی وجہ سے اس کے چہرے پر غماشت نظر آ رہی تھی۔ میں نے ریش سے کہا۔

"ایا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے اس کی کمزوری ختم ہو جائے؟" "سب کچھ الٹ پلٹ ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ میں کچن میں جا کر دیکھتا ہوں شاید کوئی چیز مل جائے۔" ریش نے کہا اور ریش کو کہیں کی دیوار کے سارے بٹھانے کے بعد باہر چلا گیا۔

"کیا تمہارے ساتھی کا کچھ پتہ چلا؟" ریش نے تیمور سے پوچھا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ اسے ہم نے سمندر سے نکال لیا ہے۔۔۔۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" تیمور صاحب گول مول جواب دیا۔

"لانچ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا ہے؟" ریش نے پوچھا۔ "ابھی ہم لوگوں نے پوری طرح لانچ کا جائزہ نہیں لیا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

اردو فیکر کے لیے pk7e@hotmail.com



انجن؟

"ایک ایسا پرزہ ٹوٹ گیا ہے جس کے ٹوٹنے کے امکانات نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسا سپرینر پرزہ ہم لوگ اپنے ساتھ لالچ میں نہیں رکھتے۔۔۔۔۔ لالچ کے الٹ جانے کی وجہ سے وہ پرزہ ٹوٹا ہے ورنہ عام حالات میں اس کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے اسے ٹھیک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" راجیش نے بتایا۔

"بھراب کیا ہوگا؟" میں نے قدرے پریشانی کے ساتھ پوچھا۔

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ اب کیا کیا جائے؟" راجیش نے پریشان لہجے میں کہا۔

میں نے کہیں سے باہر نظر ڈالی اور بولا۔ "اگر ہم نے انجن اشارت کرنے کا کوئی حل نہیں نکالا تو ہم سمندر میں ہی موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔"

"ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ غیر قانونی طور پر سفر کر رہے ہیں۔ اس لیے کسی جہاز وغیرہ کو مدد کے لیے ماننا بھی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔" راجیش نے کہا۔

"یہ بہت اچھا ہوا کہ بارش رک گئی ہے اور بالکل چھت گئی ہے۔ ورنہ اگر طوفان آ جاتا تو ہمارے لیے مہمبجس آسمانی ہو جاتیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"لیکن کسی وقت بھی دوبارہ بارش ہو جانے کا امکان تو موجود ہے۔" میں نے کہا۔

تیمور صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔۔۔۔۔ ہے تو لیکن اب ہمیں ان سب مسائل سے غٹنے کے لیے کوئی طریقہ کار سوچنا چاہیے۔" ہوشا نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر تھوہیر بعد دو آنکھیں کھول کر بولا۔ "ہمارے آس پاس تو کوئی جہاز وغیرہ بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ بہت دور ایک جہاز موجود ہے جو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔"

"کیا کسی جہاز سے مدد لینے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے۔۔۔۔۔ اگر ہم نے کسی جہاز سے مدد نہیں لی تو ہمارے لیے بہت مہمبجس پیدا ہو جائیں گی۔" ہوشا نے کہا۔

"لیکن جہاز تک پہنچنا بھی تو ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔" تیمور صاحب نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"جہاز تک۔۔۔۔۔" تیمور صاحب نے اتنا کہا اور پھر ہوشا 'برلویس' اور میری طرف دیکھ کر بولے۔

"تم لوگ ذرا باہر آؤ۔" ہم سب تیمور صاحب کے ساتھ باہر آ گئے اور باہر آنے کے بعد ہوشا سے بولے۔ "میں نے راجیش اور ریشم کو صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ جنگل میں ہماری دشمنی ہے۔ اس لیے ہمیں وہاں تک پہنچاؤں۔۔۔۔۔ اب ہم لوگوں کو پورا سراپا معلوم وغیرہ کے بارے میں ان کے سامنے بات نہیں کرنی ہے۔ ورنہ یہ لوگ آتے جاتے سے انکار کر دیں گے۔ میں دراصل اندر یہ کہنے والا تھا کہ جہاز تک تو ہمیں برلویس روحانی طور پر پہنچنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ برلویس روحانی طور پر لالچ کو دیکھ لیا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہوشا اگر تم چاہو تو بلاؤں کو بھی بلا سکتے ہو۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ میں بلاؤں کو بلا سکتا ہوں۔ لیکن راجیش اور ریشم کا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ یہ دونوں ان بلاؤں

کو دیکھ بھی سکیں گے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے یہ دونوں کمزور دل کے ہوں اور بلاؤں کو دیکھ کر انہیں کچھ ہو جائے۔" ہوشا نے کہا۔ "لالچ کے آگے دیکھنے کے لیے بلاؤں کو ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی کشی کو آگے دیکھ دوں گا لیکن اگر ہم کسی اور جہاز تک پہنچ بھی جائیں تو ہمیں وہاں کیا کرنا ہوگا؟" برلویس نے کہا۔

"وہاں پر موجود تمام لوگوں کو اپنی گرفت میں لینا ہوگا۔ اس کے بعد وہاں پہ موجود کوئی لالچ جہاز پر سے اتارنی ہوگی۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"کیا ایسا نہ کریں کہ ہم لوگ واپس چلے جائیں اور لالچ ٹھیک کر کے بعد آئیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "ہم واپس تو جا سکتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ راجیش اور ریشم پھر ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیں۔ کیونکہ وہ دونوں کافی پریشان لگ رہے ہیں۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔

"کیا اور کوئی لالچ والا ہمارے ساتھ نہیں آئے گا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "سب لالچ والے قانونی طور پر سفر کرنے کے لیے بخوشی راضی ہو جاتے ہیں لیکن غیر قانونی طور پر سفر کرنے کے لیے کوئی بڑی سی مشکل سے راضی ہوتا ہے۔ راجیش اور ریشم کو میں نے بہت بڑا لالچ دیا تھا تب کہیں جا کر یہ لوگ ہمارے ساتھ آئے پر راضی ہوئے تھے۔"

"تو انہیں مزید لالچ دیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ دونوں اس بات پر سخت پریشان ہیں کہ حلوے کے بعد وہ کسی جہاز وغیرہ سے مدد بھی نہیں لے سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ایسے میں ان کے دل میں یہ خیال ضرور پختہ ہو گیا ہوگا کہ غیر قانونی طور پر سفر کرنے میں اگر حلوہ ہو جائے تو وہ کسی سے مدد نہیں لے سکتے۔ اگر مدد لیتے ہیں تو قانون کے شکنجے میں آجائیں گے۔ بس اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ دونوں دوبارہ ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیں؟" تیمور صاحب نے کہا۔

"اس بارے میں ان سے پوچھ لیتے ہیں۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ابھی تو حالی بھریں کہ وہ دوبارہ ہمارے ساتھ آئیں گے لیکن وہاں جا کر ان کا ارادہ بدل جائے یا ابھی ان کا ارادہ یہی ہو کہ وہ دوبارہ نہیں آئیں گے لیکن صرف ہماری تسلی کے لیے وہ دوبارہ آنے کی حالی بھریں اور ساحل پر پہنچ کر اس بات سے بھر جائیں۔"

تیمور صاحب توقف کے بعد بولے "دراصل میں کسی بھی طرح جنگل میں جا کر سناٹو کے خلاف کارروائی کر رہا چاہتا ہوں۔ اگر ہم واپس جائیں گے تو ہمارا وقت ضائع ہوگا اور پھر۔۔۔۔۔" تیمور صاحب نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ لالچ اشارت ہونے کی آواز آئی۔ ہم سب نے ایک دوسرے کی طرف حیرت اور خاموشی سے دیکھا ہوشا بولا۔ "انجن اشارت ہو چکا ہے اس لیے اب ہمیں نہ تو کسی جہاز کی طرف جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی واپس جانے کی۔ ہم سب انجن والے کہیں کی طرف بڑھ گئے۔ کہیں میں پہنچ کر تیمور صاحب نے راجیش سے کہا۔ "بھئی تم نے انجن اشارت کر لیا۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہوا؟"

"آپ لوگوں کے باہر جانے کے بعد میں نے انجن پر مزید کام کیا اور پھر کچھ سوچ بچار کے بعد

تیور صاحب نے سگریٹ کا پکٹ نہایت احتیاط سے پھاڑا لیکن جو نئی پکٹ کھولا سگریٹ بھی کھل گئیں اور تیور صاحب انہیں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں اور برلویس بھی ہنس دیے تیور صاحب کہیں سے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو سگریٹ کا پکٹ ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ میں نے ہنسنے ہوئے ان سے پوچھا۔ "کیا آپ سگریٹ سکھانے کے لیے رکھ آئے ہیں؟" میری بات پر برلویس اور تیور صاحب ہنس دیے۔ "میں نے سگریٹ کا پکٹ سمندر میں پھینک دیا ہے تاکہ تمہا کو سے پھیلیاں خلف اندوز ہو سکیں۔" اس کی بات پر میں اور برلویس ہنس دیے۔

کچھ دیر بعد میں نے کہا۔ "اگر شارک پھیلیوں کا حملہ رات میں ہوتا تو ہمارا بچا مشکل تھا۔" "واقعی..... تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو..... ویسے اب بھی خطرہ ہے کہ رات میں شارک لالچ پر حملہ نہ کر دیں۔" تیور صاحب نے کہا۔ "اس سلسلے میں تو برلویس کو ہوشیار رہنا پڑے گا۔" میں نے برلویس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تو تیار ہوں لیکن میں شارک وغیرہ کا اس وقت خاتمہ کر سکتا ہوں جب میں انہیں دیکھ لوں۔ اس لیے ہمیں ہوشا کو متا دینا چاہیے کہ وہ اس بات کا علم رکھے کہ کوئی شارک وغیرہ تو اس پاس نہیں آ رہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے ذریعے معلومات رکھ سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے..... تم لوگ بیٹھو..... میں ہوشا سے کہہ کر آتا ہوں۔" تیور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کہیں سے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آ گئے۔ "میں نے ہوشا کو سمجھا دیا ہے۔ وہ اس کی معلومات رکھے گا۔" ہم نے کپڑے بدلے اور اپنے بیک تیار کر لیے چونکہ صوفے اور بسترو وغیرہ تلے ہو چکے تھے۔ اس لیے ہم سب کہیں کے فرش پر ہی لیٹ کر آرام کرنے لگے۔ کافی دیر آرام کرنے کے بعد ہم کہیں سے باہر آ گئے۔ شام ہو رہی تھی۔ سورج دن بھر کا سفر طے کرنے کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہونے والا تھا۔ ہم سب ریٹک کے ساتھ کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے سورج آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب گیا۔ اندھیرا تیزی سے ہر طرف اپنے ذریعے ڈال رہا تھا۔ میں نے انجن والے کہیں کی طرف دیکھا۔ کہیں میں بھی ہلکا اندھیرا تھا۔ میں نے برلویس سے کہا۔ "لالچ میں روشنی کرنا تو یقیناً ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔"

"برلویس نے کہا۔" تم ٹھیک کہتے ہو لیکن ہوشا کا کہنا تھا کہ ہم رات تک جنگل پہنچ جائیں گے۔"

"یعنی ہمیں زیادہ دیر تک اندھیرے میں سفر نہیں کرنا پڑے گا لیکن....." میں نے اپنا جملہ ادھر اُدھر بچوڑ دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" برلویس نے پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم جتنی بھی دیر اندھیرے میں سفر کریں ہمیں بہت احتیاط کرنی ہوگی۔ کیونکہ دن کی روشنی کے مقابلے میں رات کے اندھیرے میں سفر زیادہ خطرناک ہے" میں نے کہا۔ "اس سلسلے میں تقریباً ساری ذمہ داری راہبش پر عائد ہوتی ہے اسے لالچ کو نہایت احتیاط سے چاہنا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنی یہ ذمہ داری بخوبی پوری کرے گا۔"

لوسنے ہوئے پرزے میں لوہے کی اک راز پھنسا دی اور لوہے کے تاروں سے اسے باندھ دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ کیا۔ پھر انجن اشارت کرنے کی کوشش کی تو انجن اشارت ہو گیا۔" راہبش سے بتایا۔

"کیا اب انجن ٹھیک طور پر کام کرتا رہے گا؟" میں نے راہبش سے پوچھا۔

"ہاں..... اب یہ کام کرتا رہے گا۔" راہبش نے اطمینان سے جواب دیا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" تیور صاحب نے خوش ہو کر کہا پھر وہ ہوشا سے مخاطب ہوئے۔ "ہوشا تم یہیں رہو، ہم لوگ جا کر لالچ کی حالت درست کرتے ہیں اور بھوک بھی لگی ہے۔ اس لیے کچھ کھانے کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ پھر تیور صاحب برلویس اور میں کہیں سے باہر آ گئے۔ لالچ چل پڑی تھی۔ سب سے پہلے ہم لوگ ایک کہیں میں آ گئے اور اسے درست کرنے لگے۔ پھر ہم نے سارے کہیں درست کیے اور اس کے بعد کہیں میں آ گئے۔ کہیں میں کھانے پینے کی مختلف اشیاء اور ذبہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ ہم نے ان میں سے کام کی چیزیں ایک طرف رکھ دیں اور جو خراب ہو چکی تھیں انہیں پھینک دیا۔ اس کے بعد ہم نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں اٹھائیں اور انجن والے کہیں میں آ گئے۔ راہبش آٹھویں بند کیے ایک طرف لیٹا تھا جبکہ راہبش اسٹیرنگ سنبھالے ہوئے تھا اور ہوشا اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ "لو بھئی..... یہ کھانا۔" تیور صاحب نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہوشا اور راہبش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے راہبش کی طرف جوس کا ایک ذبہ بڑھا دیا اور سب کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔

کچھ دیر بعد میں برلویس اور تیور صاحب اس کہیں میں آ گئے جہاں ہم لالچ اٹھنے سے پہلے بیٹھے تھے۔ یہاں آ کر میں نے اپنا بیک کھولا اور اس میں سے کچھ کپڑے نکالے۔ سارے کپڑے بچکے ہوئے تھے۔ پھر برلویس اور تیور صاحب نے بھی اپنے اپنے بیک میں سے کپڑے نکالے۔ ان کے کپڑے بھی بچکے ہوئے تھے۔

"جو کپڑے ہم پہننا چاہتے ہیں وہ ہمیں باہر ہوا میں لٹکا دینے چاہئیں۔ تاکہ وہ سوکھ جائیں بلکہ ایسے ہی تمام کپڑے لٹکا دینے چاہئیں تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں لیکن کرنا پڑے گا ورنہ جو کپڑے ہم نے پہنے ہوئے ہیں وہ تمہارے جسم پر کل تک بھی نہیں سوکھیں گے۔" تیور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

پھر ہم نے کپڑے باہر ہوا میں لٹکا دیے اور ریٹک کے ساتھ کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگے۔ اب کوئی بادل آسمان پر نہیں تھا اور سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ تیور صاحب نے جیب سے سگریٹ کا پکٹ نکالا جو بالکل بھیک چکا تھا۔ انہوں نے بڑی حسرت سے اس کی طرف دیکھا پھر پکٹ کو کھول کر اس میں موجود سگریٹوں کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر سگریٹوں کو دیکھنے کے بعد انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ سگریٹ کا پکٹ بھی باہر ہوا میں رکھ دیں شاید سگریٹ بھی سوکھ جائیں۔"

"میرا تو خیال ہے آپ پکٹ کو پھاڑ کر دیکھیں اگر سگریٹیں اس قابل ہیں کہ وہ خشک ہو سکیں تو

میں ہر چیز صاف نظر آئے گی جبکہ رات میں ہمیں توڑی سی دشواری ہوگی..... ویسے ایک بات تمہیں یاد دلے کہ ہم لوگ اپنے کاموں اور مشن کے حوالے سے یہ نہیں سوچتے کہ دن ہے یا رات ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ بس آگے بڑھتے جاؤ۔ اگر ہم خطروں سے ڈرنے لگیں تو کبھی کبھ نہ کر سکیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے اور تمہارے لیے بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ تم بھی اپنے دل سے خوف اور اندیشوں کو نکال دو۔ جب تم ہوشیا کی اور سے باقاعدہ تربیت حاصل کرنا شروع کرو گے تو تمہیں سب سے پہلے یہی بتایا جائے گا کہ اپنے دل میں کبھی خوف اور اندیشوں کو موت آنے دینا۔ تیمور صاحب نے کہا۔

"جی ہنر ہے۔" میں نے شرمندگی کے ساتھ کہا۔ دراصل تیمور صاحب کی باتیں سن کر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک بزدل آدمی ہوں۔ اسی لیے مجھے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک کہیں سے کسی گیدڑ کی آواز آئی اور پھر کئی گیدڑ ایک ساتھ رونے لگے۔ ہم لوگ کچھ آگے بڑھے تو حشرات الارض کی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"جنگل میں شیر بھی موجود ہیں۔" ہوشا نے ایک جگہ رک کر کہا۔

"کیا ہم کسی درخت پر چھان لگالیں؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں..... یہ ضروری ہے..... شیر ابھی قریب تو نہیں ہیں لیکن وہ کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ جنگل ہر قسم کے جنگلی جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔

"کیا ساتھ سے ہمارا مقابلہ نہیں ہوگا؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا..... ساتھ بہت چالاک اور طاقتور دشمن ہے۔ اس لیے کچھ کمانیں جاسکتا کہ وہ ہم سے مقابلہ کرے گا یا نہیں کسی حال سے چھاننے کی کوشش کرے گا۔"

پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اب ہمیں چھان باندھ لینی چاہئے تاکہ ہم محفوظ ہو جائیں۔ اس کے بعد میں اپنی بلاؤں کو بلاؤں گا اور ساتھ کو مقابلے کی دعوت دوں گا۔"

کچھ ہی دیر بعد ہم نے ایک مناسب جگہ چھان باندھ دی اور ہم سب چھان پر چڑھ گئے۔ اچانک ہمیں کچھ انسانوں کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی ایسی زبان میں باتیں کر رہے تھے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ ہم نے کافی دیر چھان باندھی تھی۔ باتیں کرنے والے دو آدمی تھے جو اندھیرے میں چھان کے نیچے سے گزر گئے۔ ان کی آوازیں سن کر ہم سب خاموش ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی شاید چھان کو نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دیر تو ان کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر ان کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ "یہ کون لوگ تھے؟" یہاں پر کچھ جنگلی قبائل آباد ہیں یہ لوگ انہی میں سے کسی قبیلے کے تھے۔ ہوشا نے بتایا۔

"اب میں عمل پڑھنا شروع کر رہا ہوں تاکہ ساتھ کو مقابلے کے لیے بلایا جائے۔" ہوشا نے بتایا اور کچھ بڑبڑانے لگا۔ کچھ دیر عمل پڑھنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ پھر وہ بولا۔ "ساتھ مقابلے پر آنے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"میں اور کوشش کرتا ہوں کہ وہ آجائے۔ میری ساتھی بلائیں تو پہنچ چکی ہیں اور جنگل میں

کچھ دیر بعد لانچ کی رفتار بالکل دھیمی ہو گئی۔ میں نے قدرے پریشانی سے تیمور صاحب طرف دیکھا۔ "یہ لانچ کیوں آہستہ چلنے لگی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ جنگل قریب آ رہا ہے" اسی لیے رفتار ہلکی کر دی گئی ہے۔" تیمور صاحب خیال ظاہر کیا۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولے۔ "آؤ چل کر راجیش سے معلوم کرتے ہیں۔"

"ہم سب انجن والے کیمبن میں پہنچ گئے ابھی مکمل طور پر اندھیرا نہیں چھایا تھا۔ اس لیے راجیش ہوشا اور ریش نظر آ رہے تھے۔ "کیا جنگل قریب آ چکا ہے؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں..... اب ہمیں کشتیوں میں بیٹھ کر جنگل میں جانا ہوگا۔ راجیش اور ریش ہمیں لانچ میں ہمارا انتظار کریں گے۔" ہوشا نے بتایا۔

"اگر ہمیں آنے میں دیر ہو گئی تو کیا راجیش اور ریش ہمارا انتظار کرتے رہیں گے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

میں نے راجیش کو بتا دیا ہے کہ ہمیں آنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے..... ایک دن، دو دن، تین دن یا پھر اس سے بھی زیادہ دن لٹ سکتے ہیں لیکن ان لوگوں کو ہمیں ہمارا انتظار کرنا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔ "لانچ پر کھانے پینے کی بعضی اشیاء ہیں، وہ تم لوگوں کے کتنے دن تک کام آسکتی ہیں؟" میں نے راجیش سے پوچھا۔

"وہ تو خیر تین چار دن چل جائیں گی لیکن تم ہمارے کھانے پینے کی فکر نہ کرو، ہم لوگ پھیلیوں اور جھیلوں کا شکار کر کے بھی اپنا گزارا کر سکتے ہیں۔" راجیش نے بتایا۔

لانچ بالکل رک چکی تھی۔ راجیش نے لانچ کا انجن بند کیا اور بولا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ آئیں..... میں آپ لوگوں کو کشتیاں دے دیتا ہوں۔" پھر ہم سب اس کے ساتھ لانچ کے نچلے حصے میں آ گئے۔ یہاں اس نے ایک کیمبن کا تالہ کھولا۔ اس میں کافی پانی بھرا ہوا تھا اور چار کشتیاں موجود تھیں۔ ہم نے دو کشتیاں نکال لیں اور انہیں سمندر میں اتار دیا۔ پھر ہم نے اپنا سامان اٹھایا اور کشتیوں میں اتر گئے۔ میں اور برولیس ایک کشتی میں تھے جبکہ تیمور صاحب اور ہوشا دوسری کشتی میں تھے۔ ان کی کشتی ہم سے آگے تھی۔ کشتیاں کافی دیر تک پونہی آگے پیچھے چلتی رہیں۔

پھر جنگل قریب آ گیا۔ کچھ دیر بعد ہوشا اور تیمور صاحب والی کشتی ساحل پر رک گئی اور پھر ہماری کشتی بھی ان کے پاس پہنچ گئی۔ ہم چاروں کشتیوں سے نیچے اتر آئے۔ سامنے کافی دور اونچے اونچے درخت اندھیرے میں خوفناک بلائیں محسوس ہو رہے تھے۔ "اب تم بتاؤ کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے کہا۔ ہوشا کچھ دیر خاموش کھڑا بڑبڑاتا رہا۔ پھر بولا۔ "تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔"

ہم سب اس کے پیچھے چل دیے۔ کچھ دیر بعد ہم درختوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"کیا اس وقت جنگل میں جانا ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"خطرناک تو ہوگا لیکن..... ہمارے رات میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بس دن میں

اردو فینز کے لیے

pk7e@hotmail.com

مختلف جگہوں پر مقابلے کے لیے تیار کڑی ہیں۔" ہوشا نے کہا اور پھر پڑھنے لگا۔ کافی دیر بعد وہ بولا۔  
"سانو کوئی حال چلتا چاہتا ہے اسی لیے سامنے نہیں آ رہا ہے۔ ہمیں خود اس کے پاس ہوگا۔"

"جمیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔  
"ہاں۔۔۔ میں نے اندازہ کر لیا ہے۔۔۔ وہ ایک چھوٹے پہاڑ کی غار میں موجود ہے اور غار کے گرد اس نے سخت ترین حصار کھینچ رکھے ہیں اور مختلف بلائیں اس کی حفاظت کر رہی ہیں۔"  
"تو پھر ہمیں اس کی طرف چلنا چاہیے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "ہاں چلو۔۔۔ ہمیں اس کا انتظام نہیں کرنا چاہیے۔" ہوشا نے کہا۔

سب چان سے نیچے اتر آئے اور اپنا سامان کندھوں پر ڈالنے کے بعد ایک جانب چلے گئے۔ ہوشا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے تیمور صاحب تھے۔ ان کے بعد میں اور پھر برلویض تھا۔ ہم سب نہایت احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اچانک کسی شیر کی خوفناک دھاڑ سنائی دی، شیر کی آواز دو سے آئی تھی۔ بہت دیر چلنے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے پہاڑ کے قریب پہنچ گئے۔ ہوشا بولا۔  
"یہی وہ پہاڑ ہے جہاں سانو موجود ہے۔"

"لیکن وہ بلائیں کہاں ہیں جو اس کی حفاظت کر رہی ہیں؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔  
"وہ ہمیں کہیں ہیں لیکن چونکہ سانو بہت چالاک۔۔۔" ابھی ہوشا نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور کراہنے لگا۔ "کیا ہوا جمیں؟" تیمور صاحب نے قدرے پریشانی کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ جیسے میرا داغ کام کرنا چھوڑ رہا ہے۔ شاید سانو۔" ہوشا اپنی بات مکمل نہیں کر سکا اور اپنا سر تھامے ہوئے زمین پر گر گیا۔ تیمور صاحب فوراً اس پر جھپٹے ہوئے بولے۔ "جمیں کیا ہوا ہے ہوشا؟"

ہوشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیمور صاحب نے کچھ دیر اس کا جسم ٹولا اور بولے۔ "یہ تو بے ہوش ہو چکا ہے۔" اچانک شیر کی خوفناک دھاڑ پھر سنائی دی۔ میں نے فوراً رخ اور نکال لیا۔ ہوشا نے جب یہ کہا تھا کہ اس کی سامنے بلائیں ہماری حفاظت کر رہی ہیں تو میں مطمئن تھا لیکن اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد اب مجھے یقین نہیں تھا کہ بلائیں ہماری حفاظت کر رہی ہوں گی۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ہوشا کو سانو نے کسی طرح بے ہوش کر دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا تھا تو اس بات کا بھی امکان تھا کہ ہوشا کی سامنے بلاؤں کو بھی سانو نے شہم کر دیا ہو یا قید کر لیا ہو۔ یہ تمام باتیں سوچ کر میں نے رخ اور بیک میں سے نکال لیا تھا۔ شیر کی دھاڑ ایک بار پھر سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور شیر بھی دھاڑا اور پھر چار پانچ شیر ایک ساتھ دھاڑنے لگے۔ "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" میں نے برلویض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے ایک بار پھر اپنا جسم چھوڑنا پڑے گا تاکہ شیروں کا مقابلہ کر سکوں۔" برلویض نے کہا۔  
"تو پھر تم۔" ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک کسی شیر ہمیں اندھیرے میں نظر آ گئے۔ وہ

ہماری طرف آرہے تھے۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے رخ اور کارخ ان کی طرف کر کے گولی چلا دی۔ زبردست دھماکا ہوا اور گولی ایک شیر کے سر میں لگی جو دھاڑنے کے بعد نیچے گر گیا جبکہ باقی شیر گولی کی آواز سے ڈر گئے اور کچھ دور جانے کے بعد رک گئے۔ میں نے دیکھا کہ برلویض اپنا جسم چھوڑ چکا تھا اور سامنے شیروں کی حرکتوں سے لگتا تھا کہ برلویض ان سے لڑ رہا ہے۔ اچانک ہمارے عقب سے چبھنے چلانے کی آوازیں آئے لگیں۔ یہ انسانی آوازیں تھیں۔ مجھے شک ہوا کہ جنگلی لوگ آرہے ہیں اور پھر کچھ ہی دیر بعد میرا شک یقین میں بدل گیا۔ کسی جنگلی انسان شور مچاتے ہوئے ہمارے قریب آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے نیزے اور ڈنڈے تھے۔ وہ یقیناً گولی کی آوازیں سن کر یہاں آ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ نے خوفناک چہنچیں ماریں اور شیروں کی طرف بڑھے۔ کسی شیر تو زمین پر ڈھیر ہو چکے تھے جبکہ باقی جنگلی انسانوں کی چیخوں اور مار سے بھاگ گئے۔ برلویض کا جسم اب بھی زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ہوشا کو بھی ہوش نہ آیا تھا۔ اچانک کچھ جنگلیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے دو نے ہوشا کو اٹھالیا اور دو نے برلویض کے جسم کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔ اس کے بعد وہ چاروں تیزی سے وہاں سے غائب ہو گئے۔

باقی جنگلیوں نے میرے اور تیمور صاحب کے گرد گھیر ڈال دیا اور چبھنے چلانے لگے۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے رخ اور جمیں لیا۔ میں نے جنگلیوں کے بارے میں پہلے بھی سن اور پڑھ رکھا تھا کہ یہ لوگ آدم خور ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بات سوچ کر ہی خوف محسوس ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد جنگلیوں نے ہمارے ارد گرد باقاعدہ رقص کرنا شروع کر دیا اور شاید وہ کچھ کا بھی رہے تھے۔ پھر دو طاقتور جنگلی ہمارے قریب آ گئے اور انہوں نے ہماری کالیاں پکڑ لیں۔ پھر وہ ہمیں کھینچ کر لے جانے لگے۔ باقی سارے جنگلی ہمارے پیچھے شور مچاتے آرہے تھے۔

کچھ دیر بعد جنگلی ہمیں لے کر ایک چھوٹے سے پہاڑ کے قریب آ گئے۔ اس پہاڑ میں ایک غار نظر آ رہا تھا۔ جن جنگلیوں نے ہمیں پکڑا ہوا تھا وہ ہمیں چھوڑ کر غار کے اندر چلے گئے۔ میں سوچنے لگا کہ آخر غار میں کیا ہے؟ کچھ دیر بعد وہی دونوں جنگلی باہر آ گئے اور ہمیں پکڑ کر اندر لے جانے لگے۔ باقی دوسرے جنگلی اندر داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ باہری رک کر شور مچا رہے تھے۔

جب ہم غار میں داخل ہوئے تو کچھ دور تک تو ہم اندھیرے میں ہی چلتے رہے پھر ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی۔ توڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ وہاں روشنی کچھ تیز تھی۔ کسی شعلیں جل رہی تھیں۔ جو کہ جنگلیوں نے ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھیں، سامنے مٹی کا ایک بڑا چوڑا بنا ہوا تھا۔ اس پر ایک خوبصورت جنگلی عورت بیٹھ ہوئی تھی۔ اس نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور سر پر تاج بھی پہن رکھا تھا۔ غار کی دیواروں پر شیروں اور دیگر جنگلی جانوروں کی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ کون ہو اور جنگل میں کیا کرنے آئے ہو؟" چوتھے پر بیٹھی جنگلی عورت نے پوچھا۔  
اس کی زبان سے اردو جملہ سن کر میں حیران رہ گیا۔ مجھے اس سے یہ توقع تھی کہ وہ پہلے مجھے اور تیمور صاحب کو غور سے دیکھے گی۔ پھر اپنی جنگلی زبان میں ہمارے قتل کا حکم دے دے گی تاکہ سارے جنگلی

میں کھا سکیں۔

”تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گی  
لیکن میں تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کروں گی۔“ اس عورت نے جواب دیا۔  
”کیوں؟ میرے ساتھ کچھ کیوں نہیں کرو گی۔“ میں نے اچھے ہوئے لمبے میں بھنویں سیڑ کر  
پوچھا۔

”اس لیے کہ..... تم مجھے اچھے لگے ہو۔“ اس نے کہا اور چوتھے سے نیچے اتر آئی۔ پھر وہ  
میرے قریب آئی اور بولی۔ ”کیا تمہیں احساس ہے کہ تم کتنے پرکشش ہو، کوئی بھی عورت تمہیں  
دیکھ کر اپنا دل تمام سکتی ہے۔“  
”یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے..... لیکن نہ تم مجھے اچھی لگی ہو اور نہ میں تم سے کوئی تعلق  
دیکھنا پسند کروں گا۔“ میں نے سخت لمبے میں کہا۔ میری بات سن کر اس عورت نے ایک زوردار قہقہہ  
لگایا اور بولی۔

”اس جنگل میں صرف میری مرضی چلتی ہے..... یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ میری مرضی سے ہوتا  
ہے۔ کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکے۔ اس لیے جب تک تم میری گرفت میں ہو  
تمہیں کسی فیصلے کا اختیار نہیں، جو میں چاہوں گی وہی ہو گا۔“  
”لیکن میں تمہاری مرضی نہیں چاہتا دوں گا۔“ میں نے ایک بار پھر سخت لمبے میں کہا۔

”ان دونوں کو قید میں ڈال دو۔“ عورت نے جنگلیوں سے حسمانہ انداز میں کہا تو کئی جنگلی ہماری  
طرف بڑھے پھر انہوں نے ہماری گائیاں پکڑ لیں۔ ان کی گرفت کافی سخت تھی۔ وہ ہمیں کھینچتے ہوئے  
ایک طرف لے چلے۔ کچھ دیر بعد وہ ہمیں ایک اور تاریک غار میں لے گئے۔ انہوں نے ہمیں وہاں  
سوجو زنجیروں سے باندھ دیا اور واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تو تیمور صاحب اور میں  
آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر میں نے تیمور صاحب سے کہا۔  
”یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟“ تیمور صاحب نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا  
پھر بولے۔

”مجھے تو یہ نوگ آدم خور لگتے ہیں۔“ ”یہ آپ نے کیسے اندازہ لگایا؟“ میں نے حیرت اور خوف  
سے بھرے لمبے میں پوچھا۔  
”میں نے جنگلی لوگوں کے بارے میں بہت اسٹڈی کی ہے۔ میں نے پڑھا تھا کہ جس قبیلے کی  
سربراہ عورت ہو وہ قبیلہ آدم خور ہو سکتا ہے۔ تیمور صاحب نے جواب دیا۔  
”ہو سکتا ہے کہ یعنی ہوتا نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ ”ہاں اگر کسی قبیلے کی سربراہ عورت ہو تو  
اس بات کے بچاؤ کے فیصلہ امکانات ہوتے ہیں کہ قبیلہ آدم خور ہے۔“  
”کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی امکان ہے؟“ میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

”میں نے سوچا تھا کہ میں عورت کو ہٹانے کے لیے اچھے لگنے کا کوئی موقع پیدا کر لوں گا  
لیکن تم نے دیکھا کہ وہ مجھ سے زیادہ ہٹانوم جانتی ہے۔ تمہی تو میرے ہٹانے کرنے کا اس پر کوئی اثر  
نہیں دوا۔ نہ جانے ہوش اور برلویض کس حال میں ہیں۔“ تیمور صاحب نے کہا۔ ”برلویض اپنا جسم چھوڑ

تیمور صاحب اور میں نے عورت کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ تیمور صاحب بولے۔ ”پہلے تم  
یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور ہمیں کیوں پکڑا ہے؟“ عورت نے ان کی بات سن کر ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔  
”بہت خوب..... یہ تم نے اچھا سوال کیا اور میں نے جو تم سے سوال کیا تھا۔ اس کا تم نے  
جواب نہیں دیا۔“

”میں تمہیں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔“ تیمور صاحب نے سخت لمبے میں کہا۔  
”ہم اپنے کام سے جنگل میں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد تمہیں یا تمہارے ساتھیوں کو نقصان پہنچانا  
نہیں ہے اور نہ ہی ہم تم لوگوں سے دشمنی کرنا چاہتے ہیں۔“  
عورت نے ایک اور بھرپور قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”اچھا تو تم ہم سے دشمنی نہیں کرنا چاہتے.....  
اور یہ جو تم مجھے ہٹانے کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اسے کیا میں دوستی کہوں؟“  
”اس کا مطلب ہے کہ تم بھی ہٹانوم جانتی ہو؟“ تیمور صاحب نے پوچھا۔  
”ہاں..... اور تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم ہٹانوم میں کھلے سے کمزور ہو۔“

”میں جانتا ہوں کہ تم ہٹانے کے حوالے سے مجھ سے طاقتور ہو لیکن میں تمہیں ہٹانوم کر کے  
اپنے لیے بھانگنے کا کوئی موقع پیدا کرنا چاہتا تھا۔“ تیمور صاحب نے جواب دیا۔ ”لیکن ہم سے بچ کر بھاگنا  
آسان نہیں ہے۔“ عورت نے کہا۔

”اب تم کیا چاہتی ہو؟“ تیمور صاحب نے عورت سے پوچھا۔  
”پہلے تو یہ چاہتی ہوں کہ تم بچ جاؤ جنگل میں کیا کرنے آئے تھے؟“ عورت نے کہا۔  
”ہم لوگ اپنے دشمن کی تلاش میں یہاں آئے تھے۔“ میں نے تھکاوٹ سے جواب دیا۔  
”کون ہے وہ دشمن؟“ عورت نے میرے پورے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔  
”وہ ہمارے کچھ لوگوں کو قتل کر کے یہاں بھاگ آیا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ اپنے  
ساتھیوں کے ساتھ اسی جنگل میں چھپا ہوا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

عورت کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میں اور میرے یہ ساتھی تم لوگوں کا ساتھ دینے کے لیے  
تیار ہیں۔ بشرطیکہ تم لوگ بچ بول رہے ہو لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم لوگ سچے ہو گے۔  
”اگر ہم لوگ تمہیں یہ یقین دلا دیں کہ ہم تمہیں یا تمہارے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں  
پہنچائیں گے اور اپنے دشمن کو مارنے کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے تو کیا تم ہم کو چھوڑ دو گی؟“ تیمور  
صاحب نے اس عورت سے پوچھا۔

عورت نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔“  
”تو پھر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہو؟“ میں نے پوچھا۔  
”تمہارے ساتھ یا تمہارے ساتھی کے ساتھ؟“ عورت نے پوچھا۔  
”میرا ساتھی ہو یا میں ہوں ایک ہی بات ہے۔“ میں نے اچھے ہوئے لمبے میں جواب دیا۔ میں  
کچھ نہیں پایا تھا کہ اس عورت نے تیمور صاحب کے اور میرے بارے میں علیحدہ علیحدہ کیوں سوچا تھا۔

”کیا آپ ٹیلی ویزی کے ذریعے اپنے بیٹے کے دماغ میں داخل ہوئے تھے؟“

”تیور صاحب نے کہا۔“ جی ہاں۔“

”آپ نے فارس سے یہ نہیں کہا کہ وہ ہماری مدد کو آئے۔“ میں نے تیور صاحب سے پوچھا۔

”وہ ہماری مدد کو آ سکتا ہے لیکن میں اسے کیا بتاؤں کہ میں کہاں ہوں..... مجھے تو خود نہیں

معلوم کہ ہم لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ کیونکہ ہوشا نے ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں تھا کہ وہ ہمیں کہاں لے

کر جا رہا ہے۔“ تیور صاحب نے افسردہ لہجے میں کہا۔

کچھ دیر بعد آئینہ سنائی دیں۔ پھر ٹیلی ویزی کی روشنی نظر آنے لگی۔ کوئی آ رہا تھا۔ روشنی تیز ہو گئی

اور کچھ لوگوں کے قدسوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر وہی عورت جو چوتھے پر بیٹھی تھی، دو

آدمیوں کے ساتھ غار میں داخل ہوئی۔ ان دونوں آدمیوں کے ہاتھوں میں شعلیں تھیں۔ دونوں آدمی

غار کے قریب درمیان آ کر رک گئے جبکہ وہ عورت ہمارے قرب آگئی اور مجھ سے بولی۔ ”کیا تم میری

مرضی کے مطابق کام کرنے کے لیے تیار ہو؟“

”میں تمہاری مرضی کے مطابق کام کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہوں گا“ میں نے سخت

لہجے میں جواب دیا۔

”میں اپنی مرضی کے مطابق تم سے کام لے لوں گی لیکن تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں

گی۔ اگر تم بخوشی میری مرضی کے مطابق کام کرتے تو بہت فائدے میں رہتے۔ میں تمہیں کسی قسم کی

تکلیف نہیں ہونے دیتی لیکن اب تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ صبح میں تم لوگوں کو ایک

گناہ دکھاؤں گی اور ایک..... بہت ہی اہم راز تمہیں بتاؤں گی۔“ عورت نے مغرور انداز میں کہا۔

”راز..... کیا راز..... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“ تیور صاحب نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔

”سب کچھ تمہیں صبح پہ چل جائے گا۔“ عورت نے کہا اور واپس مڑ گئی۔ دونوں آدمی بھی اس

کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے تیور صاحب سے پوچھا۔

”یہ عورت کیا کہنا چاہتی تھی؟ کون سا راز بتانا چاہتی ہے یہ؟“

تیور صاحب کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔ ”میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ آخر اس

کے پاس ایسا کون سا راز ہے جو وہ ہمیں بتائے گی؟“

اچانک ایک شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کہیں نزدیک ہی ہے۔ تیور صاحب اور

میں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ شیر کی دھاڑ ایک مرتبہ بھر سنائی دی۔ اب تو یوں لگتا

تھا جیسے شیر غار کے اندر داخل ہونے والا ہے اور پھر واقعی ایک بہت بڑا شیر ہمارے سامنے آ گیا۔ اندھیرا

ہونے کے باوجود اب ہمیں غار میں سب کچھ کافی حد تک صاف نظر آ رہا تھا کیونکہ ہم لوگ بہت دیر سے

اندھیرے میں تھے۔ شیر اندر داخل ہونے کے بعد ایک بار پھر زور سے دھاڑا اور ہماری طرف آنے لگا۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔ کیونکہ ہم لوگ زنجیروں سے بندھے

ہوئے تھے اور اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ شیر ہم سے چند قدم کے فاصلے پر آ کر رک گیا

اور غرا لگا۔ پھر وہ دھیرے دھیرے میری طرف آنے لگا اور پھر وہ میرے اتنا قریب آ گیا کہ مجھے اپنا چہرہ

چکا تھا اور اس کی روح شیروں سے لڑ رہی تھی۔ اگر وہ اسی وقت اپنے جسم میں آ جاتا تو اچھا تھا کیونکہ اس وقت اس کا جسم زمین پر آتا تھا جنگلی اسے اٹھا کر لے گئے۔ اب یقیناً اس کے لیے اپنے جسم میں جانا مشکل ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”اگر وہ اپنے جسم میں نہ گیا تب بھی اس کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر جنگلی آدم خود

ہیں تو وہ سب سے پہلے برلویس کے جسم کو کھائیں گے۔ اس لیے کہ وہ مردہ ہے۔“ تیور صاحب نے

تشویش ظاہر کی۔

”پھر اب کیا کریں؟“ میں نے پریشان ہو کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر تیور صاحب سے پوچھا۔

”میں ٹیلی ویزی کے ذریعے ہوشا کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے معلوم

کروں گا کہ وہ لوگ کس حال میں ہیں۔“ تیور صاحب نے کہا۔

”کیا ہوشا ٹیلی ویزی جاتا ہے؟“ میں نے تیور صاحب سے پوچھا۔

”نہیں..... وہ ٹیلی ویزی نہیں جاتا میں اس کے دماغ میں جا کر اسے بتاؤں گا کہ میں ٹیلی ویزی

کے ذریعے اس کے دماغ میں آ چکا ہوں اور جو میں پوچھ رہا ہوں وہ اس کا جواب اپنے دماغ میں ہی

دے۔“ تیور صاحب نے کہا۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے آپ فوراً ہوشا کے دماغ میں جائیں۔“ میں نے کہا اور تیور صاحب

نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

”ہوشا کے دماغ میں اندھیرا چھایا ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ اب تک بے ہوش ہے۔“

”کیا آپ نے برلویس سے بھی رابطہ کیا؟“

”نہیں..... ابھی کرتا ہوں۔“ تیور صاحب نے کہا اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر

بعد وہ آنکھیں کھول کر بولے۔ ”برلویس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے..... پتہ نہیں وہ اپنے جسم میں ہے یا

اب بھی اس کی روح اپنے جسم سے علیحدہ ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ برلویس سے شاید واپسی طور پر

میرا رابطہ نہ ہو سکے گا۔“

”وہ کیوں؟“ میں نے بھنوں سیکڑ کر اٹھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”وہ اس لیے کہ برلویس کا جسم مردہ ہے۔ اس لیے اس کا دماغ بھی مردہ ہی ہے اور مردہ دماغ

کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسے ٹیلی ویزی کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔“ تیور صاحب نے

بتایا۔

”اس کا مطلب ہے کہ نہ سکتا ہے۔ برلویس کی روح اپنے جسم میں جا چکی ہو..... مردہ دماغ ہونے

کی وجہ سے آپ کا رابطہ اس سے نہیں ہو رہا ہو۔“ میں نے خیال ظاہر کیا۔

”ہاں..... ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔“ تیور صاحب نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں کچھ دیر

دیکھتا رہا اور جب انہوں نے آنکھیں نہیں کھولیں تو میں نے ان کی طرف دیکھا چھوڑ دیا اور غار کا جائزہ

لینے لگا۔ کافی دیر کے بعد تیور صاحب بولے۔ ”میرا بیٹا فارس آج کل بالکل فضول قسم کے کاموں میں

الگ ہوا ہے۔“

تسارا پیام ابھی ملکہ تک نہیں پہنچاؤں گا بلکہ ابھی تمہیں مار پڑے گی۔ تاکہ آئندہ کبھی تم ملکہ کے حکم سے انکار کے بارے میں سوچو بھی نہیں۔" اس آدمی نے کوڑے والے کو اشارہ کیا تو کوڑے والے نے ہوا میں زور سے ہاتھ لہرائے کے بعد کوڑا میری پیٹھ پر مار دیا۔ میری ایک اور پیچ فضا میں بکھر گئی۔ کوڑے والا رکنا نہیں بلکہ اس نے لگاتار کئی مرتبہ کوڑا مجھے مارا میں چیختا رہا۔ میری قوت برداشت جواب دے گئی اور مزید کچھ کوڑے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

بچے کرنا پڑا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب سے چند لمحوں بعد شیر منہ کھولے گا اور اپنے تیز نوکیلے دانتوں سے مجھے اویز ڈالے گا لیکن شیر چند لمحوں تک اپنی جگہ کھڑا رہا اور میں خوف کی وجہ سے تھوک لگتا رہا۔ اچانک غار میں روشنی ہو گئی اور ایک آدمی کی آواز سنائی دی شیر دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ وہ آدمی ہاتھ میں مشعل لیے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم بہت خوفزدہ لگ رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟" تیمور صاحب نے اس آدمی سے پوچھا۔  
"میں اس جنگل کی ملکہ کا ایک معمولی ملازم ہوں۔ مجھے اس وقت بہت غصہ آتا ہے جب کوئی ملکہ کی بات ماننے سے انکار کر دے اور تمہارے ساتھی نے میری ملکہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر کوئی ملکہ کی بات ماننے سے انکار کر دے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا لیکن ملکہ کا حکم ہے کہ تم لوگوں کو ابھی زندہ رکھا جائے۔ یہ شیر میرے حکم کا ظلم ہے" میں نے ہی اسے یہاں بھیجا تھا لیکن چونکہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ اس لیے اس نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔"

اس آدمی نے تیمور صاحب سے کہا۔ پھر اس نے حج کر کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو جنگلی بھی غار میں آگئے۔ اس آدمی نے ان سے کچھ کہا تو جنگلی میری طرف بڑھے۔ انہوں نے مجھے زنجیروں سے آزاد کر دیا اور مجھے غار سے باہر لے جانے لگے۔ میں نے سڑ کر تیمور صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ پریشان نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

جنگلی مجھے ایک اور غار میں لے آئے یہاں ایک دیا جل رہا تھا ایک طرف تلواریں، مخمڑ، نیزے اور دیگر چیزیں رکھی تھیں۔ جنگلوں نے مجھے اٹا لٹکا دیا اور پھر ایک جنگلی نے کوڑا ہوا میں لہرایا اور میری پیٹھ پر دے مارا۔ میں شدت درد سے حج اٹھا۔ وہی آدمی غار میں داخل ہوا جس نے شیر کو ہمارے پاس بھیجا تھا۔ وہ میرے قریب آکر بولا۔ "کچھ ہوش ٹھکانے آئے تمہارے؟" "آخر تمہاری ملکہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟" میں نے اس آدمی سے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چاہتی ہے..... میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا ہے اور میں نے تمہیں اذیتیں دی ہیں۔" اس آدمی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

میں نے سوچا کہ اگر میں ملکہ کی بات ماننے سے انکار کروں گا تو نہ جانے کیا کیا اذیتیں سننی پڑیں گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں ابھی اس آدمی سے کہہ دوں کہ میں ملکہ کی بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اگر ملکہ کوئی مناسب بات کہتی تو اسے مان لینے میں کوئی حرج نہیں تھا اور اگر کوئی غلط بات کہتی تو میں انکار کی بجائے اس کام سے کسی طرح جان چھڑا سکتا تھا۔ اس طرح میں کوڑوں اور دیگر اذیتوں سے بچ سکتا تھا۔

اس آدمی نے کوڑے والے آدمی سے کچھ کہا تو کوڑے والے جنگلی نے ایک بار پھر کوڑا ہوا میں لہرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوڑا میری پیٹھ پر مارتا میں نے حج کر کہا۔

"رک جاؤ..... میں ملکہ کی بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔"

کوڑے والا غصے رک گیا۔ دوسرا شخص ایک زوردار قہقہہ لگانے کے بعد مجھ سے بولا۔

"تم بہت کمزور انسان ہو..... صرف کوڑے کو دیکھ کر ہی تمہارے ہوش ٹھکانے آگئے لیکن میں

ملکہ میری بات سن کر مسکرائی اور بولی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو..... ہمیں بھوک لگی ہے لیکن تم پریشان زیادہ ہو۔ اس لیے ہمیں بھوک کا احساس نہیں ہوا..... کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔ مجھے بھوک تو لگ رہی تھی لیکن میں مختلف باتوں کی وجہ سے پریشان تھا۔ اس لیے بھوک کا احساس بہت کم تھا لیکن یہ حقیقت تھی اگر مجھے ابھی کھانا مل جاتا تو میں خوب ڈٹ کر کھاتا۔ "مجھے کچھ بھوک ہے۔"

میں نے عورت سے کہا۔ وہ میری بات پر دیر سے ہنس دی۔ پھر اس نے ایک جنگلی سے اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہ بھاگتا ہوا غار سے باہر چلا گیا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں؟" میں نے قدرے پریشان کن لہجے میں ملکہ سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہیں..... تم ان کی فکر نہ کرو۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے ملکہ سے کہا۔

"میں نے تم سے کہہ دیا کہ وہ خیریت سے ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... رہی بات ان سے ملنے کی تو صبح میں تمہاری ملاقات ان سے کروا دوں گی۔" ملکہ نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا آؤ اب میرے ساتھ۔" ملکہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر ایک بھونٹی سے غار میں آئی۔ یہ غار بہت خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ جس پر ایک جانب شیر کی کھال بڑی خوبصورتی سے لٹائی کر بچھائی گئی تھی۔ دیواروں پر شیروں اور دیگر جنگلی جانوروں کے سر لگے ہوئے تھے۔ کئی دھپے جل رہے تھے۔

"آؤ یہاں بیٹھتے ہیں۔" ملکہ نے شیر کی کھال کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں اس پر بیٹھ گئے۔ "ہمیں یہ غار پسند آئی..... یہ میری آرام گاہ ہے۔ یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے..... یہاں صرف وہ آ سکتا ہے جسے میں آنے کی اجازت دوں۔"

"تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے ملکہ سے پوچھا۔

"میں جنگل کی ملکہ ہوں۔ یہاں پر صرف اور صرف میرا حکم چلتا ہے..... میرا کوئی نام نہیں ہے تم مجھے ملکہ کہہ سکتے ہو۔" ملکہ نے جواب دیا۔

ملکہ نے کہا اور بے ہودہ انداز میں میرے سامنے لیٹ گئی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تم بھی لیٹ جاؤ۔ مجھے اس کی نیت ابھی نہیں لگ رہی تھی میں اس کے ساتھ نہیں لیٹنا چاہتا تھا اور نہ ہی اس کی کسی غلط خواہش کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔

"کیا تم مجھے پانی پلا سکتی ہو؟" "ہاں کیوں نہیں۔" ملکہ نے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں کے گرد رکھ کر ایک عجیب سی آواز نکالی۔ کچھ ہی دیر بعد ایک جنگلی اندر داخل ہوا۔ ملکہ نے کسی اجنبی زبان میں اس سے کچھ کہا تو وہ باہر چلا گیا اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ اور ایک بڑا برتن تھا۔ اس نے دونوں چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں اور واپس چلا گیا۔

ملکہ نے برتن میں سے پانی پیالے میں ڈالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں پانی پیچے ہوئے بیوچنے

جب مجھے ہوش آیا تو کافی پانی میرے چہرے پر پڑا ہوا تھا اور کوئی میرے چہرے پر پانی کے سرچھینے مار رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے اوپر ایک جنگلی بھکا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں سے پانی نکال کر وہ میرے منہ پر چھینے مار رہا تھا۔ اس نے مجھے آنکھیں کھولنے دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا۔ پھر اس نے مڑ کر کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہی آدمی جس نے ہمارے پاس شیر بھیجا تھا میرے قریب آ گیا۔ کچھ دیر وہ مجھے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "میں نے تمہارا پیغام ملکہ کو دے دیا ہے۔" وہ کچھ دیر میری طرف دیکھتا رہا۔ شاید اسے امید تھی کہ میں کوئی بات کروں گا۔ مجھے خاموش کر دیا ہوا۔ "..... ملکہ کا کہنا ہے کہ ہمیں اس کی خدمت میں پیش کیا جائے..... اٹھ جاؤ تم۔" میں نے کر بیٹھ گیا اور اس آدمی سے بولا۔ "کیا تم مجھے پیچے کے لیے پانی دے سکتے ہو؟"

"ہاں ہاں..... بھنا چاہے پانی ہیں..... اب ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ ہماری ملکہ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو۔"

اس آدمی نے جنگل کو اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ جنگلی بھاگتا ہوا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔ اس نے وہ پیالہ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور منہ سے لگالیا۔ میں پیالہ منہ سے ہٹائے بغیر سارا پانی پی گیا۔ پانی پیٹ میں اترنے کے بعد اپنے جسم میں توانائی محسوس ہوئی۔ میں نے پیالہ جنگلی کو دے دیا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔ میرے قریب کھڑا آدمی مجھ سے بولا۔ "اب تم میرے ساتھ آؤ۔" وہ مجھے لے کر غار سے باہر آ گیا۔ باہر اب اندھیرا تھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ رات ابھی زیادہ نہیں گزری ہے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں اس غار میں گئے جہاں پہلی مرتبہ ملکہ کے سامنے ہمیں پیش کیا گیا تھا۔ ملکہ چوتھے پر موجود تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "کیا تم میری بات ماننے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں میں تیار ہوں..... تم بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا بات منوانا چاہتی ہو؟" میں نے اس کی بات جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

وہ مسکرا کر بولی۔ "یہاں آؤ میرے پاس۔"

میں چوتھے کے بالکل قریب چلا گیا۔ ملکہ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا تو میں بیٹھ گیا۔

اردو فینئر کے لیے pk7e@hotmail.com



لگا کہ ملکہ سے کیا بھانہ کیا جائے کہ اس کے ساتھ نہ لینا پڑے۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک تصویر پیش میں جنگل میں آگیا۔ "میں نے ملکہ کو بتایا۔" اگر اس دوران وہ قاتل تمہیں مار دے تو.....؟" ملکہ بھانہ آگیا۔ میں نے سوچ لیا کہ میں لینے کے فوراً بعد اٹھ جاؤں گا اور ملکہ سے کہوں گا کہ کوڑے لے کر مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

کی وجہ سے میرے جسم میں درد ہو رہا ہے اس لیے میں لیٹ نہیں سکتا۔ میں نے پانی پینے کے بعد پھر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ملکہ نے پیالہ اور برتن ایک طرف رکھ دیا اور پھر لیٹ گئی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "اب تو پانی بھی پی لیا ہے اب آرام سے لیٹ جاؤ۔"

میں نے چہرے پر ایسے تاثرات بنائے جیسے میں اس کے ساتھ لینے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن جو نئی میری پیٹھ زمین سے لگی میں چیخ پڑا اور دوبارہ بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا تمہیں؟" ملکہ نے معنویں سکڑ کر پریشان لہجے میں پوچھا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے کوڑے لگوائے تھے۔ اب میری پیٹھ میں درد ہو رہا ہے۔" میں نے اپنے چہرے تکلیف کے تاثرات بناتے ہوئے اسے بتایا۔

"اگر تم پہلے ہی میری بات مان لے تو تمہیں کوڑے نہیں کھانے پڑتے۔ اب میں تمہاری پر ایک مرہم لگا رہی ہوں جس سے صبح تک کافی حد تک ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

ملکہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دل میں خدا کا ادا کیا کہ کم از کم آج کی رات تو میں اس کے ساتھ نہیں لیٹوں گا کچھ دیر بعد ملکہ واپس آگئی۔ اس نے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا اس نے کہا۔

"تم لیٹ جاؤ..... میں مرہم لگا دیتی ہوں۔"

میں اوندھا ہو کر لیٹ گیا اور ملکہ نے میری پیٹھ پر مرہم لگا دیا۔ "اب تم یونی لینے رہنا۔" مرہم اچھی طرح تمہارے جسم میں جذب ہو جائے۔" پھر وہ غار سے باہر چلی گئی کچھ دیر بعد آکر میرے قریب ہی لیٹ گئی اور بولی۔

"کیا تم شادی شدہ ہو؟" "ہاں..... میرے دو بچے ہیں۔" میں نے بصوت بولا۔

"تم یہاں جنگل میں کسی کی تلاش میں آئے تھے؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میری کسی سے دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کی تلاش میں آیا ہوں۔ دراصل میرے ساتھیوں کی دشمنی ہے کسی سے۔ وہی مجھے ساتھ لے کر آئے ہیں۔" میں نے بصوت بولا تاکہ ملکہ زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کر سکوں۔

"کیا تمہارے ساتھیوں نے تمہیں نہیں بتایا کہ وہ کس دشمن کی تلاش میں جنگل میں جا رہے ہیں؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میرے دوستوں کے ایک ساتھی کو ایک شخص نے قتل کر دیا تھا۔ یہ لوگ اس کی تلاش میں تھے۔ پھر کسی نے بتایا کہ وہ قاتل یہاں جنگل میں چھپا ہوا ہے۔" میں نے بتایا۔

"تو کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہیں رہتے ہو؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میں ان کے ساتھ نہیں رہتا..... بس یونی میری تھوڑی بہت ان سے دوستی ہے۔ میری عادت ہے کہ میں ان کے ساتھ فیکٹر کے لیے جا کر رہتا ہوں۔ اسی لیے میں ان کے ساتھ تھوڑے

"کیا تمہیں خیند آ رہی ہے؟" ملکہ نے میری بوجھل آنکھیں دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں..... اگر تم اجازت دو تو میں سو جاؤں؟" میں نے کہا۔

ملکہ میری بات سن کر مسکرائی اور بولی۔ "تمہیں سونے کھانے 'پینے' چلنے پھرنے کی مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے مجھے اتنا اختیار تو دے دیا ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ مجھے ہر بات لی

"یہ تمہارے ساتھیوں کو پکانے کی تیاری ہو رہی ہے انہیں کھا کر میرے قبیلے والے بہت خوش ہوں گے۔" ملکہ نے جذبات سے غاری لیے میں جواب دیا۔

"لیکن..... کیا تمہیں انہیں معاف نہیں کر سکتیں؟" میں نے ایک بار پھر پریشان لیے میں ملکہ سے پوچھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے..... اتنی مشکل سے تو تم لوگوں کو اس جنگل میں لایا گیا ہے۔ تم شیطان کے جس ساتھی کی تلاش میں یہاں آئے تھے وہ میرا آقا ہے۔" ملکہ نے بتایا تو کچھ دیر کے لیے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"تم نے کہا کہ ہم لوگوں کو اس جنگل میں لایا گیا ہے..... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

ملکہ دھیرے سے ہنس کر بولی۔ "میں تو وہ راز ہے جو میں نے تمہیں بتانے کا وعدہ کیا تھا..... تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارا چوتھا ساتھی یہاں نہیں ہے۔"

"ہاں..... وہ کہاں ہے؟" میں نے ادھر ادھر نظرس دوڑاتے ہوئے کہا۔

"دراصل وہ تمہارا نہیں بلکہ میرا ساتھی ہے۔" ملکہ نے کہا۔

کچھ دیر کے لیے میری زبان گنگ ہو گئی۔ پھر حیرت سے میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا مطلب تمہارا ساتھی ہے؟"

"ہاں..... وہ اصلی ہوشائیں ہے..... اصلی ہوشا تو شہر میں اپنی جموہیزی میں موجود ہے اور اس کا داغ میں نے مطلوب کر دیا ہے جو ہوشا تم لوگوں کو یہاں لایا ہے۔ اسے میں نے تم لوگوں کے پاس بھیجا تھا۔ اب سے کچھ دیر بعد تمہارے ساتھیوں کو دیگوں میں ڈال دیا جائے گا۔ جلد ایک ہفتہ تک میں تمہیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے پاس رکھوں گی۔ اس کے بعد ہم لوگ تمہیں بھی پکا کر کھا جائیں گے۔" ملکہ نے خوفناک انداز میں کہا۔ میں حیرت و خوف سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

ملکہ نے رات کو تو کہا تھا کہ وہ ہمیشہ مجھے اپنے پاس رکھے گی لیکن اب وہ کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ ایک ہفتے کے بعد مجھے پکا کر کھا جائیں گے۔ میں نے ملکہ سے کہا۔ "رات میں تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم مجھے ساری زندگی اپنے ساتھ رکھو گی لیکن اب کیوں کہہ رہی ہو کہ مجھے ایک ہفتے بعد پکا کر کھایا جائے گا؟"

ملکہ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور بولی میری مرضی میں جو کھوں جو کروں میں یہاں کی ملکہ ہوں یہاں میری مرضی چلتی ہے..... رات میں میرا ارادہ تھا کہ تمہیں ساری زندگی اپنے ساتھ رکھوں گی۔ اس لیے کہ تم ایک خوبصورت اور بھرپور نوجوان ہو لیکن اب میرا ارادہ بدل گیا ہے..... اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تقریباً ایک ہفتے تک تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کے بعد تمہیں بھی پکا کر کھالیا جائے۔ میرا ارادہ بدل جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ ایک ہفتے یا دس بارہ دن کے بعد میں تم سے پورے ہو جاؤں گی اگر میں تم سے پور نہ ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں زیادہ عرصے تک اپنے ساتھ رکھوں۔"

میں نے کچھ نہیں کہا اور سامنے میدان کا منظر دیکھنے لگا۔ ڈھول بج رہا تھا اور جنگلی رقص کر

تم سے اجازت لینی پڑے گی۔" میں نے مسکرا کر کہا تو ملکہ بھی مسکرا دی۔ پھر میں نے آنکھیں میو لیں اور نہ جانے کس وقت سو گیا۔

صبح جب میں اٹھا تو غار میں کوئی نہیں تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی بیٹھ پر ہاتھ مار دیکھا۔ اب وہ رو کافی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ ملکہ غار میں داخل ہوئی۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "تم کب جاگے؟"

"ابھی کچھ ہی دیر پہلے جاگا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ملکہ نے اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں کے گرد رکھ کر زور دار آواز نکالی تو ایک جنگلی بھانٹا ہوا اندھا داخل ہوا۔ ملکہ نے اس سے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہ بھانٹا ہوا باہر چلا گیا۔ ملکہ میرے قریب آ بیٹھ گئی۔

"تم نے کہا تھا کہ صبح ہونے پر کوئی راز بتاؤ گی۔" میں نے کہا۔

"تم ناشتہ کر لو اس کے بعد تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا۔" ملکہ نے کہا۔

اس کے چہرے پر بڑے عجیب تاثرات تھے۔

کچھ ہی دیر بعد جنگلی غار میں وہاں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے۔ اس نے برتن سے رکھ دینے اور چلا گیا۔ ایک پیالے میں دودھ تھا اور دوسرے برتنوں میں دیسی گوشت جیسا کہ راستے میں نے کھایا تھا۔

ملکہ سے پوچھا۔ "تم جب اس جنگل میں رہتی ہو تو اتنی اچھی اردو کیسے بول لیتی ہو؟"

انکھیں بھی بول سکتی ہوں..... یہ زبانیں سیکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مجھے اکثر مختلف کاموں کی وجہ سے شہروں میں جانا پڑتا ہے۔" ملکہ نے بتایا۔

"وہاں تمہیں کیا کام ہوتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ باتیں رہنے دو ابھی تو تم ناشتہ کرو۔" ملکہ نے مسکرا کر کہا اور میں ناشتے کی طرف ہو گیا۔

"کچھ دیر بعد باہر سے ڈھول بجنے کی آواز آنے لگی۔" یہ ڈھول کیوں بج رہا ہے؟" میں نے سے پوچھا۔

"تم ناشتہ کر لو تو باہر چلتے ہیں وہاں تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا۔" ملکہ نے کہا تو میں بولا۔

"اب میں نے ناشتہ کر لیا۔" پھر آؤ میرے ساتھ۔" ملکہ اٹھتے ہوئے بولی۔

میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم دونوں غار سے باہر آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ سامنے میدان میں کئی ناچ رہے تھے اور ایک جنگلی بھانٹا ہوا تھا۔ پھر میری نظر ایک جانب دیکھ پڑی جس کے نیچے آجل رہی تھی۔ وہ دیک بہت بڑی تھی۔ تیور صاحب زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے جبکہ ہر لڑکھن کا بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ میرے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مجھے تیور صاحب کی بات تھی کہ یہ جنگلی آدم خور ہوتے ہیں۔ اپنے سامنے موجود منظر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ جنگلی آدم خور ہوتے ہیں۔ "ابھی سب کیا ہے؟"

میں اس کی بات سن کر بالوس ہو گیا اور سوچنے لگا کہ ملکہ واقعی عیار اور مکار عورت ہے اور وہ کسی قسم کے لالچ میں نہیں آئے گی۔ میں نے اس سے کہا۔ ”کیا کوئی ایسی صورت ایسی شرط ہے کہ میں اور میرے ساتھی زندہ رہ سکیں؟“

”ایک صورت ہے۔“ ملکہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ”وہ کیا؟“ میں نے جلدی سے پوچھا۔ ”تم سب شیطان کے چہاری بن جاؤ۔“ ملکہ نے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔ میں کسی قیمت پر اپنا ایمان نہیں بدل سکتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میرے ساتھی بھی ملکہ کی بات نہیں مانیں گے۔ مجھے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر ملکہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ”بس سوچ میں پڑ گئے؟ تمہارے زندہ رہنے کی جو شرط میں نے تمہیں بتائی ہے۔ شاید تم اسے پورا نہیں کر سکتے اس لیے پریشان ہو۔“ ملکہ میرے دل کی بات سمجھ چکی تھی۔

میں نے سوچا کہ یہ بات تو طے ہے کہ میں کبھی بھی شیطان کا چہاری نہیں بنوں گا لیکن ملکہ سے جھوٹ بولا جائے تاکہ کچھ وقت مل جائے۔ اس دوران ہو سکتا ہے کہ کوئی فرار کی یا پھر ملکہ کو ختم کرنے کی صورت نکل آئے۔ میں نے ملکہ سے کہا۔ ”میں تو تمہاری شرط ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سلسلے میں مجھ کو اپنے ساتھیوں کی رائے لینی پڑے گی۔ اس کے لیے تمہیں مجھے ان سے تھائی میں بات چیت کا موقع دینا ہو گا تاکہ میں انہیں قائل کر سکوں۔“

ملکہ چند لمبے سوچنے کے بعد بولی۔ ”ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہیں موقع دوں گی لیکن یاد رکھو تمہارا جو ساتھی بھی میری بات ماننے سے انکار کرے گا۔ میں اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔“ ”ٹھیک ہے تم مجھے ان سے بات چیت کا موقع دو۔“ میں نے کہا تو ملکہ نے کسی اجنبی زبان میں دور کھڑے ایک جنگلی سے کچھ کہا۔ وہ بھاننا ہوا ہمارے قریب آ گیا۔ ملکہ نے اس سے مزید کچھ کہا تو وہ گردن ہلاتا ہوا تیمور صاحب کی طرف چلا گیا۔ اس نے ٹاپتے ہوئی جنگلیوں سے کچھ کہا تو وہ سب خاموش ہو کر ایک جانب چلے گئے اور ڈھول بجانے والے جنگلی نے ڈھول بجانا بند کر دیا۔ جنگلی نے تیمور صاحب کی زنجیریں کھول دیں۔ ملکہ مجھ سے بولی۔ ”تمہارا ایک ساتھی تو تقریباً ختم ہے۔۔۔ اگر ایک دو روز میں اس کی روح اس کے جسم میں نہیں آئی تو اس کا جسم خراب بھی ہو سکتا ہے۔“ اس کا مطلب ہے کہ تم سب کچھ جانتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ برلویس کی روح مرضی سے ہی اپنے جسم میں واپس آئے گی یا ہم بھی اسے بلا سکتے ہیں؟“ میں نے ملکہ سے پوچھا۔ میں چاہتا تھا کہ برلویس اپنے جسم میں آجائے تاکہ میں اس سے بات کر سکوں تو یوں اس کا جسم بھی محفوظ رہ سکتا تھا۔ ”تم تو اسے نہیں بلا سکتے۔ البتہ میں اس سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے جسم میں آجائے۔“

ملکہ نے کہا۔ ”تو پھر تم اسے کہہ کر وہ جلد از جلد اپنے جسم میں آجائے تاکہ میں اس سے بات چیت کر سکوں۔“ میں نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ بڑبڑانے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے بولی۔ ”میں نے تمہارے ساتھی تک تمہارا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وہ یہاں سے بہت دور ہے۔“ ”کیا کہا اس نے؟“ میں نے جلدی سے پوچھا۔ ”وہ اپنے جسم میں آنے کے لیے راضی ہے۔“ ملکہ نے بتایا۔ ”تو پھر اسے کہو کہ جلدی سے اپنے جسم۔“ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ

رہے تھے۔ یہ سب کچھ میں نے کہانیوں وغیرہ میں پڑھا تھا لیکن اب اپنے سامنے یہ منظر دیکھ کر مجھے کچھ شک ہو رہا تھا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے پوری طرح یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس وقت جو کچھ دیکھ رہا ہوں جو کچھ سن رہا ہوں وہ حقیقت ہے۔

”تم کن سوچوں میں ڈوب گئے؟“ مجھے سوچتے ہوئے دیکھ کر ملکہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔۔۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ۔۔۔“ میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ ”ہاں ہاں کہو۔۔۔ رک کیوں گئے؟“ ملکہ نے بھنریں سکڑ کر پوچھا۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ تم نہ جانے کیوں ان جنگلوں میں اپنی زندگی خراب کر رہی ہو۔۔۔ تم اگر چاہو تو دنیا کی تمام آسائشوں کے ساتھ کسی بھی اچھے شہر میں رہ سکتی ہو۔۔۔ یہاں تو تم صرف جنگل میں ملکہ بن کر رہتی ہو جو کوئی بڑی بات نہیں ہے جبکہ اگر تم کسی شہر میں رہو اور تھوڑی سی کوشش کرو تو کسی بھی ملکہ کی ملکہ بن سکتی ہو اور پوری دنیا میں اپنا مقام بنا سکتی ہو۔“ میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی لیکن میں جانتا تھا کہ میری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے اور وہ میری باتوں کو مسترد کر دے گی لیکن مجھے تھوڑی سی امید تھی کہ شاید وہ میری باتوں میں دلچسپی لے۔ ملکہ میرے خاموش ہونے پر میرے چہرے کی طرف غور سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہی ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ ”میں کیسے کسی ملکہ کی ملکہ بن سکتی ہوں؟“

ملکہ کی بات سن کر میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ مجھے زیادہ یقین نہیں تھا کہ ملکہ میری بات میں کسی خاص دلچسپی کا مظاہرہ کرے گی لیکن اسے اپنی بات میں دل جمعی لیتے ہوئے دیکھ کر میں بے حد خوش ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”تم بہت سے علوم جانتی ہو۔ اس کے علاوہ تم ایک نذر اور بے باک عورت ہو اور ساتھ خوبصورت بھی ہو۔۔۔ یہ تمام باتیں سیاست میں تمہاری کامیابی کی ضمانت بن سکتی ہیں۔ تم اپنی ایک سیاسی جماعت بنا کر اپنی مقاصد حاصل کر سکتی ہو۔“

”یہ سب کچھ اتنا آسان تو نہیں ہے“ ملکہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”ہاں۔۔۔ آسان تو نہیں ہے لیکن بہت مشکل بھی نہیں ہے۔“ میں نے اس کی بات کی تائید کرنے کے بعد اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔ ”اچھا ذرا تم مجھے بتاؤ کہ یہ سب کچھ کس طرح آسان ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔ ”کیا تم کسی ملکہ کی شہریت رکھتی ہو؟“ ”ہاں۔۔۔ میں بنگلہ دیش کی شہریت رکھتی ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ ”بس تو پھر مسئلہ ہی حل ہو گیا۔۔۔ تم بنگلہ دیش میں آسانی سے اپنی سیاسی جماعت بنا سکتی ہو۔۔۔ تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔“

میری بات سن کر ملکہ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”یہ سب کچھ تم اپنی جان بچانے کے لیے کہہ رہے ہو۔۔۔ اگر میں تمہاری بات مان جاؤں تو موقع ملے ہی تم میرا کام تمام کر دو گے۔۔۔ میں تمہاری باتوں میں آنے والی نہیں اور مجھے کسی ملکہ کی ملکہ بننے سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے۔۔۔ میں تو تم سے اس موضوع پر اس لیے بات کر رہی تھی کہ شاید تم مجھے کسی ملکہ کی ملکہ بننے کی کوئی آسان ترکیب بتا دو لیکن تم صرف اور صرف اپنی جان بچانے کے لیے مجھے سنہری خواب دکھا رہے ہو۔“

برلویض کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ملکہ میری طرف دیکھ کر بولی۔  
 "میں جا رہی ہوں تم سب آپس میں مشورہ کر لو۔"  
 "لیکن تمہارے جانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ تم تو دور رہ کر بھی  
 وغیرہ کے ذریعے ہماری باتیں سن سکتی ہو۔" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔ ملکہ مسکرا کر بولی۔  
 "..... تم بے فکر رہو..... اگر میں ایسا کروں گی تو اسے فوراً پتہ چل جائے گا۔" ملکہ کا  
 برلویض کی طرف تھا۔ پھر وہ اپنے عمار کی طرف چلی گئی۔  
 "یہ سب کیا ہو گیا؟" تیمور صاحب پریشان لہجے میں بولے۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولے۔  
 "ہوش کمال ہے؟" میں نے کہا۔ "ہوش کو بھول جائیں۔" "کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"  
 صاحب نے حیرت اور پریشانی سے میری طرف دیکھا۔  
 "وہ ہمارا ساتھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بھئی..... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"  
 صاحب نے کہا۔ ان کے چہرے پر اب بھی پریشانی کے آثار موجود تھے۔ "وہ اصلی ہوشا نہیں ہے.....  
 نے مجھے بتایا ہے کہ اصل ہوشا کراچی میں اپنی بھوپڑی میں قید ہے اور ہمیں یہاں تک لانے والا  
 نقلی تھا اور وہ ملکہ کا ساتھی ہے۔" میں نے بتایا تو تیمور صاحب حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔  
 کافی دیر اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہمیں باقاعدہ منصوبے کے تحت یہاں لایا  
 ہے۔"

"ہاں..... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے کہا۔ تیمور صاحب اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے  
 برلویض سے مخاطب ہوئے۔ "کیا تمہیں بھی پتہ نہیں چلا کہ ہمارے ساتھ آنے والا ہوشا اصلی  
 ہے؟" "آپ ٹھیک کہتے ہیں..... مجھے بھی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ نقلی ہے..... اس کا مطلب ہے وہ  
 بڑا عامل ہے جس نے اپنے علم اور مہلت سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ نقلی ہے۔" برلویض نے جواب  
 دیا۔  
 "ملکہ نے ہمیں کیوں کھول دیا ہے؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "وہ لوگ تو آپ کو پکا  
 کھا جانا چاہتے تھے لیکن میں نے ملکہ سے پوچھا کہ کیا ہمارے زندہ رہنے کا کوئی امکان اور راستہ ہے  
 اس نے ایک شرط عائد کر دی۔ میں نے بتایا۔ "شرط؟" تیمور صاحب نے بھنریں سکڑ کر پوچھا۔ میں  
 تیمور صاحب کی بات کا جواب دینے کی بجائے برلویض سے کہا۔ "برلویض ابھی تم سے بتایا کہ ہمیں  
 تک لانے والا ہوشا بہت بڑا عامل ہے۔ جس نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ نقلی ہے تو  
 اب ملکہ ہماری باتیں نہیں سن رہی ہوگی کیونکہ وہ بھی بہت علم جانتی ہے؟" برلویض بولا۔  
 "تم ٹھیک کہتے ہو..... ہو سکتا ہے وہ ہماری باتیں سن رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم کو  
 بات خفیہ طور پر نہیں کر سکتے۔" میں نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم وہ  
 شرط تو بتاؤ جو ملکہ نے رکھی ہے؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "شرط یہ ہے کہ ہمیں شیطان کا  
 بیماری بننا ہوگا۔"

تیمور صاحب اور برلویض پریشان ہو گئے۔ ہم تینوں سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں سوچ رہا تھا  
 "یہ سب کیا ہو گیا؟" تیمور صاحب پریشان لہجے میں بولے۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولے۔  
 "ہوش کمال ہے؟" میں نے کہا۔ "ہوش کو بھول جائیں۔" "کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"  
 صاحب نے حیرت اور پریشانی سے میری طرف دیکھا۔  
 "وہ ہمارا ساتھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بھئی..... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"  
 صاحب نے کہا۔ ان کے چہرے پر اب بھی پریشانی کے آثار موجود تھے۔ "وہ اصلی ہوشا نہیں ہے.....  
 نے مجھے بتایا ہے کہ اصل ہوشا کراچی میں اپنی بھوپڑی میں قید ہے اور ہمیں یہاں تک لانے والا  
 نقلی تھا اور وہ ملکہ کا ساتھی ہے۔" میں نے بتایا تو تیمور صاحب حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔  
 کافی دیر اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہمیں باقاعدہ منصوبے کے تحت یہاں لایا  
 ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو..... ہو سکتا ہے وہ ہماری باتیں سن رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم کو  
 بات خفیہ طور پر نہیں کر سکتے۔" میں نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم وہ  
 شرط تو بتاؤ جو ملکہ نے رکھی ہے؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "شرط یہ ہے کہ ہمیں شیطان کا  
 بیماری بننا ہوگا۔"

تیمور صاحب اور برلویض پریشان ہو گئے۔ ہم تینوں سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں سوچ رہا تھا

"ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔" تیمور صاحب نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ کچھ دیر ہم  
 تینوں کی طرف سنی خیز انداز میں دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں فوری طور پر تم لوگوں کا امتحان  
 لینا چاہتی ہوں..... آؤ میرے ساتھ۔" ہم تینوں اس کے پیچھے پیچھے چل دیے وہ ہمیں لے کے عمار میں  
 آئی۔ پھر اس نے بیٹھے کا اشارہ کیا اور خود چلی گئی۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز  
 میں دیکھا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ملکہ واپس آگئی۔ اس کے ہاتھ میں دھات کی بنی ہوئی ایک  
 مورتنی تھی جو یقیناً شیطان کی تھی۔ "اب تم لوگ اس کو سجدہ کرو۔" ملکہ نے مورتنی ایک اونچی جگہ پر



بجور اکام کرتا ہوں۔ جاشان نے مجھے معاف کر دیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد میں ان کے ساتھ کام کرنے لگا۔ اس دوران شاکل نے ہم لوگوں پر حملہ کر دیا تو جاشان صاحب نے اسے گرفتار کر لیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ شاکل نے شوبھا کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا لیکن اب اسے یہاں دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے شاکل کا کوئی دوست یا چیلہ اسے یہاں لے کر آیا ہے۔" اس کا مطلب ہے کہ اس کا ساتھی شاما کا کزنزور آوی ہے جو اسے شاکل سے نہیں بچا۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔ "اس بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں شاما سے نہیں ملا تھا۔" میں نے کہا۔ برلویس تیسرے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک پیالہ تھا۔ اس نے پیالے میں سے پانی کے کچھ چھینے شوبھا کے چہرے پر مارے لیکن شوبھا کو ہوش نہیں آیا۔ برلویس نے پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد شوبھا کی دونوں آنکھیں کھول کر دیکھیں اور بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے بے ہوشی کی کوئی دوا دی گئی ہے؟" اس کا مطلب ہے کہ شوبھا کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا اور اس مکان سے ذرا دور ہمیں رہنا ہوگا تاکہ یہاں جو کوئی بھی آتا ہے وہ ہمیں دیکھ نہ سکے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "تو پھر ہم مکان سے باہر چلتے ہیں۔"

"رکو..... میں ایک بار پھر کوشش کرتا ہوں شاید شوبھا ہوش میں آجائے۔" برلویس نے کہا اور پیالہ ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے پانی کے کچھ چھینے شوبھا کے چہرے پر مارے لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی۔ "میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح ہوش میں نہیں آئے گی اگر اسے دوا دی گئی ہے تو یہ دوا کا اثر ختم ہونے کے بعد ہی ہوش میں آئے گی۔" میں نے کہا۔ برلویس پانی کا پیالہ واپس رکھ آیا۔ "تو پھر ٹھیک ہے ہم لوگ باہر چلتے ہیں۔ ہم مکان کے قریب ہی رہیں گے اور آنے جانے والوں پر نظر رکھیں گے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اندر آکر شوبھا کو بھی دیکھتے رہیں گے۔ وہ سکتا ہے کسی کے آنے سے پہلے ہی اسے ہوش آجائے۔" میں نے کہا اور ہم سب مکان سے باہر آ گئے۔ نیزہ اور منجر ہمارے پاس تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان درختوں کے چھپے رہنا چاہئے وہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا لیکن ہم وہاں سے سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کچھ گھٹے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں..... وہ جگہ بہتر رہے گی۔" برلویس نے تیمور صاحب کی بات کی تائید کی اور ہم سب درختوں کی طرف بڑھ گئے۔

"کافی محفوظ جگہ ہے۔" میں نے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "آؤ یہاں بیٹھتے ہیں..... یہ جگہ ذرا صاف ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ دور چکر بیٹھ گئے اور برلویس نے ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ "کیا شوبھا بھی کچھ پراسرار علوم وغیرہ جانتی ہے؟" برلویس نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں..... وہ بہت کچھ جانتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اسے ہر حال میں ہمیں اپنے ساتھ ملانا چاہئے تاکہ وہ ہمارے کچھ کام آسکے۔" برلویس نے کہا۔ اچانک کچھ لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے سرکوشی میں کہا۔ "..... ہمیں اندازہ لگانا چاہئے کہ وہ لوگ کون ہیں اور ان کی کتنی تعداد ہے؟" "میرا خیال ہے کہ

کو چھوڑوں گا تو آپ لوگوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔" برلویس نے بتایا۔ "تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" میں نے برلویس سے پوچھا۔ "ہمیں کوئی ایسا منصوبہ بنانا چاہئے کہ ہم سب بحفاظت یہاں سے نکل جائیں۔" برلویس نے کہا۔ "لیکن وہ کیا منصوبہ ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ ہمیں تو اس علاقے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔" برلویس نے جواب دیا۔ "آؤ اس طرف چلتے ہیں..... یہاں درخت زیادہ ہیں اور ہم یہاں کافی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب اور ہم تینوں چل پڑے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہمیں ایک کچا مکان نظر آیا۔ "رک جاؤ۔" تیمور صاحب نے رکتے ہوئے کہا۔ ہم سب رک گئے تو وہ بولے۔ "ہمیں اس جگہ سے دور چلے جانا چاہئے" جیتا اس مکان میں کوئی رہتا ہوگا اور جو کوئی بھی ہو وہ ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔"

"مکان کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسے کافی عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس لیے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو ہو سکتا ہے۔ یہ مکان کسی طرح ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔" برلویس نے خیال ظاہر کیا۔ ہم تینوں مکان کا مزید جائزہ لینے لگے۔ پھر تیمور صاحب بولے۔ "برلویس تم ٹھیک کہتے ہو..... آؤ نزدیک سے مکان کو دیکھتے ہیں۔" ہم تینوں مکان کے نزدیک آ گئے۔ مکان کافی خستہ حال تھا۔ ہم نے اسے چاروں طرف سے دیکھا۔ اس کا دروازہ بند تھا لیکن نہ تو اس پر کوئی کالا لٹا تھا اور نہ ہی اس کی کنڈی گئی تھی۔ "ہمیں اندر چل کر دیکھنا چاہئے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے کہا۔ تیمور صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر جاتا تھا لیکن اتنی دیر میں کہ ہمیں کچھ نظر نہ آتا۔ ہم نے اندر جھانک کر کوئی چیز نہیں دیکھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں ایک لٹے کے لیے حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ میرے سامنے شوبھا بندھی پڑی تھی وہ بے ہوش تھی۔ "یہ یہاں کیسے آگئی؟" میں نے دھڑکتے ہوئے خود کلائی کی "کیا تم اسے جانتے ہو؟" تیمور صاحب نے نہایت پوچھا۔ "ہاں..... یہ شوبھا ہے اور یہ مجھے اندازہ میں ملی تھی۔"

"لیکن است یہاں کون آیا؟" تیمور صاحب نے حیرت سے پوچھا۔ "میں تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سوچنے لگا کہ آخر شوبھا یہاں کیسے آگئی۔ میں شوبھا کے قریب آ گیا۔ وہ کافی کمزور ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ شاکل تو جاشان کی قید میں تھا۔ پھر اسے یہاں کون لے آیا؟ شاید شاکل کا کوئی چیلہ یا دوست شوبھا کو یہاں لایا ہوگا۔ سب سے پہلے میں پراسرار دنیا میں جن شخص کے پاس قید ہوا تھا۔ اس کا نام شاکل تھا۔ وہ شیطان کا پیجاری تھا اور مجھے ڈھانچہ بنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں شوبھا کو قید خانے میں قید کر رکھا تھا۔ ایک دن شاکل گھر سے باہر گیا تو میں نے شوبھا کی آوازیں سن کر اسے آزاد کر دیا۔ شوبھا نے مجھے بتایا کہ وہ شاکل کے دشمن شاما کی ساتھی ہے اور شاکل واپس آنے پر مجھے قتل کر سکتا ہے اس لیے ہم دونوں وہاں سے فرار ہو گئے لیکن شاکل نے ہمیں پھر قید کر لیا اور اس نے شوبھا سے کہا کہ اگر وہ اس کی ساتھی بن جائے اور شاما کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ اسے قید سے نجات دلا دے گا اور اسے بہت سی سولتیں دے گا لیکن شوبھا نہیں مانی۔ اس کے بعد شاکل نے مجھے جاشان صاحب کے پاس سے ایک صندوق چرانے کے لیے بھیجا لیکن میں وہ صندوق نہیں چرا سکا۔ بلکہ جاشان صاحب نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں شاکل کے لیے خوشی سے کام نہیں کرتا ہوں بلکہ

نے اس کے چہرے کی تڑکی اور خوبصورتی کو ختم کر دیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کاش وہ ہوش میں آجائے تو میں اس سے بات چیت کر سکوں۔ اچانک کسی کے قدموں کی آواز مجھے سنائی دی۔ میں فوراً دوسرے کمرے میں آگیا۔ "تم کہاں ہو سلطان؟" تیمور صاحب کی آواز آئی تو میں دوبارہ شوبھا کے پاس آگیا۔ تیمور صاحب بھی وہیں موجود تھے۔

"میں سہما کوئی اور آ رہا ہے اس لیے میں دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔ "کیا اسے ہوش نہیں آیا؟" تیمور صاحب نے شوبھا کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا۔

میں اسے ہوش نہیں آیا..... ویسے اگر اسے ابھی ہوش آجائے تو یہ ہمارے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔ "آؤ وہاں باہر چلتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم دونوں باہر کی طرف چل دیے۔ ابھی ہم دروازے کے قریب ہی پہنچے تھے کہ باہر سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ہم دونوں فوراً دروازے کے دوسری طرف دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ وہ جنگلی نہیں تھے۔ انہوں نے دروازے کے پیچھے نہیں دیکھا اور شوبھا کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ "شاید یہی دونوں شوبھا کی رکھوالی کرستے ہیں۔" تیمور صاحب نے سرگوشی کی۔ "ہاں..... ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد میں نے سرگوشی کی۔ "کیا ہمیں ان دونوں کو ختم کر دینا چاہیے؟" پہلے ہمیں غاسوشی سے دیکھنا چاہیے کہ وہ شوبھا کو ہوش میں لائے۔ میں نے انہیں اور اگر اسے ہوش میں لاتے ہیں تو اس سے کیا باتیں کرتے ہیں؟..... ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات سننے کو مل جائے..... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے لیے کسی طرح سے فائدہ مند ثابت ہوں۔ اگر یہ لوگ ہمارے کسی کام نہیں آتے تو ہم انہیں ختم کر دیں گے۔" تیمور صاحب نے بہت جلدی آواز میں کہا۔ پھر وہ دھیرے سے شوبھا کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہم دونوں دروازے کے نزدیک رک کر اندر ہونے والی بات چیت کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔

"ملکہ کو کس نے قتل کیا ہے؟" شوبھا کی آواز سنائی دی۔ "کچھ باہر سے آنے والے لوگوں نے قتل کیا ہے..... وہ لوگ جنگل میں چھپے ہوئے ہیں لیکن انہیں اندازہ نہیں ہے کہ وہ ہم لوگوں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔" ایک آدمی کی آواز آئی۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ بچ کر نکل جائیں۔" شوبھا نے کہا۔ اس کے لیے میں طنز شامل تھا۔ "ابو اس مت کرو..... یہاں سے کسی کا بچ نکلنا ممکن نہیں ہے۔" آدمی کی غصیلی آواز آئی۔

"ہو لوگ ملکہ کو قتل کر سکتے ہیں وہ بچ کر نکل بھی سکتے ہیں۔" شوبھا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "ابو اس مت کرو۔" آدمی دھاڑا اور ایک زور دار چلانے کی آواز سنائی دی جو یقیناً اس آدمی نے شوبھا کو مارا تھا۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے تیمور صاحب کی طرف بھی نہیں دیکھا اور شوبھا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ شوبھا اور دونوں آدمی حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں آدمی کچھ سمجھتے۔ میں نے ان میں سے ایک کے سینے میں خنجر اتار دیا۔

آوازیں اس طرف سے آ رہی ہیں۔" تیمور صاحب نے اپنے اگلے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اور برلویس بھی فوراً گئے۔ "ہاں..... آپ ٹھیک کہتے ہیں آوازیں اس طرف سے آ رہی ہیں۔"

"ہمیں اس طرف چھپ جانا چاہیے۔" برلویس نے ایک طرف اشارہ کر کے اچھے ہوئے کمرے میں تینوں جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ نیزے اور خنجر اٹھانے کے بعد ہم کچھ درختوں کے پیچھے چھپ گئے۔ آوازیں قریب آنے لگیں۔ کچھ ہی دیر بعد پانچ جنگلی ہماری نظروں کے سامنے آ گئے۔ وہ ایک جگہ رکتے اور دوسرے دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کچھ کہا تو باقی سب نے نیزے سیدھے کر لیے اور چوکس ہو گئے۔ شاید انہیں ہماری موجودگی کا پتہ چل چکا تھا۔ تیمور صاحب نے میری اور برلویس کی طرف دیکھ کر چوکس ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنا خنجر اور برلویس نے نیزہ مستعدی کے ساتھ پکڑ لیا۔ سامنے موجود پانچ جنگلیوں میں سے تین ہماری جانب بڑھے جبکہ دو دوسری جانب بڑھنے لگے۔ ہماری طرف بڑھنے والے جنگلی چند لمحوں بعد ہمارے سامنے آجائے والے تھے۔ تیمور صاحب اور برلویس نے نیزے سیدھے کر لیے اور میں نے بھی خنجر اس انداز میں پکڑ لیا کہ اسے فوراً کسی بھی جنگلی کو کھینچ کر مار سکوں۔ جنگلی نہایت احتیاط کے ساتھ ہماری طرف آ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہم پر حملہ کرتے۔ ہمیں ان پر حملہ کرنا تھا۔ وہ کچھ اور نزدیک آئے تو برلویس اور تیمور صاحب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر برلویس نے تیمور صاحب کو اور مجھے وہیں رکھنے کا اشارہ کیا اور خود جنگلیوں کی جانب دوڑ پڑا۔ اس نے جاتے ہی ایک جنگلی کے پیٹ میں نیزہ اتار دیا اور آٹا فنا دوسرے جنگلی کا بھی پیٹ پھاڑ دیا لیکن اتنی دیر میں تیسرے جنگلی نے اپنا نیزہ برلویس کے جسم میں اتار دیا۔ دوسری جانب جانے والے دونوں جنگلی بھی برلویس کی طرف آنے لگے۔ برلویس کو نیزہ گرنے کے بعد بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ اس نے تیسرے جنگلی کے جسم میں بھی نیزہ اتار دیا۔ سامنے سے آنے والے دونوں جنگلی اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر کر خنجر ایک جنگلی کی طرف کھینچ مارا جو صحیح شانے پر لگا اور جنگلی چی مار کر زمین پر گر پڑا جبکہ آخری بچ جانے والے جنگلی پر تیمور صاحب نے حملہ کر دیا اور اپنا نیزہ جنگلی کے سینے میں اتار دیا۔ جنگلی گھٹی گھٹی سی ایک چی مارنے کے بعد زمین پر گر پڑا۔ تمام حملہ آور ختم ہو چکے تھے جبکہ ہمارے کسی ساتھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ "اس مرتبہ پھر سب بچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور برلویس کے جسم سے نیزہ نکالنے لگے۔ انہوں نے نیزہ نکال کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر وہ برلویس سے بولے۔ "برلویس تم نے جنگلیوں پر بالکل صحیح وقت پر حملہ کر دیا تھا۔ ہمیں شوبھا کو دیکھنا چاہیے کہ شاید وہ ہوش میں آگئی ہو۔"

برلویس نے کہا۔ "تم لوگ یہیں ٹھہرو..... میں دیکھ کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور مکان کی طرف بڑھ گیا۔ شوبھا کے قریب آ کر میں نے دیکھا وہ اب تک بے ہوش تھی۔ میں نے اسے ہلا جا کر دیکھا۔ پھر پانی لاکر اس کے چہرے پر پھینکنے لگا۔ لیکن شوبھا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں پیالے لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ میں نے پانی پیا اور پیالہ وہیں چھوڑ کر وہاں شوبھا کے پاس آگیا۔ میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا حسن ماند پڑ چکا تھا، کمزوری اور غنایت

شوبھا سے کہا۔ شوبھا بھی ان کی بات پر دھیرے سے مسکرا دی۔

پھر وہ بولی۔ "سلطان تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟" وہ مکان سے باہر ہے۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔ "اؤ..... اب ہم اس مکان سے باہر نکل جاتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب مکان سے باہر آ گئے۔ ہم تینوں درختوں کے اس جھنڈ میں پہنچ گئے جہاں برلویض چھپا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد برلویض سامنے آگیا اور شوبھا سے مخاطب ہوا۔ "یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہیں ہوش آگیا لیکن جو دو آدمی اندر گئے تھے ان کا کیا بنا؟" انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔" میں نے برلویض کو بتایا۔ "چلو اچھا ہوا..... ان سے بھی جان چھوٹی۔" برلویض نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "اب بتاؤ شوبھا ہمیں کیا کرنا چاہئے..... کیا تم اس علاقے سے واقف ہو؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "میں اس علاقے سے واقف تو نہیں ہوں لیکن یہاں سے نکلنے کے لیے کچھ نہ کچھ کیا جاسکتا ہے۔" شوبھا نے کہا۔

میں نے برلویض کا تعارف کرواتے ہوئے شوبھا سے کہا۔ "یہ ہمارے دوست ہیں برلویض..... یہ پہلے شیطان کی قید میں تھے۔ اس کے بعد یہ جاشان صاحب کے ساتھ شیطان کے خلاف کام کرنے لگے..... ان کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنی روح اور اپنے جسم کو علیحدہ کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ان کا اصل جسم نہیں ہے یہ کسی اور کے جسم کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پراسرار علوم سے بھی خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔"

"برلویض تم نے اپنے علم کے ذریعے کیا کچھ معلوم کیا؟" شوبھا نے برلویض سے بے تکلفی سے پوچھا۔ "یہاں پر ملکہ وغیرہ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ میں کچھ بھی معلوم نہیں کر پا رہا ہوں۔ اب تم کو کشن کرنا شاید تم کا ایسا ہی ہو جاؤ۔" برلویض نے شوبھا سے کہا۔

"اچھا..... میں یہ لگانے کی کوشش کرتی ہوں۔" شوبھا نے آنکھیں بند کیں اور تپہ پڑھنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "شاکال اس وقت اس علاقے میں نہیں ہے لیکن ملکہ کے نمین نہ تھی جو پراسرار علوم کے بہت بڑے ماہر ہیں تم لوگوں کا یہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت وہ لوگ ملکہ کی تدفین میں مصروف ہیں لیکن انہوں نے تم لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے بہت سے ساتھی بھجوا رکھے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہی موقع ہے کہ ہم لوگ اس علاقے سے نکل جائیں۔ کیونکہ ملکہ کے تینوں ساتھی ملکہ کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو پھر وہ خود ہمیں ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں گے اور ہمارا پتہ مشکل ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں..... تم ٹھیک کہہ رہے ہو..... اس وقت ہم لوگوں کے بچ نکلنے کے کچھ امکانات ہیں....." شوبھا نے کہا۔

"تو پھر تم کچھ اندازہ لگاؤ کہ ہمیں کس طرف جانا چاہئے؟" میں نے شوبھا سے کہا تو اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "ہمیں سیدھے ہاتھ کی طرف جانا چاہئے اس طرف فطرات کم لگتے ہیں۔" ہم سب چل پڑے۔ ہم لوگ درختوں شاخوں اور کھنڈوں وغیرہ سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ کافی دیر چلنے کے بعد ہمیں کھلا میدان نظر آنے لگا۔ اس میدان کے بعد

دوسرا شخص اپنی کمر میں لگا خنجر نکالنے لگا لیکن تیمور صاحب نے اسے موقع نہیں دیا اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں اتار دیا۔ دونوں آدمی چند ہی لمحوں میں ٹھنڈے ہو گئے۔ "سلطان تم یہاں؟" شوبھا نے حیرت سے پوچھا۔

"جس طرح تم مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہو رہی ہو اس طرح میں بھی تمہیں دیکھ کر حیران ہوں کہ تم یہاں کیسے آ گئیں؟" میں نے شوبھا سے کہا۔

"مجھے شاکال یہاں آیا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"شاکال؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "ہاں..... لیکن تم شاکال کے ذکر پر کیوں حیران ہو؟" شوبھا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"میں اس لیے حیران ہوں کہ شاکال کو تو قید کر لیا گیا تھا۔"

"مگر کس نے؟" شوبھا نے حیران لہجے میں پوچھا۔ "چلو سب کچھ تمہیں بعد میں بتا دوں گا..... پہلے تمہیں کھول دیا جائے۔" میں نے کہا اور شوبھا کو کھولنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں میں نے اسے کھول دیا۔ شوبھا اپنے ہاتھ پیر پلنے لگی۔ یقیناً اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ "ہاں..... اب بتاؤ تم یہاں کیسے آ گئیں؟" جبکہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم شاکال کی شرط مان لو گی۔ اس کے بعد اسے قتل کر دو گی۔" میں ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ شاکال مجھے بھی یہاں لے آیا۔ اس نے یہاں مجھے قید کر رکھا ہے اور مختلف قسم کی اذیتیں دیتا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ "..... لیکن سلاطین تم..... کیا کیسے آ گئے؟"

"یہ میں تمہیں بعد بتاؤں گا۔ فی الحال میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ میں اور میرے دو ساتھی یہاں پھنس گئے ہیں اور اب یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔" میں نے شوبھا سے کہا۔

"اب تو یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے کہ یہاں کی ملکہ کو کسی نے قتل....." شوبھا اٹا کہہ کر خاموش ہو گئی۔ پھر وہ میری طرف سالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہیں تم لوگوں نے تو ملکہ کو قتل نہیں کیا؟"

"ہاں..... اسے ہم نے ہی مارا ہے۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ "تم نے بہت بڑا خدمہ مہل لے لیا ہے۔"

"ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی بھی چارہ نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"اب یقیناً ملکہ کے لوگ تم لوگوں کو تلاش کر رہے ہوں گے اور جو بھی تم لوگ ان کے ہتھے چڑھو گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔"

"شوبھا تم بھی تو پراسرار علوم جانتی ہو..... کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتی ہو؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "جس حد تک ممکن ہو میں تم لوگوں کی مدد کروں گی بلکہ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہی یہاں سے نکلنا چاہوں گی۔" شوبھا نے کہا۔ "یہ تیمور صاحب ہیں..... نیلی بیٹی اور پنڈاؤم کے بہت بڑے ماہر۔" میں نے تیمور صاحب کا تعارف کروایا۔ "میں نیلی بیٹی اور پنڈاؤم کا ماہر ہوں لیکن پراسرار علوم....." تیمور صاحب نے جیسے ہوئے لیے یہاں پھنسا ہوا ہوں۔" تیمور صاحب نے جیسے ہوئے



شوہا نے کہا۔ ہم لوگ کافی دیر تک چلتے رہے اور درختوں کا جائزہ بھی لیتے رہے۔ پھر ایک جگہ تیمور صاحب نے رک کر کہا۔ "وہ دیکھو کیلے کے کئی پودے ہیں۔" میں نے اس طرف دیکھا جہاں تیمور صاحب نے اشارہ کیا تھا وہاں کئی پودوں پر کیلے نظر آ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد شوہا میں اور تیمور صاحب نے کافی تعداد میں کیلے توڑ لیے۔ پھر ہم سب کیلے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کیلے کھانے کے بعد مجھے اپنے جسم میں توانائی کا احساس ہوا۔ "اب ہمیں ناریل کے درخت بھی تلاش کر لینے چاہئیں تاکہ پانی کا مسئلہ بھی حل ہو سکے۔" میں نے کہا۔ "یقیناً ہمیں کہیں نہ کہیں ناریل کے درخت بھی مل جائیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب نے پھر چلنا شروع کر دیا۔ بہت دیر تک چلتے کے بعد بھی ہمیں ناریل کا کوئی درخت نظر نہیں آیا۔ البتہ کیلے کے بہت سے درخت نظر آئے۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی ہمیں ایک گڑھا نظر آ گیا۔ جس میں بہت سا پانی جمع تھا۔ "پتہ نہیں پانی سمندر کا ہے یا بارش کا۔" تیمور صاحب نے گڑھے کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر انہوں نے ہاتھوں میں تھوڑا سا پانی بھر کر اسے چکھا اور بولے پانی بارش کا ہے۔ اس لیے زیادہ برا نہیں ہے۔ ہمیں اس سے گزارہ کرنا ہو گا۔" تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" میں نے کہا اور پانی پینے لگا۔ تیمور صاحب اور شوہا بھی پانی پینے لگے۔

"شام ہو چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ رات ہمیں گزارنے کا بندوبست کرنا چاہئے۔" شوہا نے آس پاس کا جائزہ لینے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس پھان بنانے کے لیے کوئی چادر وغیرہ بھی نہیں ہے۔" میں نے سر کمباتے ہوئے کہا۔ "رات ہونے سے پہلے پہلے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا ورنہ ہم لوگ کسی بھی مصیبت میں پھنس سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ سوچنے لگے۔ "ہمیں چاروں طرف تھوڑی تھوڑی دور جا کر دیکھنا چاہئے۔ شاید ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی محفوظ مقام مل جائے۔"

یہ برلویض نے مشورہ دیا۔ "چلو ٹھیک ہے" ہم سب ایک ایک سمت نکل جاتے ہیں۔ ہم سب کو تقریباً پندرہ بیس منٹ تک سفر کرنا چاہئے۔ اس کے بعد واپس آ جانا چاہئے تاکہ اگر کوئی جگہ نہ ملے تو ہمارا زیادہ وقت خراب نہ ہو۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ توقف کے بعد بولے۔ "شوہا تم اس طرف چلی جاؤ۔ اور سلطان تم اس طرف جاؤ۔ برلویض تم اس جانب چلے جاؤ اور اس طرف میں جاتا ہوں۔" ہم سب چل پڑے۔ میں تقریباً دس منٹ تک مسلسل چلتا رہا لیکن مجھے کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی۔ جہاں ہم محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے۔ میں مسلسل چلتا رہا تقریباً بیس منٹ چلتے رہنے کے بعد بھی مجھے کوئی مناسب جگہ نظر نہیں آئی۔ میں رک گیا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد واپس چل پڑا اور جلد ہی واپس اسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے ہم سب روانہ ہوئے تھے۔ شوہا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ "شوہا کیا تم کوئی جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہو؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ "ہاں۔۔۔ ایک کھنڈر جیسا ہے لیکن نہایت خستہ حالت میں ہے۔" شوہا نے بتایا۔

"کیا اس میں رات گزارا جاسکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں۔۔۔ رات تو گزارا جاسکتی ہے لیکن وہ اندر سے بہت بری حالت میں ہے۔" شوہا نے بتایا۔ "کوئی بات نہیں۔۔۔ اس وقت تو وہ بھی ہمارے لیے کسی مضبوط قلعے سے کم نہیں ہو گا۔ ہم کسی نہ کسی طرح اندر رات بسر کریں گے لیکن باہر تو ہم رات بسر نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔ شوہا کی زبانی کھنڈر کے بارے میں سن کر مجھے بے حد

سمندر نظر آ رہا تھا۔ "اگر ہم درختوں سے ٹھکیں گے تو یقیناً ملکہ کے ساتھی ہمیں دیکھ لیں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں ہوں اور ہمارا ان سے بچنا مشکل ہو جائے۔" شوہا نے کہا۔ "تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے شوہا سے پوچھا۔ "اگر ہم میدان عبور کر کے سمندر تک پہنچ جاتے ہیں تب بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی کشتی وغیرہ نہیں ہے اس لیے ہمارے لیے یہ بہتر ہو گا کہ ہم لوگ رات تک اس جنگل میں چھپے رہیں اور کوئی ایسی کشتی وغیرہ تیار کرنے کی کوشش کریں۔ جس کے ذریعے ہم سمندر میں سفر کر سکیں۔" شوہا نے مشورہ دیا۔

"کیا ہم کوئی کشتی وغیرہ تیار کر سکیں گے؟" میں نے تیمور صاحب اور برلویض کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "بہت مشکل ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی اوزار وغیرہ نہیں ہیں جن کی مدد سے ہم کشتی بنا سکیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔" میں نے کہا۔ پھر توقف کے بعد میں نے شوہا سے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ ہم سمندر کے راستے ہی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں؟"

"میرا خیال ہے کہ سمندر کے راستے ہم ملکہ کے ساتھیوں کی پہنچ سے بہت جلد دور جاسکتے ہیں۔" شوہا نے کہا۔ "لیکن یہ بہت مشکل ہے اس لیے تم اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ ہم زمینی راستے سے آسانی کے ساتھ کس طرف سے فرار ہو سکتے ہیں؟" میں نے کہا۔ "اچھا۔۔۔ میں دیکھتی ہوں۔" شوہا نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر اٹلے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اس طرف سے ہم فرار ہو سکتے ہیں لیکن اس طرف جنگل ہی جنگل ہے اور جنگل میں شیروں اور دیگر جانوروں کا خطرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ اس وقت ہر خطرہ مول لیا جاسکتا ہے۔ ہم اس طرف سے چلیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب چل پڑے۔ ہم لوگ بہت دیر تک چلتے رہے۔ دوپہر اڑھائی بجی تھی اور شام آ رہی تھی اور اس کے بعد رات ہونی تھی۔ رات کا بندوبست ہمیں ابھی سے کر لینا چاہئے تھا ورنہ ایک ایسے جنگل میں کھلے عام رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ جہاں قدم قدم پر شیروں اور جنگلی جانوروں کا خطرہ تھا۔ "مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔ "بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کا بندوبست کرنا چاہئے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "صرف کھانے کا نہیں بلکہ ہمیں رات آرام سے گزارنے کا بندوبست بھی کرنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو لیکن پہلے ہمیں کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہو گا تاکہ ہمارے جسموں میں توانائی برقرار رہ سکے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ میں نے درختوں پر نظر ڈالی اور تیمور صاحب سے بولا۔ "یہ کس چیز کے درخت ہیں؟" "ان درختوں سے تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو گا لیکن مجھے یقین ہے کہ ان جنگلوں میں کیلے اور ناریل کے درخت ضرور ہوں گے۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔

"تو پھر ہمیں جلد از جلد وہ درخت تلاش کر لینے چاہئیں۔" میں نے کہا۔ کیلے اور ناریل کا سن کر میری بھوک اور بڑھ گئی تھی۔ "ہمیں سفر بھی جاری رکھنا چاہئے اور درختوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔"

نہایت خستہ حالت میں ہے لیکن اس میں رات بسر کی جاسکتی ہے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔  
 "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایسی جگہ مل گئی ہے ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمیں درختوں  
 کی شاخوں پر بیٹھ کر رات گزارنی پڑے گی۔" تیمور صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر  
 بعد ہم اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے 'برلویس' وہاں موجود تھا۔ "کیا بات ہے؟ آپ سب لوگ  
 ایک ہی طرف سے آرہے ہیں جبکہ ہم سب تو مختلف سمتوں میں گئے تھے؟" برلویس نے حیرت سے  
 پوچھا۔ "میں اور شوبھا جب یہاں پہنچے تو ہمیں شیر کی دھاڑ سنائی دی اور شیر کی آواز اس طرف سے آئی  
 تھی۔ جس طرف تیمور صاحب گئے تھے۔ ہم لوگ پریشان ہو گئے اور اس طرف چل پڑے لیکن تیمور  
 صاحب واپس آ رہے تھے ہمارے سامنے ایک شیر آگیا اور اس نے ہم پر حملہ کر دیا لیکن ہم نے اسے ختم  
 کر دیا۔" میں نے برلویس کو تفصیلات بتائیں۔ پھر کچھ توقف کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "پہچاننا  
 کہ جس میں کوئی محفوظ جگہ نظر آئی یا نہیں؟" "نہیں..... مجھے کوئی جگہ نہیں ملی..... کیا تم لوگوں میں کسی  
 کو کوئی جگہ نظر نہیں آئی؟" برلویس نے میری بات کا جواب دینے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ "شوبھا کو ایک  
 کھنڈر نظر آیا ہے جہاں رات بسر کی جاسکتی ہے۔" میں نے برلویس کو بتایا۔

"تو پھر ہمیں اس کھنڈر کی طرف چلنا چاہئے۔" برلویس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ہم سب  
 چل پڑے۔ شوبھا سب سے آگے تھی۔ کچھ دیر بعد ہم سب کھنڈر کے نزدیک پہنچ گئے وہ واقعی بہت  
 خستہ حالت میں تھا۔ "اندر سے اس کی صفائی کرنے پڑے گی۔" برلویس نے کہا۔ "کوئی بات نہیں.....  
 صفائی تو ہو جائے گی لیکن یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ یہ کھنڈر ہمیں مل گیا ہے۔" میں نے کہا۔ کھنڈر  
 میں داخل ہونے کے لیے کوئی دروازہ نہیں تھا۔ شاید اس میں دروازہ لگایا گیا تھا جسے بعد میں اکھاڑ لیا گیا  
 تھا۔ اب دروازے کی جگہ غلط تھا۔ ہم لوگ احتیاط کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے صحن  
 تھا۔ اس کے بعد دو کمرے نظر آ رہے تھے جن کے دروازے نہیں لگے ہوئے تھے ہم سب ایک کمرے  
 میں داخل ہو گئے 'اندر گرد اور مٹی جی ہوئی تھی۔ اچانک پھر پڑا ہوا سنائی دی اور پھر ایک چگاڑ  
 ہمارے قریب سے اڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ ہم سب باہر آ گئے۔ "پہلے تو ہمیں ان چگاڑوں کو باہر نکالنا  
 ہوگا۔" تیمور صاحب نے کہا۔ پھر اُدھر اُدھر دیکھنے لگے اور بولے۔ "ہمیں پھر وغیرہ اندر چھینکنے ہوں گے  
 تاکہ تمام چگاڑوں کو باہر نکل جائیں ہم نے ایسا ہی کیا۔ اندر پھر چھینکے اور جو بھی چگاڑ نزدیک آئی 'ہم  
 اسے نیندوں اور خنجر سے بھگا دیتے۔ کچھ دیر بعد ہم نے دونوں کمرے چگاڑوں سے خالی کر والے اور  
 اندر داخل ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

"دو اوروں سے دور رہنا ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے دو اوروں زیادہ شگفتہ حالت میں ہوں اور ہمارے  
 زیادہ وزن دینے سے گر جائیں۔" برلویس نے کہا۔ "ہمیں اندھیرا ہونے سے پہلے یہاں کی صفائی  
 بھی کر لینی چاہئے۔" شوبھا نے کمرے کا جائزہ لینے ہوئے کہا۔ ہم سب کمرے کی صفائی میں لگ گئے۔  
 ہمارے ملنے کافی حد تک خراب ہو چکے تھے لیکن ہمیں اس کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ ہمیں تو اس بات کی  
 خوشی تھی کہ رات گزارنے کے لیے محفوظ جگہ مل گئی تھی۔ ہم سب کمرے کے درمیان میں بیٹھ گئے۔

اطمینان ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ "یہ آواز کس طرف سے آئی ہے؟" میں نے  
 پریشان ہو کر شوبھا سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے اس طرف سے آئی ہے۔" شوبھا نے اس طرف اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرف تیمور صاحب گئے تھے۔"  
 "کیس تیمور صاحب خطرے میں تو نہیں ہیں؟" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے وہ خطرے میں ہوں....." شوبھا نے کہا۔ "ہمیں اس طرف جانا چاہئے۔" میں نے  
 کہا اور خنجر مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ ہم دونوں تیمور صاحب کی طرف چل پڑے۔ کچھ ہی دیر بعد  
 شیر کی آواز پھر سنائی دی۔ ہم دونوں مزید تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد ہمیں تیمور  
 صاحب اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ "ہم لوگ شیر کی آواز سن کر اس طرف آ رہے تھے۔" میں نے  
 تیمور صاحب کے قریب پہنچ کر کہا۔ "شیر کیس آس پاس ہی موجود ہے۔" تیمور صاحب نے ہماروں  
 طرف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ابھی انہوں نے مزید کچھ کہنا چاہا تھا کہ کہیں نزدیک سے ہی شیر کی غراہٹ  
 سنائی دی۔ "ہو شیار ہو جاؤ..... شیر نزدیک آ چکا ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور میں چو کس ہو گیا۔ تیمور  
 صاحب بھی مستعد ہو گئے اور انہوں نے نیزہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک بڑی جسامت کا  
 شیر ہمارے سامنے آگیا۔ "اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟" میں نے پریشان نیچے میں تیمور صاحب سے پوچھا  
 میری نظریں مسلسل شیر پر ہی تھیں۔ "اسے ختم کرنا ہوگا یا خوفزدہ کر کے بھگانا ہوگا۔" "کیا یہ فوری حملہ  
 کر دے گا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "یہ اتنی جلدی حملہ نہیں کرے گا لیکن جب بھی مناسب  
 موقع ملے ضرور حملہ کر دے گا۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔ "اسے کس طرح خوفزدہ کیا جائے؟"  
 میں نے پوچھا۔ "شیر تمام پتھر وغیرہ اٹھا کر اسے مارو..... با تو یہ بھاگ جائے گا یا پھر ہم پر حملہ کر دے  
 گا..... سلطان تم بالکل ہو شیار رہنا۔ اگر یہ حملہ کرے تو ہمیں خنجر اور نیزہ اس کے جسم میں اتارنے ہوں  
 گے بہت ہو شیار کے ساتھ۔" تیمور صاحب نے کہا تو شوبھا نے کچھ پتھر اٹھا لیے۔ اس کے بعد اس نے  
 ہاتھوں میں پکڑے پتھر شیر کو مارنے شروع کر دیے۔ شیر غرائے لگا۔ شوبھا کا پھینکا ہوا ایک پتھر بہت دور  
 سے شیر کی آنکھ پر لگا۔ شیر درد کی شدت سے بلبلاتا ہوا پھر اس نے ہماری طرف دوڑ لگا دی۔ "سلطان  
 ہو شیار ہو جاؤ۔" تیمور صاحب نے پتھر۔

شیر برق رفتاری سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس  
 نے ہم پر چھلانگ لگا دی۔ تیمور صاحب شیر کے بالکل سامنے آ گئے۔ انہوں نے اپنا نیزہ سیدھا کر دیا تھا۔  
 نیزہ شیر کے کھلے ہوئے منہ میں گھس گیا اور اس کی گردن سے باہر نکل گیا۔ شیر بری طرح دہانے کے  
 بعد زمین پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی جنبش کرتا 'میں نے خنجر دھاڑ خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ  
 دیا۔ خون تیزی سے زمین پر پھیلنے لگا اور شیر بری طرح ترپنے لگا۔ کچھ دیر ترپنے کے بعد شیر ٹھنڈا ہو  
 گیا۔ تیمور صاحب نے اس کے منہ اور گردن میں پھنسا ہوا نیزہ نکالا اور اسے زمین پر صاف کرانے کے  
 بعد بولے۔ "چلو..... اس سے تو بچ گئے۔"

"کیا آپ کو جگہ تلاش کرنے میں کامیابی ہوئی ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "اوجھڑ  
 ..... یہ کڑا جھمکا ہوا تھا۔ "شیر نے جواب دیا۔ "شوبھا کو ایک کھنڈر نظر آیا ہے جو  
 اردو فیکر کے لیے

اتار دیے۔ وہ دونوں جھپٹے ہوئے زمین پر گر گئے۔ شوبھا نے ان میں سے ایک جنگلی کانیزہ اٹھالیا۔ چند لمحوں بعد اور جنگلی اندر آنے لگے لیکن اس مرتبہ پھر برلویس اور تیمور صاحب نے انہیں ختم کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔ میں نے باہر دیکھا وہاں بے شمار جنگلی نظر آ رہے تھے۔ "ہم ان سب کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ یہ تو مت ہیں۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہمیں مقابلہ جاری رکھنا چاہیے۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" برلویس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "تم کسی طرح کمرے کی پچھلی دیوار گرانے کی کوشش کرو۔ میرا خیال ہے یہ سب سامنے کی طرف ہی ہیں۔" تیمور صاحب نے مجھ سے کہا تو میں کمرے کی پچھلی دیوار کی طرف آگیا۔ دیوار کے نیچے حصے پر میں نے کچھ دھکے مارے تو کچھ اینٹیں مل گئیں۔ میں نے کچھ اور دھکے لگائے تو کچھ اینٹیں دوسری طرف گر گئیں۔ میں نے سوراخ میں سے باہر جھانکا تیمور صاحب کا خیال درست تھا۔ اس طرف کوئی جنگلی نہیں تھا۔ میں نے تیمور صاحب وغیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ اندر آنے والے جنگلیوں کو تیزی سے ختم کر رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں دیوار میں بست بڑا سوراخ ہو گیا میں نے نے مزید اینٹیں گرانا مناسب نہ سمجھیں کیونکہ اگر میں مزید اینٹیں گرانا تو مجھے خطرہ تھا کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔ اس لیے میں نے دیوار کو مزید نہیں توڑا اور زور وار آواز میں بولا۔ "دیوار لوٹ چکی ہے۔" تیمور صاحب نے میری طرف دیکھا۔ پھر وہ شوبھا اور برلویس سے بولے۔ "تم سب بھاگ جاؤ" میں ابھی آتا ہوں۔"

"آپ سب بھاگ جائیں..... میں بعد میں آ جاؤں گا۔" برلویس نے کہا تو تیمور صاحب اور شوبھا میرے قریب آ گئے۔ "اب جلد از جلد یہاں سے بھاگو۔" تیمور صاحب نے کہا تو ہم سب نے دوڑ لگا دی۔ ہم بہت دیر تک بھاگتے رہے۔ پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہمارے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تھا۔ تیمور صاحب نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا اور رک گئے اور شوبھا بھی رک گئی۔ "معلوم نہیں برلویس کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا؟" میں نے کہا۔ "اس کے جسم کو بہت زیادہ زخم لگنے کا خطرہ ہے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "ہاں وہ مرنے تو نہیں سکتا لیکن اگر جنگلیوں نے اس پر زیادہ حملے کیے تو اس کا جسم خراب ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "تھوڑی دیر بعد ہمیں دور سے برلویس آتا دکھائی دیا۔ پھر ہمارے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "میں نے ان سب کو ختم کر دیا ہے۔" "تمہارا جسم بھی جگہ جگہ سے زخمی ہو گیا ہے۔" میں نے اس کے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "بس مجھے یہی خطرہ رہتا ہے کہ کہیں میرے چہرے اور ہاتھوں پر زخم نہ آئیں۔ یہ دوبارہ ٹھیک نہیں ہو سکتے کیونکہ میرا جسم مردہ ہے۔ میں نے اب بھی بہت کوشش کی کہ زخم میرے چہرے اور ہاتھوں پر نہ لگنے پائیں۔" برلویس نے کہا۔ "اور تم اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہو۔" شوبھا نے برلویس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا۔

"اب ہمیں واپس اسی کھنڈر میں چلنا چاہیے اور دوسرے کمرے کے دروازے پر لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ لگا کر اندر محفوظ ہو جانا چاہیے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ کچھ دیر بعد ہم سب دوبارہ کھنڈر میں پہنچ گئے۔ وہاں بے شمار جنگلی مرنے پڑے تھے اگر برلویس ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو ہمارا پتلا مشکل ہو جاتا۔ ہم لوگوں نے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ دوسرے کمرے کے دروازے پر لگائیں اور اندر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر آرام کے بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "شوبھا شاکال کو تو شابان صاحب نے قید کر لیا تھا۔ پھر

"رات میں یوں دروازہ تو کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔" شوبھا نے کہا۔ "ہاں..... اس کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا ہوگا۔" تیمور صاحب بولے۔ "ہمیں دروازے کی جگہ کیا چیز لگانی چاہیے؟" میں نے تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ یہاں کیا لگایا جائے؟" تیمور صاحب نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ درختوں سے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ توڑ کر یہاں لگا دینی چاہئیں۔" برلویس نے مشورہ دیا۔ "یہ تم نے صحیح مشورہ دیا برلویس۔" تیمور صاحب نے برلویس کی طرف ترقیبی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے بولے۔ "چلو آؤ اندر جاؤ ہونے سے پہلے پہلے ہم شاخیں وغیرہ توڑ لائیں۔" کچھ دیر بعد ہم نیزے اور خنجر لے کر باہر آ گئے ہیں۔ میں اور برلویس درخت پر چڑھ گئے جبکہ شوبھا اور تیمور صاحب نیچے ہی کھڑے تھے۔ برلویس اور میں نے چھوٹی بڑی لکڑیاں توڑ کر نیچے پھینکنا شروع کر دیں۔ شوبھا اور تیمور صاحب انہیں جمع کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ہم سب بہت سی لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ لے کر واپس کھنڈر نما مکان میں آ گئے۔ ہم نے دروازے کی جگہ وہ لکڑیاں اور شاخیں لگا دیں۔ اب کوئی جانور آسانی سے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ ہم سب فرش پر لیٹ گئے۔ "جانوروں وغیرہ سے محفوظ رہنے کا بندوبست تو ہم نے کر لیا لیکن ملک کے ساتھی اب بھی کسی وقت ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ شاید ہم لوگ اس جنگل سے زندہ بچ کر نہ جائیں۔" شوبھا نے شکستہ لہجے میں کہا۔

"کیوں مایوسی کی باتیں کرتی ہو شوبھا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے شوبھا کو تسلی دی۔ وہ ایک لٹھڑی سانس بھر کر بولی۔ "تمہیں شاید ملک کے ساتھیوں کی غفلت کا اندازہ نہیں ہے اور پھر شیطان کی بھرپور حمایت بھی انہیں حاصل ہے۔"

"ہم نے جس طرح ملک اور اس کے کئی ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے، ہم باقی لوگوں کو بھی ختم کر دیں گے۔" میں نے غصے سے کہا۔ "یہ بات صرف تم کہہ سکتے ہو لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ ملک کے قتل خطرناک ساتھی کسی بھی وقت اس کی تدفین وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو ہمارے لیے مزید مشکل حالات پیدا ہو جائیں گے۔" شوبھا نے کہا۔ شام ختم ہو رہی تھی اور رات کا اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اچانک کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ہم سب غور سے ان آوازوں کو سننے لگے۔ "میرا خیال ہے کہ کچھ جنگلی ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔ "ہمیں ان سے مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔" میں نے اپنے خنجر کو مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔ برلویس اور تیمور صاحب نے بھی اپنے اپنے نیزے مضبوطی سے پکڑ لیے اور درختوں کی شاخوں وغیرہ کے نزدیک آ گئے۔ باہر ہمیں بہت سے جنگلی نظر آ گئے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے کمرے کی طرف اشارے بھی کرتے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد جنگلی ہمارے کمرے کے نزدیک آ گئے۔ انہوں نے شاخوں وغیرہ کو ہٹانا شروع کر دیا۔ "حملہ کرنے میں دیر مت لگانا۔" تیمور صاحب نے برلویس اور مجھ سے آہستہ سے کہا۔ چند ہی لمحوں بعد جنگلیوں نے بہت سی لکڑیاں اور شاخیں ہٹا دیں۔ وہ اندر آنے والے تھے۔ ہم سب دروازے کے کچھ پیچھے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دو جنگلی آئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک ایک کھنڈر تھا۔ انہوں نے دروازے کے کچھ پیچھے سے اندر آ کر اپنے اپنے نیزے ان کے جسموں میں

وہ آزاد کیسے ہو گیا؟

"شاکال بہت چالاک آدمی ہے، وہ جاشان صاحب سے معافی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے جاشان صاحب کے حق میں کئی کام بھی کیے اور ایک روز موقع پا کر فرار ہو گیا اور واپس اپنے پہاڑوں والے گھر میں آ گیا۔ اس دوران شاکال کا ایک چیلہ مجھ پر ظلم و ستم کرتا رہا۔ شاکال نے آ کر مجھے اپنے چیلوں کو ساتھ لیا اور یہاں آ گیا۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم نے اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم شاکال کی شرائط بظاہر مان لیں گے۔ اس کے بعد جو نئی موقع ملے گا۔ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ پھر تم نے اپنے فیصلے پر عمل کیوں نہیں کیا؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "دراصل میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ شاکال جب کبھی میرے سامنے آتا، میں غصے سے پاگل ہو جاتی اور یہی وجہ تھی کہ میں نے شاکال سے اس کی شرائط ماننے کے سلسلے میں کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔" شوبھا نے کہا۔ "اگر تم اپنے غصے پر قابو پا لیتیں تو شاید آج حالات کچھ اور ہوتے۔۔۔۔۔۔ ممکن تھا کہ اب تک تم شاما کے پاس جا چکی ہو تیں اور شاکال تمہارے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوتا۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں کیا کروں میں اپنے غصے پر قابو نہیں پا سکتی۔"

"لیکن آئندہ کے لیے تمہیں عہد کرنا ہو گا۔" میں نے اصرار کیا۔ "سلطان ٹھیک کہتا ہے۔۔۔۔۔۔ تمہیں ہمارے سامنے عہد کرنا چاہئے اس طرح تم پابند ہو جاؤ گی۔" تیمور صاحب نے شوبھا سے کہا۔ شوبھا کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں آج آپ لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آئندہ جذبات سے نہیں بلکہ عقل سے کام لوں گی اور غصے کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دوں گی۔" ہر طرف اندھیرا ہو چکا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر لیٹ گئے۔ اچانک ہمیں گھر کے بیرونی حصے میں کچھ روشنی نظر آئی۔ ہم سب چوکس ہو گئے۔

"یہ کون ہے؟" میں نے سرکوشی کی۔ "شاید اور جنگلی ہماری تلاش میں یہاں پہنچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔ کھانسی کی آواز سنائی دی اور پھر کسی نے پوچھا۔ "یہاں کون ہے بھی؟" "یہ تو کسی بوڑھے شخص کی آواز لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں۔۔۔۔۔۔ شاید اس کے ہاتھ میں۔۔۔۔۔۔" شوبھا نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک شخص کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں لالین تھی۔ لالین کی مدد ہم روشنی میں بھی پتہ چل رہا تھا کہ وہ کافی عمر رسیدہ ہے۔ اس نے کھانسنے کے بعد پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

"ہم شکاری ہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن تم کون ہو؟" تیمور صاحب نے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس بوڑھے شخص سے کہا۔ "یہ جو لوگ باہر مرے پڑے ہیں کیا انہیں تم لوگوں نے مارا ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"دراصل یہ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔ ہماری لڑائی یہاں سے بہت دور شروع ہوئی تھی۔ ہمارے بیس ساتھی تھے جنہیں ان جنگیوں نے مار دیا۔ ہم اپنی جان بچا کر اس کھنڈر تک آ گئے۔۔۔۔۔۔ پھر مقابلے میں یہ مارے گئے۔" تیمور صاحب نے سن

گھڑت کمائی بوڑھے کو سنائی۔ "تم کون ہو بابا اور اس اندھیری رات میں یہاں کیا کر رہے ہو؟" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔ "میں اس جنگل کا حکیم ہوں۔۔۔۔۔۔ یہاں پر بیمار ہونے والے جنگلی بھج سے ہی علاج کرواتے ہیں۔۔۔۔۔۔ میں یہاں کچھ چنگاڈریں پکڑنے آیا تھا جن سے میں کچھ مخصوص دوائیں بناتا ہوں۔" بوڑھے نے بتایا۔ "لیکن اس خوفناک جنگل میں تم اکیلے پھر رہے ہو، یہاں تو قدم قدم پر شیروں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے۔" میں نے بوڑھے سے کہا۔ بوڑھا ہنس کر بولا۔ "شیروں وغیرہ سے تم لوگوں کو خطرہ ہو گا۔۔۔۔۔۔ یہ شیر اور جنگلی جانور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" "کیوں۔۔۔۔۔۔ آخر تمہارا یہ کچھ کیوں نہیں بگاڑ سکتے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس لیے کہ میں ایک ایسا علم بھی جانتا ہوں جن کے ذریعے ان جانوروں وغیرہ سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔" بوڑھے نے بتایا۔ "کیا تم اندر آنا چاہو گے؟" تیمور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ "ہاں۔۔۔۔۔۔ ذرا یہ لکڑیاں ہٹاؤ۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ تیمور صاحب نے کچھ لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ ہٹا دیں تو بوڑھا اندر آ گیا۔ تیمور صاحب نے لکڑیاں وغیرہ پھر دروازے کی جگہ پر لگا دیں۔ بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں پکڑی لالین ایک طرف رکھ دی اور ہم سب زمین پر بیٹھ گئے۔ "تم لوگ اس جنگل میں کیوں آئے؟" بوڑھے نے پوچھا۔ "ہم شکاری ہیں۔۔۔۔۔۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ یہاں شیر بہت ہیں بس اسی لیے ہم ہاں آ گئے۔" تیمور صاحب نے بوڑھے کو بتایا۔ "تم لوگ کس طرح اس جنگل تک پہنچے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہم سمندر کے راستے آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ ہماری لالچ یہاں سے کافی دور ساحل پر کھڑی ہے۔ اسے ہم نے کچھ چٹانوں میں چھپایا ہوا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔ "۔۔۔۔۔۔ اب تم لوگوں کا اس جنگل سے زندہ واپس جانا بہت مشکل ہے۔" بوڑھے نے گویا اطلاع دی۔ "لیکن کیوں؟" تیمور صاحب نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ "اس لیے کہ وہاں کے جنگلی بہت خطرناک ہیں۔۔۔۔۔۔ تم نے ان کے ساتھی مار دیئے ہیں۔ اب وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔۔۔ ویسے بھی اس جنگل میں آنے والا کوئی بھی شخص ان جنگیوں سے بچ کر نہیں جاتا۔ کئی شکاری وغیرہ یہاں آتے رہے ہیں لیکن یہ جنگلی ان لوگوں کو پکا کر کھا گئے ہیں۔"

"کیا تم ان جنگیوں کے ساتھی نہیں ہو؟" تیمور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ "نہیں۔۔۔۔۔۔ میں ان کا ساتھی نہیں ہوں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ "پھر تم ان جنگیوں کے ساتھ کیوں رہتے ہو؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "میں مجبوراً ان کے ساتھ رہتا ہوں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ "آخر وہ کیا مجبوری ہے؟ جس کی وجہ سے تم ان جنگیوں کے ساتھ رہتے ہو۔" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتا ہوں۔" بوڑھے نے کہنا شروع کیا۔ "آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے میں اور میرے کچھ ساتھی اس جنگل میں شکار کی غرض سے آئے تھے لیکن ان جنگیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ پھر انہوں نے ہمیں اپنی ملکہ اور دوسرے بڑے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے ہمیں قید کر دینے کا حکم دیا۔ اس دوران ہمارے ایک ساتھی کو شدید زخم آئے تھے۔ میرے پاس کچھ مرہم وغیرہ تھے جو میں نے جنگیوں کے سامنے اپنے ساتھی کے زخموں پر لکائی جن کی وجہ سے اگلے روز ہی میرے ساتھی کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو گئے۔ ملکہ نے ہمیں پکا کر کھا جانے کا حکم

نکل دوں تاکہ تم اس علاقے سے دور جا سکو لیکن ایک بات یاد رکھنا تم لوگوں کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ تم لوگ میرے پاس چھپے ہوئے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہماری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ یقیناً ہماری رائے چاہتا تھا۔

"تم بے فکر رہو بابا۔۔۔ ہم ہر طرح کی احتیاط کریں گے لیکن ایک بات تو بتاؤ بابا۔۔۔ کیا اس تہ خانے کے بارے میں کسی اور کو معلوم نہیں ہے؟" شوبھا نے بوڑھے کو تسلی دینے کے بعد اس سے پوچھا۔ "نہیں۔۔۔ اس تہ خانے کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔ یہ تہ خانہ میں نے آج سے بہت عرصہ پہلے چپکے چپکے تیار کیا تھا۔۔۔ اس وقت میرا ارادہ تھا کہ میں یہاں کے لوگوں کو آہستہ آہستہ قتل کر کے اس تہ خانے میں چھپاتا جاؤں گا اور پھر یہاں سے فرار ہو جاؤں گا لیکن بعد میں جب مجھے پتہ چلا کہ یہاں عام لوگ نہیں رہتے ہیں بلکہ نرا اسرار علوم جاننے والے لوگ رہتے ہیں تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ مجھے شک تھا کہ اگر میں لوگوں کو قتل کر کے تہ خانے میں چھپاؤں گا تو یہاں کے لوگ نرا اسرار علوم کے ذریعے اس بات کا پتہ لگالیں گے اور لوگوں کو قتل کرنے کے جرم میں مجھے بھی مار دیا جائے گا۔" بوڑھے نے بتایا۔

"تو تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلوں۔" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ "نہیں۔۔۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتا۔" بوڑھے نے مایوس لہجے میں کہا۔

"کیوں۔۔۔ کیوں نہیں جا سکتے؟" شوبھا نے پوچھا۔ "اس لیے کہ میں زیادہ دیر پیدل نہیں چل سکتا۔۔۔ مجھے سانس کی بیماری ہے اور میرے پیچھے اس قاتل نہیں ہیں کہ میں زیادہ دیر پیدل چل سکوں۔۔۔ تم لوگوں کو یہاں سے فرار ہوتے ہوئے نہ جانے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور میں بوڑھا شخص زیادہ مشکل حالات برداشت نہیں کر سکتا۔" بوڑھے نے کہا۔

"اچھا تو پھر تم ہمیں اپنے ساتھ اپنی جھونپڑی میں لے چلو۔" تیور صاحب نے بوڑھے سے کہا۔ "اوہ یہ بات تو میں بھول ہی گیا۔" بوڑھے نے پریشانی سے کہا۔ "وہ کیا؟" تیور صاحب نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اگر میں تم لوگوں کو اپنے پاس پناہ دوں گا تو ملک کے ساتھی اپنے علم کے ذریعے پتہ لگائیں گے کہ تم لوگ اس وقت کہاں ہو اور جب تم لوگ میری جھونپڑی کے نیچے موجود تہ خانے میں سے نکلو گے تو ملک کے ساتھی مجھے نہیں چھوڑیں گے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ بابا ہم کیا کریں؟" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ بوڑھا کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر دھیرے سے بولا۔ "میں تم لوگوں کی اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ تم لوگوں کو ایک نقشہ دے دوں جس کی مدد سے تم لوگ جلد از جلد اس علاقے سے نکل سکتے ہو۔ اگر ہم یہاں سے جانے کے بعد ہمیں بحفاظت لے جانے کا بندوبست کریں تو ہمیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟" تیور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ وہ بوڑھا ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "کیسی بات کر رہے ہو تم؟ میں بھلا کیا اعتراض کر سکتا ہوں۔ میں تو اب یہاں سے جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہاں سے جانا مجھے ایک خواب کی مانند لگتا ہے۔ ایک ایسا خواب جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تم لوگ مجھے یہاں سے لے جاؤ تو میرے لیے

دیا تھا لیکن مجھے صرف اس شرط پر زندہ رہنے دیا گیا کہ میں جنگل کے لوگوں کا علاج کروں گا۔ میرے ساتھیوں کو یہ جنگلی پکار کھا گئے اور میں زندہ رہ گیا۔ تب سے اب تک میں ان کا علاج کرتا آ رہا ہوں۔ میں کچھ میرے دوست بھی بن گئے جنہوں نے مجھے چند خاص علم سکھا دیے۔"

"کیا تم نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے بوڑھے سے پوچھا۔ "معلوم تھا کہ اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا تو قاتل رہوں گا اور مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم یہاں کے بہت سے رازوں سے واقف ہو گے۔" تیور صاحب نے فور سے بوڑھے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔۔۔ میں کسی قسم کے راز سے واقف نہیں۔۔۔ یہاں میرا کمال صرف اور صرف بیمار اور زخمی لوگوں کا علاج کرنا ہے اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہاں کیا رہا ہے اور کیا نہیں۔ مجھے کسی معاملے میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" بوڑھے نے بتایا۔

"تو کیا ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آج ملک کو قتل کر دیا گیا ہے؟" تیور صاحب نے پوچھا۔ تیور صاحب کی بات سن کر بوڑھا بری طرح اچھل پڑا۔ کچھ دیر وہ حیرت اور پریشانی سے تیور صاحب کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "یہ تم۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟" میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔۔ آج ملک کو قتل کر دیا گیا ہے۔" تیور صاحب نے جواب دیا۔ "لیکن کس نے قتل کیا اسے؟" بوڑھے نے پوچھا۔ "اس کے چہرے پر اب بھی حیرت اور پریشانی کے آثار موجود تھے۔"

"ہم لوگوں نے۔" تیور صاحب نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "تم۔۔۔ تم لوگوں نے۔" بوڑھے نے ایک بار پھر اچھلتے ہوئے کہا۔ اسے تیور صاحب کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "ہاں۔۔۔ میں نے آج ملک کو قتل کر دیا ہے۔" تیور صاحب نے کہا۔ "لیکن۔۔۔ تم لوگوں نے اسے کیوں قتل کیا؟" بوڑھے نے پریشان لہجے میں پوچھا۔ "ہم نے مجبوراً اسے قتل کیا۔۔۔ اگر ہم اسے قتل نہ کرتے تو وہ ہمیں قتل کر دیتی۔" بوڑھا کچھ سوچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "یہ تم لوگوں نے اپنے حق میں اچھا نہیں کیا۔۔۔ اب ملک کے ساتھی ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"اب تو ملک کو قتل کر چکے ہیں۔ اس لیے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔۔۔ دیسے ہماری کوشش ہے کہ ہم اس جنگل اور اس علاقے سے دور چلے جائیں۔" میں نے مضبوط لہجے میں بوڑھے سے کہا۔ "بابا کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو؟" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔

بوڑھا شخص سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "اگر میں تم لوگوں کی مدد کروں گا تو ملک کے ساتھی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" تم ہمیں کوئی ایسا راستہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے فرار ہو سکیں۔" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ "ملک کے ساتھی یقیناً تم لوگوں کو ڈھونڈ رہے ہوں گے اور جیسے ہی تم انہیں نظر آجئے گے وہ ہمیں قتل کر دیں گے۔"

"میں تمہاری مدد تو کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر ملک کے ساتھیوں کو پتہ چل گیا کہ میں نے تم لوگوں کی مدد کی ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنی جھونپڑی کے نیچے موجود تہ خانے میں تم لوگوں کو چھپا دوں اور جب موقع ملے تو تم لوگوں کو وہاں سے

اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

یوں گا۔

”تم بھی فکر نہ کرو بابا۔۔۔ اگر ہم یہاں سے نکل گئے تو ہر قیمت پر ہمیں یہاں سے لے جائیں گے“ میں نے بوڑھے سے کہا۔

”تم لوگ اب آرام کرو۔۔۔ میں تم لوگوں کو نقشہ دے جاؤں گا۔“ بوڑھے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ بوڑھا لائین اٹھا ایک آہٹ نے ہم سب کو چو کاٹا۔ ہم سب مستحضر ہو کر باہر کی طرف دیکھنے لگے۔ آہٹ نے ہم سب کو خاموش ہو جانے اور کسی بھی قسم کے فطریے سے سنسنے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ میں نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ سب ہی باہر کی جانب دیکھ رہے تھے۔

”شاید کوئی ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔“ میں نے دھیرے سے کہا۔  
”ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔“ تیمور صاحب نے بھی دھیرے سے کہا اور بوڑھے کے نزدیک رکھی لائین کو بجا دیا۔

”یہ کیا کیا؟“ میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔  
”کمرے میں دشمنی ہونے کی وجہ سے باہر سے آنے والا کوئی بھی دشمن ہم پر آسانی سے حملہ کر سکتا ہے۔“ تیمور صاحب نے جواب دیا۔

کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میرے کان کسی بھی آہٹ کو سننے کے فطرتی لیکن اب باہر کوئی آہٹ پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

”کیا واقعی باہر کوئی انسان ہی ہے یا کوئی جانور وغیرہ ہے۔“ میں نے دھیرے سے کہا۔  
”ہو سکتا ہے کہ باہر کوئی جانور ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ہمارا دشمن ہو جو ہم پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہو۔“ شوبھانے آہستہ سے میری بات کا جواب دیا۔

”میرا خیال ہے کہ مجھے آگے جانا چاہئے لیکن باقی سب لوگ بھی پوری طرح تیار رہیں۔“ برلویس نے دھیرے سے کہا۔

پھر اندھیرے میں اس کا ہیولا دروازے کی طرف حرکت کرتا دکھائی دیا۔ اس نے دروازے پر موجود شاخیں وغیرہ دھیرے سے ایک طرف کیں اور باہر نکل گیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ میں کسی بھی نسلے کی صورت میں کوئی لائحہ عمل طے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ برلویس کے باہر جانے کے بعد نہ تو اس کی کوئی آواز آئی تھی اور نہ ہی کوئی دھمپھی آواز سنائی دی تھی۔

”نہ جانے برلویس باہر کیا کر رہا ہے؟“ تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔  
”میرا خیال ہے کہ وہ کسی فطریے کی وجہ سے خاموش ہے یا ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ آہٹ کا سبب نہ جان سکا ہو۔“ شوبھانے بھی دھیرے سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

برلویس کو گمے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کی کوئی آواز آئی تھی۔

”اب تو برلویس کو گمے کافی دیر ہو گئی ہے۔“ میں نے دھیرے سے کہا۔

”بس تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔ اگر ہم یہاں سے صحیح سلامت چلے گئے تو تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس جسم سے ضرور نکالیں گے۔“ تیمور صاحب نے پرجوش انداز میں کہا۔ ”تم کل کتنے افراد یہاں آئے تھے؟“ بوڑھے نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

تیمور صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتے رہے۔ پھر بولے۔ ”بابا پہلے ہم سمجھتے تھے کہ تم ملکہ کے ساتھی ہو یا اس کے ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔ اس لیے ہم نے تم سے جھوٹ بولا تھا کہ جنگیوں نے ہمارے میں ساتھی مار دیئے ہیں۔ دراصل ہمیں ملکہ نے اپنے ایک ساتھی کے ذریعے وحو کے سے یہاں بلوایا تھا۔ پھر اس نے ہمیں شیطان کا پجاری بننے کے لیے کہا۔ میں اور میرا ساتھی سلطان مسلمان ہیں جبکہ ہمارا یہ ساتھی برلویس کرکچن ہے لیکن ہم میں سے کسی نے بھی شیطان کا پجاری بننا گوارا نہیں کیا اور اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا۔ لہذا ہمیں مجبوراً ملکہ کو قتل کرنا پڑا ہم اسے قتل کر کے یہاں جنگل میں چھپ گئے۔ یہاں ہماری یہ پرانی ساتھی شوبھان مل گئی۔ جسے ملکہ اور اس کے ساتھیوں نے قید کیا ہوا تھا اور اب ہم یہاں سے بھاگ جانا چاہتے ہیں۔“

”مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم لوگوں نے ملکہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس کو اپنے آپ پر بڑا ناز تھا۔ وہ کہتی تھی کہ شیطان اس کا ساتھی ہے اس لیے اسے کوئی نہیں مار سکتا لیکن اب اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ تم لوگوں نے بہت بڑا کام کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ آخر ملکہ اور تم لوگوں کی دشمنی کیا تھی؟“ بوڑھے نے پوچھا۔

”بابا دراصل یہ انسانیت کی بقاء کی جنگ ہے شیطان اس دنیا پر اپنا قبضہ چاہتا ہے۔ پوری دنیا میں اس نے اپنے نمائندے بنا لیے ہیں جو اس کے کام کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں نے دنیا کے امن کو تباہ و برباد کر رکھا ہے لوگوں کے دلوں میں مختلف باتیں ڈال کر انسان کو انسان سے قتل کروایا جا رہا ہے۔ انسانوں کو منشیات کا عادی بنا کر ختم کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو چوری، دیکھنی، رشوت، بد عنوانیوں اور دیگر شیطانی کاموں کی طرف راغب کیا جا رہا ہے۔ اگر اب بھی اس دنیا کے انسانوں نے اپنی دنیا کی بقاء کے لیے سنجیدگی سے نہیں سوچا تو پھر جلد ہی شیطان اس دنیا پر اپنے نمائندوں کی مدد سے قبضہ کر لے گا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہماری اور ملکہ کی یہی دشمنی ہے کہ ہم شیطان کے خلاف کام کر رہے ہیں اور ملکہ شیطان کی ساتھی تھی۔ ہم ہر اس شخص کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جو شیطان کا ساتھی ہے۔“ تیمور صاحب نے بوڑھے کو بتایا۔

”کیا تم لوگوں کے اور بھی ساتھی ہیں؟“ بوڑھے نے پوچھا۔ ”ہاں بابا ہمارے بہت ساتھی ہیں جو پوری دنیا میں موجود ہیں۔ ہم ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں اس لیے ہمیں یقین ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ہم لوگ خود کچھ علم جانتے ہیں۔ اس لیے اب تک شیطان سے محفوظ ہیں۔“ تیمور صاحب نے کہا۔

بوڑھا ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ ”کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں بھی تم لوگوں کا بھرپور ساتھ دے سکوں۔ لیکن تم لوگ فکر نہ کرو۔۔۔ مجھ سے جس حد تک ممکن ہو، میں تم لوگوں کا ساتھ

ابھی میں مزید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہی قلعہ سنائی دیا اور ساتھ ہی فضا میں کچھ چنگاریاں دکھائی دیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کون ہے جو قلعے لگا رہا ہے۔ برلویں کی اب تک آواز نہیں آئی تھی۔ میں اس کی طرف سے کافی پریشان تھا۔

میں نے چیخ کر کہا۔ ”برلویں تم کہاں ہو؟“ میں کچھ دیر تک برلویں کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں نے اپنا سوال دہرایا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ کیونکہ قلعہ ایک بار پھر فضا میں بکھر چکا تھا اور چنگاریاں نفراً دی تھیں۔ پھر مجھے کسی نے دکھا دے دیا اور میں گھر سے باہر کی طرف گر پڑا۔ میں نے حیران ہو کر اندھیرے میں اس طرف دیکھا جس طرف سے کسی نے مجھے دکھا دیا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے کسی کو دیکھ نہیں سکا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں قدم بڑھاؤں۔ ایک بار پھر کسی نے مجھے دکھا دیا اور میں پھر زمین پر گر پڑا۔

”کون ہو تم؟“ میں نے قدرے لمحے میں سے پوچھا۔

کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں چند لمحے زمین پر ہی پڑا رہا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر کسی نے مجھے دکھا دیا لیکن اس بار میں سمجھ گیا اور زمین پر نہیں گرا۔ مجھے کسی نے کئی دھکے دیئے اور میں گھر سے کافی دور آ گیا۔ پھر مجھے اپنے قریب ہی بھیڑیے جیسی غراہٹ سنائی دی۔ میں کچھ خوفزدہ ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی جنگلی جانور کچھ ہی دیر بعد مجھ پر حملہ کر دے گا۔ میں نے ہاتھوں میں پکڑا بھینچ برق رفتاری سے اپنے چاروں طرف ادھر ادھر کھانا شروع کر دیا۔ تاکہ اگر کوئی میرے قریب آئے تو میرے بھڑکی زدہ میں آجائے۔ میں کچھ دیر تک بونہی بھینچ چلا رہا لیکن میرا بھینچ کسی کو نہیں لگا۔ ایک دم گھبراہٹ اور ادھر ادھر دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کوئی میرے قریب آیا ہے یا نہیں۔ ہانک مجھے بھیڑیے جیسی غراہٹ پھر سنائی دی۔ میں ایک دم مستعد ہو گیا اور اندازہ لگانے لگا کہ غراہٹ کس سے آئی ہے۔ مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ غراہٹ کی آواز میرے دائیں جانب سے آ رہی تھی۔ میں بھونے بھونے چھوٹے سرخ بلب بلب سننے لگا۔ جو یقیناً کسی جانور کی آنکھیں تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہے جو مجھے دھکے دے رہا تھا اور ہو سکتا ہے کہ اب وہ پھر مجھ پر حملہ کر دے۔ میں نے بھینچ کر دیا تاکہ اس جانور کے قریب آنے پر اس کے جسم میں اتار سکوں۔ وہ جانور دھیرے دھیرے فرات کی طرف بڑھا چلا آیا لیکن میں وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔ میں نے بھینچ سے اس پر حملہ کر دیا لیکن میرا بھینچ کسی چیز سے نہیں ٹکرایا اور ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔ میں حیران ہو گیا کہ آخر اس جانور کو میرا بھینچ نہیں لگا جبکہ میں نے اس کی سرخ بلب بلب نما آنکھوں کے درمیان بھینچ مارا تھا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے کے قریب آ گئیں۔ اس کی گرم سانسیں مجھے محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر اس کی آنکھوں کے درمیان مارا لیکن اس پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں کچھ پریشان ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس جانور پر کوئی اثر کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ اچانک کسی نے میری گلائی پکڑ لی۔ میں نے اپنی گلائی چھڑانے کے لیے زور لگانا شروع کر دیا لیکن گرفت بہت مضبوط تھی۔

میں نے زور سے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”کیا تم لوگ خیریت سے ہو؟“

مجھے کسی کا جواب سنائی نہیں دیا۔ میں نے اپنا سوال دہرایا لیکن میرے کسی ساتھی نے جواب

”میرا خیال ہے کہ ہمیں باہر نکل کر معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“ تیمور صاحب نے سرکشی کی۔

”باہر نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔“ یوڑے کی آواز سنائی دی۔

اس کی آواز میں خوف کا عنصر شامل تھا۔

”لیکن خطرہ تو یہاں بھی ہے۔ کمرے کا دروازہ نہیں ہے اور اس پر موجود شاخیں وغیرہ بھی برلویں ہٹا چکا ہے۔ اس لیے اب تو یہاں بھی اتنا ہی خطرہ ہے کہ جتنا باہر ہے۔“ تیمور صاحب نے یوڑے کو بتایا۔

”میں تو یوڑھا آدی ہوں، تم لوگ تو بھاگ کر اپنی جائیں بچا سکتے ہو لیکن میں تو بھاگ بھی نہیں سکتا۔“ یوڑے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”باہر سے نہیں کون ہے؟ اس کا تعلق اس جنگل سے ہے یا نہیں؟ باہر تم نہیں رہو۔ ہم لوگ باہر جاتے ہیں اور باہر جا کر ہم دروازے پر شاخیں لگا دیں گے۔ تاکہ کمرے میں کوئی آسانی سے داخل نہ ہو سکے۔“ شوہانے کہا۔

”یہ تم نے ٹھیک کہا شوہا، ہم باہر چلتے ہیں۔“ تیمور صاحب نے کہا اور ہم تینوں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے۔

”پہلے میں جاتا ہوں اور جائزہ لیتا ہوں، آپ لوگ بعد میں آنا۔“ میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے تم باہر جاؤ اور پورے صحن کا جائزہ لے کر فوراً واپس آ جاؤ یا زور دار آواز میں کہہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“ تیمور صاحب نے کہا تو میں کمرے سے باہر آ گیا۔

کچھ لمحے تو میں دروازے کے قریب ہی کھڑا جائزہ لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ آس پاس کوئی موجود ہے یا نہیں پھر میں سیدھے ہاتھ کی طرف چلتے ہوئے میں نہایت احتیاط کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔ بھینچ میرے ہاتھوں میں کسی بھی لمحے حملہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا صحن کی دیوار تک آ گیا۔ پھر میں دیوار کے ساتھ ساتھ ہی چلتا رہا اور یوں کچھ دیر بعد گھر کے بیرونی دروازے تک پہنچ گیا۔ میں حیران تھا کہ آخر برلویں اب تک کیوں خاموش ہے اور مجھے اب تک میرا دشمن کیوں نہیں ملتا۔ میں گھر کے دروازے سے باہر آ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ آس پاس کیا ہے؟ اچانک ایک زوردار اور خوفناک قلعہ سنائی دیا۔ میں کچھ خوفزدہ اور پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ آخر قلعہ لگانے والا کون اور کہاں ہے؟

”یہ کس نے قلعہ لگایا ہے؟“ میں نے کمرے کے دروازے کی طرف منہ کر کے زور سے پوچھا۔

”پتہ نہیں تم ٹھیک ہو میں سلطان؟“ تیمور صاحب نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔



میں نے اس سے کہا۔ ”کیا تم اردو یا انگلش نہیں جانتیں؟“  
 بڑھیا نے پھر کسی اجنبی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔

میں نے اسے اشاروں سے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی۔ جس پر اسے میری بات کچھ سمجھ آگئی۔ میں نے اسے اشاروں میں بتایا کہ میں صبح تک یہاں رہنا چاہتا ہوں۔  
 بڑھیا نے میری بات مان لی اور زمین پر آرام کرنے کا اشارہ کیا۔

میں زمین پر بیٹھنے کے بعد سوچنے لگا کہ آخر یہ بڑھیا کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے؟ پھر مجھے خیال آیا کہ یہ بھی یقیناً جنگیوں کی ساتھی ہوگی۔ کیونکہ اس کے نفوس بھی کچھ کچھ جنگیوں جیسے تھے اور پھر اسے اردو یا کوئی دوسری زبان بھی نہیں آتی تھی۔ اس نے جس زبان میں مجھ سے کچھ کہا تھا۔ وہ جنگیوں کی زبان سے ملتی جلتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میں یہاں بھی محفوظ نہیں تھا۔ کیونکہ جنگی کی ملک کا قتل ہو گیا تھا اور سارے جنگی اس وجہ سے نہ صرف غم زدہ تھے۔ بلکہ غصہ میں بھی تھے۔ میں نے سوچا کہ یقیناً یہ بڑھیا بھی ملک کی وجہ سے غصہ میں ہوگی۔ میں جانتا تھا کہ وہ خود تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ لیکن اگر اس نے باہر جا کر کسی کو میرے متعلق بتا دیا تو باقی جنگی یہاں آکر میری نکتہ بونی کر دیں گے۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ بڑھیا کو رسیوں وغیرہ سے باندھ دوں۔ ورنہ یہ موقع پاتے ہی گھر سے باہر جا کر سب کو میرے متعلق بتائے گی۔ ابھی میں بڑھیا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا کہ اس نے کچھ کہا۔ مجھے کچھ اشارہ کیا۔ میں کچھ دیر اس اشارے کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور میں اس کا اشارہ سمجھ ہی گیا۔ وہ مجھ سے کچھ کھانے پینے کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ میں نے اسے پانی لانے کا اشارہ کیا۔ وہ مکان کے اندرونی حصہ میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں دو پیالے تھے۔ اس نے دونوں پیالے میرے سامنے رکھ دیئے تو مجھے پتہ چلا کہ ان میں سے ایک میں پانی تھا جبکہ دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے پانی پی لیا اور اسے دودھ لے جانے کا اشارہ کیا۔ بڑھیا نے مجھے اشارت سے بتایا کہ دودھ پی لینے سے میرے جسم میں توانائی آجائے گی۔ میں نے دودھ پینے سے انکار کر دیا لیکن اس نے زبردستی مجھے دودھ پلا دیا۔ دودھ میں نہ جانے کیا ملا ہوا تھا کہ مجھے اپنے اندر توانائی اور چستی محسوس ہوئی۔ پھر بڑھیا نے مجھے لٹا دیا اور آہستہ آہستہ میرا سر دبائے لگی۔ میں اپنے آپ میں شرمندہ ہو گیا کہ میں تو اسے باندھ دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا جبکہ وہ میری خدمت کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ میں نے اس پاس کا جائزہ لیا۔ ایک جانب مٹی کا ڈیا جل رہا تھا۔ کمرے میں زمین بہت صاف ستھری تھی۔ دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھالیں لٹک رہی تھیں۔ میں نے اشارے سے اس بڑھیا سے پوچھا کہ کیا وہ شکاری ہے تو اس نے بتایا کہ وہ شکاری ہے۔ مجھے خیال آیا کہ اس کے قبیلے کے باقی لوگ تو آدم خور ہیں۔ یہ بھی یقیناً آدم خور ہوگی۔ میں نے دل ہی دل میں بہت زیادہ محتاط رہنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے سوچا کہ اگر واقعی اس کا تعلق جنگیوں سے ہو تو یہ ضرور جادو وغیرہ بھی جانتی ہوگی۔ دیئے تو اسے میرے ساتھ اچھا رویہ نہیں رکھنا چاہئے لیکن اس کا رویہ نہایت مشتاقانہ تھا اور اس کا یہ رویہ ہی مجھے اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی سے روک رہا تھا۔ ورنہ تو میں اسے رسیوں سے باندھ دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

نہیں دیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے ساتھی مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے۔ میرے میں طرح طرح کے خدشے ابھر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ نہ جانے ان پر کیا گزری ہے کہ وہ میرے آواز ہی نہیں سن رہے۔ پتہ نہیں وہ لوگ بے ہوش ہیں یا پھر کسی جانور وغیرہ نے انہیں مار دیا ہے جس کسی نے بھی میری کھائی کو کھڑا تھا۔ اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میری کھائی پر وہاں یونہی بڑھتا گیا تو میرے ہاتھوں میں خون کی گردش نہ جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر زیادہ بڑھ گیا تو کھائی ٹوٹ بھی سکتی ہے۔ میں نے کھائی چمڑانے لے تک وہ شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ میں ہوا میں خنجر بھی لہرا رہا تھا۔ تاکہ جس کسی نے بھی کھائی پکڑی ہے اسے خنجر لگ جائے اور وہ زخمی ہو کر میری کھائی چھوڑ دے۔ کوئی بالکل قریب ہی ہوا تھا لیکن اسے خنجر لگ نہیں رہا تھا۔ بہت دیر کی کوشش کے بعد بھی میں اپنی کھائی چمڑانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر کسی نے مجھے ایک طرف کھینچنا شروع کر دیا اور میں نے اس سے اپنے آپ کو چمڑانے کی کوشش تیز کر دی لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

میں کچھ دیر یونہی کھینچ ہوا چلتا رہا۔ پھر میں نے اچانک اپنا ہاتھ چمڑانے کے لیے زور وار ہلکا اور میرا ہاتھ آزاد ہو گیا۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور ایک طرف دوڑ لگا دی۔ دوڑتے ہوئے مجھے خطرہ تو تھا کہ میں کسی چیز سے ٹکرا سکتا ہوں لیکن دوڑنے کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے دوڑتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا سرخ آنکھیں میرے پیچھے آ رہی تھیں۔ میں نے تیز دوڑنا شروع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کس جانب جا رہا ہوں اور کب تک دوڑتا رہوں گا اور آگے میرے ساتھ کیا ہوگا۔ فی الحال میرا سب سے بڑا مسئلہ اپنے پیچھے آنے والے جانور یا بلا سے جان چمڑانا تھا۔ کافی دیر تک میں یونہی دوڑتا رہا۔ پھر اچانک دور کچھ روشنی نظر آئی۔ میں نے سوچا کہ یہ روشنی ہے؟ کیا مجھے اس طرف جانا چاہئے؟ روشنی کو دیکھ کر بھی میرے دل میں بہت سے خدشے ابھرنے لگے تھے۔ پھر میں نے اس روشنی کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا اور سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہو سکتا ہے وہاں پر جانے سے حالات میرے حق میں ہو جائیں۔ پھر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ روشنی کچے مکان کے روشندان سے باہر آ رہی تھی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہی سرخ آنکھیں اب میرے تعاقب میں تھیں۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا کچے مکان تک پہنچ گیا۔ میں نے مکان کے دروازے پر دستک دی اور پیچھے مڑ کر دیکھا سرخ آنکھیں میرے پیچھے موجود تھیں اور میرے قریب آ رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر مکان کے دروازے پر دستک دی۔ میری نظریں اب بھی سرخ آنکھوں پر لگی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ سرخ آنکھیں مجھ تک پہنچیں مکان کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھولنے والی ایک بڑھیا تھی۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا اور گھر میں گھس گیا۔ میں نے کچھ سے باہر دیکھا۔ اب سرخ آنکھیں وہیں نہیں تھیں۔

”میرے پیچھے کوئی بلا لگی ہوئی تھی۔“ میں نے بڑھیا سے کہا۔

وہ حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اسی طرح میری طرف دیکھتی رہی۔ پھر



دیا جا رہا تھا۔ یہاں پر بھی بڑھیا کے مکان کی طرح دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔

میں ابھی کمرے کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ ملکہ نے کہا۔ ”آرام سے بیٹھ جاؤ۔“  
میں نے حیرت سے ملکہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آواز کسی خوشنوا شیرینی سے لیتی جلتی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یقیناً مجھے میں تھی۔ اس لیے اتنی خوفناک آواز میں بات کر رہی ہے۔ بڑھیا قالین پر بیٹھ چکی تھی۔ میں بھی ملکہ کی طرف حیرت اور خوف سے دیکھتے ہوئے قالین پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ قالین شیر کی مکمل کاپی بنا ہوا تھا۔

ملکہ نے مجھ سے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

ملکہ کے سوال پر میں حیران ہو گیا کیونکہ اسے تو یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا کیونکہ وہ ابھی طرح جانتی تھی کہ میں کون ہوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ یقیناً یہ ملکہ نہیں بلکہ ملکہ کی دم چل ہے۔ اس لیے تو مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ میں کون ہوں؟

”میں شکاری ہوں۔“ میں نے ملکہ کو بتایا۔

”شکاری ہو تو تسماری بددوق کہاں ہے؟“ عورت نے پوچھا۔

”وہ مجھ سے گھر چلی ہے“ میں اپنے کچھ ساتھیوں سے بھی ہنسنے لگا ہوں۔ اب وہ نہ جانے کہاں ہوں گے۔“ میں نے اپنے لیے کو دکھ اور پریشان بناتے ہوئے کہا۔

”تم کب سے اس جنگل میں ہو؟“ عورت نے پوچھا۔

”تقریباً ایک ہفتہ قبل میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں آیا تھا۔ ہم لوگ شیر کا شکار کرنے کی غرض سے آئے تھے لیکن شیر کا شکار نہ کر سکے۔ میری ایک ساتھی روزینہ کو ایک شیر نے کافی زخمی کر دیا تھا۔ ہم لوگ بڑی مشکل سے شیر کو بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے لیکن کچھ دیر بعد کئی شیروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو میں اپنے ساتھیوں سے ہنسنے لگا۔“ میں نے عورت کو ایک فرضی کہانی سنائی۔

”اب تم اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈنا چاہو گے یا یہاں سے جانا چاہتے ہو؟“ عورت نے مجھ سے پوچھا۔

”میرے ساتھی مل جائیں تو اچھا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے صبح تم میرے ساتھ چلنا ہم تسمارے ساتھیوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔“ عورت نے کہا۔

پھر کچھ توقف کی بعد وہ بولی۔ ”آؤ میرے ساتھ دو مجھے لے کر ایک اور کمرے میں آگئی۔ یہاں بھی قالین بچھا ہوا تھا۔

وہ مجھ سے بولی۔ ”تم صبح تک یہاں آرام کر سکتے ہو؟“

میں قالین پر لیٹ گیا اور عورت واپس چلی گئی۔ میں سوچنے لگا کہ آخر بڑھیا اور عورت کون ہیں؟ کیا یہ لوگ جنگلیوں کے ساتھی نہیں ہیں۔ عورت کی شکل ہو ہو ملکہ جیسی تھی۔ اس نے بھی ملکہ

بڑھیا نے مجھے اشارہ کیا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کھانے کے پلوے میں پوچھ رہی ہے۔ میں نے کھانے سے انکار کا اشارہ کیا تو اس نے مجھے مختلف اشارے کرنے شروع کر دیے۔ میں اس کے اشاروں کا مطلب کافی حد تک سمجھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ میری مدد کرنا چاہتی ہے اور مجھے اس جگہ سے دور پہنچانا چاہتی ہے۔ میں نے اس سے اشاروں میں پوچھا کہ وہ کس طرح مجھے یہاں سے دور پہنچانا چاہتی ہے تو اس نے بتایا کہ وہ خود مجھے اپنے ساتھ محفوظ مقام پر لے جائے گی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کب مجھے یہاں سے لے جائے گی تو اس نے اشاروں سے بتایا کہ اگر میں تھکا ہوا نہیں ہوں تو وہ مجھے ابھی لے جانے کے لیے تیار ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کا خیال آ رہا تھا اگر میں یہاں سے چلا جاتا تو ان کے متعلق نہیں جان سکتا تھا۔ دیے بھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ کس حال میں ہیں۔ کیونکہ جب میں نے انہیں آوازیں دی تھیں تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ بڑھیا کو بتاؤں کہ میرے ساتھی بھی ہیں۔ میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے اشاروں سے بڑھیا کو اپنے دل کا حال سنا دیا۔ اس نے بھی اشاروں کی مدد سے مجھے سمجھایا کہ وہ میرے ساتھیوں کو لے جانے پر راضی نہیں ہے۔ میں نے سوچا اس کے ساتھ جانا چاہیے۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی تلاش کرنا چاہیے اور جیسے ہی وہ لوگ ملیں۔ ہم سب کو یہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔

میں نے بڑھیا کو اشاروں سے بتایا کہ میں اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔ بڑھیا نے اثبات میں سر ہلایا اور مکان کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی۔ میں نے اشاروں میں اس سے پوچھا کہ پوٹلی میں کیا ہے تو اس نے بتایا کہ پوٹلی میں کھانے کی کچھ چیزیں ہیں۔ وہ اندر میرے میں ایک محفوظ اور مناسب راستے پر چلے گئی۔ میں سمجھ گیا کہ بڑھیا اس راستے پر آتی جاتی رہتی ہے۔ اسی لیے اسے اندر میرے میں چلنے کے باوجود کوئی دشواری نہیں آ رہی تھی۔ کچھ دیر اندر میرے میں چلنے کے بعد مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا کہ آس پاس کیا ہے۔ بہت دیر تک چلنے رہنے کے بعد بڑھیا مجھے ایک میدان علاقہ میں لے آئی۔ میں نے سوچا کہ نہ جانے وہ کب تک پوٹلی چلتی رہے گی۔ کچھ دیر بعد مجھے دور روشنی نظر آئی۔ قریب پہنچنے پر مجھے پتہ چلا کہ وہ روشنی ایک کچے مکان میں ہو رہی ہے۔ میں کچھ پریشان ہو گیا تھا کہ بڑھیا مجھے کہاں لے کر آگئی ہے۔ بڑھیا نے مکان کے دروازے پر دھیرے سے دستک دی تو کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ایک عورت تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر میں چونک گیا۔ وہ ملکہ تھی۔ میں کچھ خوفزدہ ہو گیا کیونکہ ملکہ کسی طرح بچ گئی تھی اور اب میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ فوراً وہاں سے بھاگ جاؤں لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ سب ان لوگوں کا علاقہ ہے اور میں ان لوگوں سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ بڑھیا نے نہایت چالاکی سے مجھے پھنسا دیا تھا۔ اس بات پر حیران بھی تھا کہ آخر ملکہ بچ کیسے گئی؟ کیونکہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کیا تھا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ملکہ سے کیا کہوں؟ بڑھیا نے ملکہ سے کچھ کہا۔ ملکہ ایک طرف ہٹ گئی اور بڑھیا نے اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا۔

ملکہ کی بات سن کر میں فرش پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ ملکہ کون ہے اور وہ ڈھانچے کون تھے؟ ابھی میں یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ وہ ڈھانچے میرے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ میں خوفزدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک ڈھانچہ میرے قریب آیا اور اس نے میری گردن پر ہاتھ جمادے۔ میرا سانس رکنے لگا۔

اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی ڈھانچہ نہیں تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا۔ وہ ایک خواب تھا۔ میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ میرا چہرہ اور بال پسینے کی وجہ سے ٹپکے ہو گئے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد میں دوبارہ لیٹ گیا۔ میں دیرے دیرے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نہ جانے اب میں اس جنگل سے صحیح سلامت نکل سکوں گا یا نہیں! ایک آہٹ اس جانب سے آئی تھی۔ میں کچھ دیر تک میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ لیکن مجھے یہ یقین تھا کہ آہٹ اس جانب سے آئی تھی۔ کچھ دیر تک دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ عورتوں والے کمرے میں کچھ ہوا ہوگا۔ میں بھت کی طرف دیکھ کر ایک بار پھر سوجوں کی دنیا میں کھو گیا۔ چند لمحوں بعد مجھے ایک بار پھر آہٹ سنائی دی۔ میں نے چونک کر پھر کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں مجھے دروازے پر کچھ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں دیکھائی دیں۔ میں فوری طور پر نہیں سمجھ سکا کہ وہ لکڑیاں وہاں کیوں ہیں۔ پھر ان لکڑیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک انسانی ڈھانچے کا ہاتھ میرے سامنے آ گیا۔ میں نے کمرے سے باہر جانے کے لیے کسی دوسرے راستے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ کمرے میں سے باہر جانے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ تھا، جہاں انسانی ڈھانچہ کھڑا موجود تھا۔ کمرے میں تو کوئی کھڑکی تھی اور نہ ہی کوئی روشندان تھا۔ ڈھانچہ دیرے دیرے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد ایک اور انسانی ڈھانچہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ یہ تو وہی ڈھانچے ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں نے بے یقینی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں یا اب بھی سویا ہوا ہوں۔ میں نے جلدی میں اپنی انگلی دانتوں سے کاٹ لی، تکلیف ہونے کی وجہ سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میں جاگ رہا ہوں لیکن یہ اسرار مجھے سمجھ نہیں آ سکا کہ آخر وہی ڈھانچے حقیقت میں میرے سامنے کیسے آ گئے۔ جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ان کے بارے میں یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس مقصد سے میرے پاس آئے ہیں۔

میں نے زور سے چیخ کر کہا۔ "کوئی ہے؟"

لیکن میں حیران و پریشان رہ گیا کیونکہ میری آواز مجھے ہی سنائی نہیں دی تھی۔

میں نے ایک بار پھر چیخ کر کہا۔ "کوئی ہے جو میری مدد کرے۔"

اس مرتبہ پھر مجھے اپنی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ میرے گلے میں تکلیف نہیں تھی اور نہ ہی الفاظ کی ادائیگی کے دوران مجھے کوئی دقت پیش آئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ڈھانچے میرے بالکل قریب آ گئے۔

"تم تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

جیسا ہی لباس پہن رکھا تھا لیکن اس کی آواز خوشنور جانور جیسی تھی۔ میں اپنے ساتھ بیٹے ہوئے حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ تیمور صاحب اور برلویس وغیرہ کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ وہ لوگ نہ جانے اس وقت کس حال میں ہوں گے۔ ان پر نہ جانے کیا جتنی تھی اور پتہ نہیں وہ زندہ بھی تھے یا نہیں۔ مجھے ملکہ جیسی عورت کی باتوں اور رویہ سے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ملکہ نہیں بلکہ اس کی ہم شکل ہے۔ میں کافی دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر مجھے دیرے دیرے نیند آنے لگی آخر کار میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ مجھے سوئے ہوئے شاید زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے انسانی ڈھانچہ کھڑے ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔

"تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" انہیں سے آواز آئی تو میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

مجھے کہیں کوئی نظر نہیں آیا۔ میں پھر ڈھانچوں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ دونوں دیرے دیرے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے بھانگنا شروع کر دیا۔ کچھ دور جا کر میں نے پیچھے بڑک کر دیکھا ڈھانچے میرے پیچھے آ رہے تھے۔ میں نے اور تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر کافی دور جا کر میں نے پیچھے دیکھا ڈھانچے اب بھی میری طرف آ رہے تھے۔ پھر ایک آواز مجھے سنائی دی۔ "تم مت بھاگو یہ ڈھانچے تمہیں ایک پیغام دینا چاہتے ہیں۔"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آخر یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی؟ ڈھانچے اب بھی میری طرف آ رہے تھے۔ میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا کہ رک جاؤں اور اس آواز کی بات مانتے ہوئے ان ڈھانچوں کو قریب آنے دوں اور دیکھوں کہ آخر یہ مجھے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ مجھے گھیرنے کی چال نہ ہو اور یہ آواز ڈھانچوں ہی کی ہو یا ان کے کسی ساتھی کی ہو۔ میں نے دوبارہ بھانگنا شروع کر دیا۔ میں جنگل میں دوڑ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک مکان نظر آیا۔ جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ میں بھاگتا ہوا مکان کے نزدیک آ گیا اور پیچھے مڑ کے دیکھا ڈھانچے مجھ سے کافی دور تھے۔ میں نے مکان کے دروازے پر دستک دی تو چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والی ملکہ تھی۔ اس نے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔"

میں ملکہ کی بات سن کر گھر میں داخل ہو گیا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ "تم کون ہو اور جنگل میں کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا کہ "میں شکاری ہوں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ شیر کا شکار کرنے آیا تھا کہ

ساتھیوں سے چھڑ گیا اور ڈھانچے میرے پیچھے لگ گئے۔"

میں نے پھر دروازے کی طرف دیکھا۔

ملکہ مجھ سے بولی۔ "تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تم بے فکر ہو جاؤ۔ وہ ڈھانچے تمہیں

کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

ملکہ مجھے ساتھ لے کر اسی کمرے میں آ گئی جہاں میں سو رہا تھا۔

وہ مجھ سے بولی۔ "تم یہاں سو جاؤ ڈھانچے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ صبح میں تم کو تیار

ساتھیوں سے ملا دوں گی۔"

کمرے میں آئے ہوں گے۔ میں نے دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ اندر کمرے میں دونوں عورتیں موجود نہ تھیں لیکن کسی کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ کراہنے کی آواز اسی کمرے سے آرہی تھی۔ جہاں میں بھاگنے سے پہلے موجود تھا۔ میں سمجھ گیا کہ ان عورتوں میں سے کوئی زخمی ہے یا پھر دونوں ہی زخمی ہیں۔ میں فوراً دوسرے کمرے میں گیا۔ یوزمی قالین پر لیٹی ہوئی تھی اور کچھ زخمی تھی جبکہ دوسری عورت اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا انیس؟" میں نے پوچھا۔

"ڈھانچوں نے انہیں نقصان پہنچایا ہے۔" اس عورت نے جواب دیا جو ملک سے مشابہہ تھی۔

"یہ ڈھانچے یہاں کیسے آئے؟" میں نے عورتوں کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ہم دونوں آرام کرنے کے لیٹ گئی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے یہ موجود تھے۔ خوف کے مارے میرے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ میں دوڑ کر کمرے کے کونے میں چلی گئی۔ یہ یوزمی عورت ستاشا سو رہی تھی۔ یہ ڈھانچے اس کے اوپر سے گزر گئے۔ جس کی وجہ سے یہ اتنی زخمی ہوئی کہ بے ہوش ہو گئی۔ پھر وہ ڈھانچے ہمارے کمرے میں داخل ہو گئے۔

میں سکتے میں کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ڈھانچوں نے ہمارے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازے پر آئیں پیدا کیں اور پھر ہمارے کمرے میں گھس گئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ہمیں مار دیں گے۔ کیونکہ تم سو رہے ہو گے لیکن کافی دیر تک اندر سے کوئی آواز نہ آئی تو مجھ میں جب بھی چلنے کی ہمت نہیں تھی۔ دیر کے بعد جب میرے ہوش حواس کچھ بحال ہوئے تو میں نے ستاشا کو دیکھا۔ وہ بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے ہوش میں لانے کے لیے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ کچھ دیر بعد یہ ہوش میں آئی۔ پھر میں جلدی سے ہمارے کمرے میں داخل ہوئی لیکن تم اور کم بخت ڈھانچے کمرے میں موجود نہ تھے اور کمرے کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گئی کہ تم دیوار تو ذکر بھاگ چکے ہو اور ڈھانچے ہمارے قناب میں ہیں۔ کیونکہ تم سب کہیں آس پاس موجود نہیں تھے۔"

عورت کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "تم واپس کیسے آ گئے اور ڈھانچے کہاں ہیں؟"

"وہ میرے قناب میں تھے لیکن میں گھر میں آ گیا۔ شاید وہ گھر کے باہر ہی ہوں گے۔" میں نے عورت کو بتایا۔

پھر میں کمرے کی ٹوٹی ہوئی دیوار دیکھ کر بولا۔ "کیسے وہ یہاں سے اندر نہ آ جائیں؟"

"ہو سکتا ہے یہاں سے آ جائیں۔ آؤ دوسرے کمرے میں چلے ہیں پھر اندر سے دروازہ بند کر لیتے ہیں۔" عورت نے کہا اور ستاشا کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔

میں نے اس سے کہا۔ "تم رہنے دو، میں اسے اٹھا لیتا ہوں۔"

میں نے ستاشا کو اٹھایا اور ہم لوگ دوسرے کمرے میں آ گئے۔ کمرے کے دروازے کھلے ہوئے تھے لیکن ڈھانچے وہاں موجود نہیں تھے۔ عورت نے دونوں دروازوں کی کنڈی لگالی۔

میں ستاشا کی طرف دیکھ کر اس عورت سے بولا۔ "تم تو کہہ رہی تھی کہ یہ ہوش میں آ گئی ہے

لیکن میں صرف منہ ہلا کر رہ گیا اس لیے کہ مجھے اب بھی اپنی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ پھر دیر سے دیر سے ایک ڈھانچے نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھانا شروع کر دیا۔ مجھے اپنی رگوں میں خون نچھ ہوتا محسوس ہوا۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ڈھانچہ ایک بار پھر میرے قریب آ گیا۔ میں مزید پیچھے ہٹ گیا اور پھر دیوار سے جا لگا۔ ڈھانچہ ایک بار پھر میری طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اب میرے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہ تھی۔ ڈھانچے کا ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے دیوار پر زور دار دھکے مارے میں اپنے بچاؤ کے لیے صرف یہی کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرے بالکل سامنے ایک ڈھانچہ تھا جبکہ دوسرا ڈھانچہ دروازے پر موجود تھا۔ اس لیے دروازے سے باہر جانا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ میں نے دیوار پر کچھ زور دار دھکے مارے تو دیوار مجھے کمزور ہوئی محسوس ہوئی۔ ڈھانچے کا ہاتھ میری گردن کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے گٹا کر مٹی دھکے لگائے تو دیوار ٹوٹ گئی اور میں دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کے ساتھ باہر کی جانب گر پڑا۔ مجھ پر دیوار کا کچھ لمبہ بھی گرا تھا اور اس سے مجھے چوٹیں بھی آئی تھیں لیکن اس وقت مجھے ان چوٹوں کی پروا نہ تھی۔ میں جلد از جلد ان ڈھانچوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ میں نے اٹھ کر دوڑ لگا دی۔ باہر اب بھی اندھیرا تھا اور مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں کچھ دیر تک دوڑتا رہا۔ اب مجھے اندھیرے میں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ آس پاس کیا کچھ ہے۔ میں نے رک کر پیچھے کی جانب دیکھا۔ میرے قریب تو ڈھانچے موجود نہ تھے مگر مجھے یقین تھا کہ ڈھانچے کچھ ہی دیر بعد مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ میں تیز دوڑنے کی وجہ سے کافی حد تک تھک گیا تھا۔ اس لیے میں نے دوڑنے کی بجائے تیز چلنا شروع کر دیا۔ میں بار بار پیچھے مڑ کر بھی دیکھ لیتا۔ اچانک مجھے اپنے عقب میں آہٹ سنائی دی۔ میں نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈھانچے میرے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے تیز دوڑنا شروع کر دیا۔ میرے پیچھے ڈھانچوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اچانک مجھے سامنے سے ایک ڈھانچہ آتا دکھائی دیا۔ میں فوراً دائیں جانب مڑ گیا اور مسلسل دوڑتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد ایک بار پھر میرے سامنے ایک ڈھانچہ آ گیا۔ میں پھر دائیں مڑ گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد کئی درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر کچھ درختوں اور میدانی علاقے سے ہوتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے کچھ فاصلہ پر مجھے روشنی نظر آرہی تھی۔ میں بلا سوچے سمجھے اس روشنی کے کافی قریب پہنچ گیا اور مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں اسی گھر پر دوبارہ پہنچ گیا ہوں۔ جہاں سے میں بھاگا تھا اور جہاں وہ دونوں عورتیں موجود تھیں۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ڈھانچے میرے قریب موجود نہیں تھے۔ میں نے سوچا کہ کیا مجھے دوبارہ گھر میں جانا چاہئے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان ڈھانچوں اور عورتوں میں کیا تعلق ہے اور کیا واقعہ ان کا آپس میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ان ڈھانچوں نے ان عورتوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا ہو۔ کیونکہ جب میں گھر میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔ تب وہ ڈھانچے میرے پاس انہیں عورتوں کے کمرے میں سے آئے تھے۔ یہی سوچ کر میں گھر کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے دستک نہیں دی بلکہ دیر سے دروازے پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ڈھانچے اس دروازے سے گھر کے باہر نکلے۔ انہوں نے عورتوں کو نقصان پہنچایا ہوگا اور پھر میرے

کیا اور لا کر ستاشا کو دے دیا۔ ستاشا دودھ پینے کے بعد لیٹ گئی۔ عورت نے اس پر ایک جانور کی کھال ڈال دی، جسے ستاشا نے کھیل کی طرح لپیٹ لیا۔  
 ”تم کون ہو؟“ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔“ میں نے دیوار سے ٹک لگا کر بیٹھے ہوئے عورت سے پوچھا۔

”میرا نام فرما ہے اور میں اس جنگل میں شیطان کے خلاف جنگ کر رہی ہوں۔“  
 اس کی بات سن کر میں چونک گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ ”تم شیطان کے خلاف جنگ کر رہی ہو؟“  
 ”ہاں لیکن تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟“ فرما نے میری حیرت کو دیکھ کر خود بھی حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس لیے کہ میں اور میرے ساتھی بھی شیطان کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔“  
 میری بات سن کر عورت نے بھرپور قہقہے لگانے شروع کر دیے۔  
 ”تم ہنس کیوں رہی ہو؟“ میں نے اسے ہانگوں کی طرح قہقہے لگاتے دیکھ کر پوچھا۔  
 اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ قہقہہ لگاتی رہی۔  
 میں اس سے پوچھتا رہا کہ ”وہ کیوں ہنس رہی ہے؟“

لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ کافی دیر تک مسلسل خوفناک قہقہے لگاتی رہی۔ پھر اس کے قہقہے کی آواز بدلنے لگی۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ ابھی میں اسی پر حیرت زدہ ہو رہا تھا کہ بوزدھی عورت ستاشا نے بھی قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ وہ دونوں نہایت خوفناک آواز میں قہقہے لگا رہی تھیں۔

پھر فرما رک کر بولی۔ ”تمہارے منہ سے کیا سننا چاہتی تھی کہ تم اور تمہارے ساتھی شیطان کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔“

”لیکن تم یہ کیوں سننا چاہتی تھی؟“ میں نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔  
 ”تاکہ تم مزید کوئی جھوٹ نہ بول سکو۔ تم جاننے ہو کہ میں کون ہوں؟“  
 ”نہیں میں نہیں جانتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں اسی ملک کی زوجہ ہوں جسے تم نے قتل کیا تھا۔“ فرما نے جواب دیا۔  
 اس کی بات سن کر مجھے اپنا سانس رکنا ہوا محسوس ہوا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔

”میرے قتل کے بعد ہمیں جنگل میں جتنے بھی لے، وہ سب میرے ساتھی ہیں اور تم لوگوں کو خوفزدہ اور پریشان کر کے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اب تم سب کی موت یقینی ہے۔“ ملک نے اپنی بات کہنے کے بعد زور دار قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ میری جانب بڑھنے لگی۔ میں دھیرے دھیرے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ ملک مجھ تک پہنچتی، میں دروازے کی کنڈی کھول کر مکان سے باہر آ گیا اور ایک جانب بھاگنے لگا۔ مجھے اپنے پیچھے ملک اور ستاشا کے قدموں

لیکن یہ تو اب تک بے ہوش ہے؟“  
 عورت نے میری بات سن کر کہا۔ ”ہاں یہ دوبارہ بے ہوش ہو گئی ہے اور میں اسے ہوش لانے کی کوشش کر رہی تھی۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کافی شدید چوٹیں آئی ہیں۔“ میں نے خیال ظاہر کیا۔  
 ”ہاں چوٹیں تو کافی شدید ہیں۔“ عورت نے پریشان لہجے میں کہا۔  
 میں نے کمرے میں اُدھر اُدھر نظریں دوڑائیں ایک طرف پانی کا برتن رکھا تھا۔  
 میں نے عورت سے کہا کہ ”تم کچھ پانی دو مجھے۔“

”میں پانی کے ذریعے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں۔“ عورت نے بتایا۔

”ہو سکتا ہے اب یہ ہوش میں آجائے۔“ میں نے نرا امید لہجے میں کہا۔  
 عورت نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر پانی کا پیالہ بھرا اور میرے پاس آگئی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا اور اس میں سے تھوڑا پانی ہاتھ میں لے کر ستاشا کے منہ پر چھینٹنے مارنے لگا۔ میں کافی دیر تک پانی کے چھینٹنے اس کے منہ پر مارتا رہا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔  
 میں نے پانی زمین پر رکھ دیا اور عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اب بھی پانی سے اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔“

ابھی عورت نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ستاشا نے ہلکی سی جنبش کی ہم دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے کچھ ہلکے چھینٹنے ستاشا کے چہرے پر مارے تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس نے مجھے حیران و پریشان دیکھ کر کہا۔ ”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”جیسے ہوش میں لا رہا تھا۔“ میں نے ستاشا کو بتایا۔

”لیکن مجھے کیا ہوا ہے؟“ ستاشا نے حیرت سے پوچھا۔

”تم بے ہوش ہو گئی تھی، تم کافی زخمی ہو۔“ عورت نے ستاشا کو بتایا۔

ستاشا نے اس عورت کی بات سن کر اپنے جسم کو ہلکی سی جنبش دی اور کراہنے لگی۔

پھر وہ بولی۔ ”میں زخمی کیسے ہو گئی؟“

عورت نے ستاشا کو تمام تفصیل بتا دی۔

ستاشا نے تمام باتیں سننے کے بعد خوفزدہ نظروں سے کمرے کے دونوں دروازوں کی طرف دیکھا۔

اور بولی۔ ”کیا ان ڈھانچوں نے دوبارہ اندر آنے کی کوشش نہیں کی؟“

”نہیں ابھی تک تو انہوں نے اندر آنے کی کوشش نہیں کی ہے۔“ عورت نے ستاشا کو بتایا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ ”میں جس کمرے میں دودھ دیتی ہوں، اس سے جسیں بہت فائدہ

ہو گا۔“

وہ اٹھ کر کمرے کے ایک کونے میں چلی گئی۔ وہاں موجود مٹی کے چوٹے پر اس نے دودھ گرم

لوگوں کو جنگیوں تک پہنچا کر ختم کروانا تھا اور وہ اب تک اپنی کوششوں میں ناکام تھی۔  
 میں نے ہوشا سے پوچھا۔ ”وہ ہمیں کیوں جنگیوں تک پہنچانا چاہتی تھی؟ وہ جنگیوں کو ہم تک  
 کیوں نہیں لے آئی؟“

”اچھا سوال کیا تم نے۔“ ہوشا نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”دراصل شیطانی کے بھی کچھ اصول ہیں۔ ان میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد کئی  
 لوگوں اور انسانوں سے رابطہ رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ملکہ کو بھی شیطانی کی طرف سے اجازت نہیں  
 تھی لیکن ملکہ کو اس کی خدمات کی وجہ سے خصوصی رعایت دی گئی اور اسے صرف اتنا اختیار دیا گیا کہ وہ  
 تم لوگوں کو خوفزدہ کر کے مار سکے یا پھر ان جنگیوں تک لے جاسکے۔ وہ سب تم لوگوں کو خوفزدہ کر رہے  
 تھے۔“

کچھ دیر بعد ہم سب سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ دور ایک بڑی سی لالچ کھڑی نظر آ رہی تھی  
 بلند دو چھوٹی چھوٹی کشتیاں ساحل پر موجود تھیں۔ ہم سب ان دونوں کشتیوں میں سوار ہو گئے اور پھر  
 کچھ ہی دیر بعد لالچ پر پہنچ گئے۔ لالچ میں دو آدمی تھے۔ جنہیں دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں  
 لالچ والے تھے۔

”چلو ہمیں اب جلد از جلد واپس چلو۔“ ہوشا نے ایک آدمی سے کہا۔  
 دونوں آدمی لالچ چلانے کے لیے ایک کیمین میں چلے گئے۔  
 ”میرا خیال ہے کہ اب ہم سب کو کیمین میں جا کر آرام کرنا چاہیے۔“ تیمور صاحب نے کہا اور  
 ہم سب ایک کیمین میں داخل ہو گئے۔

یہ کیمین بہت شاندار تھا۔ اس میں ایک جانب کچھ کرسیاں بھی ہوتی تھیں جبکہ دوسری طرف  
 کئی بیلہ موجود تھے اور فرش پر نہایت قیمتی اور آرام دہ قالین بچھا ہوا تھا۔ ہم سب ایک ایک بیٹ پر لیٹ  
 گئے۔ مجھے نرم بیڈ پر لیٹ کر بہت آرام ملا تھا۔ میں نے آنکھیں موند لیں اور سوپنے لگا کہ اگر ہوشا جنگل  
 میں نہ آتا تو شاید ملکہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتی اور اب تک ہم لوگ موت کے منہ میں ہوتے۔  
 ”کتنا سکون ملا ہے۔“ آرام وہ بستر پر لیٹ کر شوبھا نے کہا۔

”واقعی تم ٹھیک کہتی ہو“ بہت دنوں بعد ایسا آرام نصیب ہوا ہے۔“ تیمور صاحب نے کہا اور  
 کچھ دیر بعد ہی سب خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

جب میری آنکھ کھلی تو تیمور صاحب اور برلویض کیمین میں موجود نہیں تھے جبکہ ہوشا آنکھیں بند  
 نیچے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا اور شوبھا چادر تانے سو رہی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک ہوشا کو  
 دیکھتا رہا۔ پھر تیمور صاحب کے بستر پر سگریٹ کا پیکٹ دیکھ کر میرا دل لچانے لگا۔ میں نے اٹھ کر سگریٹ  
 اور ماچس اٹھایا اور واپس اپنے بیڈ پر آگیا اور سگریٹ سٹاکر اس سے لفافہ اندوز ہونے لگا۔ آج بہت  
 دنوں بعد مجھے سگریٹ ملا تھا۔ میں خوب لمبے لمبے کش لیتا رہا۔ پہلا سگریٹ ختم ہوا تو دوسرا سگریٹ سٹاکر  
 اور ہوشا کو دیکھنے لگا۔ وہ اب بھی آنکھیں بند کیے کچھ پڑھا رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔  
 میری طرف دیکھ کر بولا۔ ”آؤ باہر تازہ ہوا کے مزے لیتے ہیں۔“

کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ میں ان سے نہیں بچ سکتا۔ پھر بھی میں بھاگ رہا تھا کہ شاید  
 میرے بچنے کی کوئی صورت بن جائے۔

بہت دیر بھاگنے کے بعد میرا سانس پھول گیا۔ اب مجھ سے بھاگا نہیں جا رہا تھا۔ میں ایک پتھر سے  
 ٹھوکر کھا کر زمین پر گر گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ملکہ اور ستاشا کے بیولے میری جانب بڑھ  
 رہے تھے اور پھر وہ دونوں میرے بالکل قریب آگئیں۔ اب ان دونوں کے ہاتھ دھیرے دھیرے میری  
 گردن کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر اٹھ کر بھاگنے کے لیے اپنی تمام قوت جمع کی اور ان  
 دونوں کی گرفت سے بچنا چاہا لیکن میرے جسم میں اتنی قوت نہیں تھی کہ میں مزید دوڑ سکتا۔ ملکہ اور  
 ستاشا کے ہاتھوں نے میری گردن کو چھو لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کرتی اچانک ہر طرف روشنی ہی  
 روشنی ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اچانک دن ہو گیا ہو، ہر چیز واضح اور صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے  
 ادھر ادھر دیکھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ ملکہ اور ستاشا ایک جانب  
 بھاگنے لگی تھیں۔ اچانک وہ ایک جگہ ٹھہر گئیں اور پھر دیکھنے ہی دیکھتے فضا میں بلند ہوئیں اور کچھ ہی  
 دیر میں میری نظروں کے سامنے سے اوہل ہو گئیں۔ میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ دور سے کچھ  
 لوگ میری جانب آتے دکھائی دے رہے تھے اور پھر وہ لوگ اتنے قریب آ گئے کہ میں انہیں پہچان گیا۔  
 وہ تیمور صاحب، شوبھا، برلویض اور ہوشا تھے۔ ہوشا کو دیکھ کر مجھے خوش ہوئی بلکہ میں حیران بھی تھا کہ  
 وہ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ وہ سب مسکراتے ہوئے میرے قریب آ گئے۔

”خدا نے ہمیں بچالیا۔“ شوبھا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”تم ٹھیک کہتی ہو یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے اب تک کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔“ میں نے کہا۔

”ابھی سب پتہ چل جائے گا۔“ ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

میں اس کے ہاتھ کے سارے کھڑا ہو گیا، پھر ہم سب چل پڑے۔

”ہوشا تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟“ میں نے پوچھا۔

”جب ملکہ نے نقلی ہوشا کے ذریعے تم لوگوں کو مفلوج کر دیا تو ملکہ کا خیال تھا کہ اس نے

میرے دماغ کو ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دیا لیکن شاید اسے میرے علم کا اندازہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے علم

کے زور پر میرے تقریباً تمام دماغ کو مفلوج کر دیا تاہم میرے علم کی وجہ سے کچھ حصہ مفلوج نہیں ہوا

تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں کے بعد اپنے آپ کو ملکہ کے علم سے آزاد کرا لیا اور پھر فوراً یہاں پہنچ گیا۔

سب سے پہلے میں نے تیمور صاحب وغیرہ کو ملکہ کے اثرات سے آزاد کرایا۔ اس کے بعد ہم لوگ تم

تک پہنچ گئے۔“ اگر تم لوگ صحیح وقت پر نہ آتے تو ملکہ کی روح یقیناً مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔“

میں نے کہا۔

”نہیں وہ ہمیں مار نہیں سکتی تھی۔“ ہوشا نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ملکہ کی روح میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ خود ہمیں مار سکتی۔ اس لیے اپنے ساتھیوں کی مدد

سے وہ تم لوگوں کو خوفزدہ کر رہی تھی اور اس کا اصل مقصد ہمیں خوفزدہ کر کے یا پھر کسی طرح تم

تیور صاحب بولے۔ "اسے تم لوگ چھوڑ جاؤ۔ میں اسے کچھ ہی دنوں بعد کسی نہ کسی طرح بھجوا دوں گا۔"

برلویض اور میں دوسرے دن واپس جاشان صاحب کے پاس پہنچ گئے۔

برلویض نے جاشان صاحب سے کہا۔ "جناب آپ نے ہمیں فوری طور پر واپس کیوں بلوایا ہے؟"

جاشان صاحب نے جواب دیا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے سلطان کی والدہ کی خبر خبرچی رکھی تھیں اور انہیں وقتاً فوقتاً مختلف طریقے سے تسلیاں بھی دیتا رہتا تھا کہ سلطان جلد ہی واپس آ جائے گا لیکن اب جب ان کی طبیعت کچھ خراب ہوئی تو میں نے سلطان کو فوراً واپس بلوایا۔"

جاشان صاحب چند لمحوں کے لیے رکے اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر بولے۔ "سلطان حمیس پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہاری والدہ کو کھارا دیا ہے کہ تم دو چار روز میں گھر پہنچ جاؤ گے۔ ان کی طبیعت زیادہ خراب نہیں ہے۔ میں پاکستان بھیج کر صرف تمہاری بیماری اور اغلاص کو اُڑانا چاہتا تھا۔ تم اپنے امتحان میں پورے اترے ہو۔ اب تم ہمیشہ ہمارے کھینچے ہوئے حصار میں محفوظ رہو گے۔ کل تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔"

جاشان صاحب کی بات سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے جاشان صاحب سے کہا۔ "جناب میں ہاں سے ملنے کے بعد آپ لوگوں کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

جاشان میری طرف تعریفی نظروں سے دیکھ کر مسکرائے گئے بعد بولے۔ "مجھے تم پر فخر ہے، اب تمہارے ذمہ صرف یہ کام ہو گا کہ تم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شیطان کے خلاف کام کرنے کی طرف راغب کرو۔ تم اپنے شہر میں ہی اپنے کام کے لیے اپنے ممبرز کی مدد سے ایک تربیتی ادارہ بنا سکتے ہو۔ ہم شاکو کو تمہارے ساتھ رہنے دینا گے۔ تم دونوں کا کام زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شیطان کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کرنا ہو گا۔ اس طرح تم آرام سے اپنی والدہ کے پاس رہ سکو گے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" برلویض نے جاشان صاحب سے پوچھا۔

"وہ حمیس بعد میں بتا دوں گا۔ اب تم لوگ جاؤ اور آرام کرو۔"

آج بہت عرصہ ہو چکا ہے۔ میں ایک پیارے سے بیٹے کا باپ ہوں۔ میں 'شوہا اور شاکو' جاشان صاحب کی ہدایت کے مطابق شیطان کے خلاف لوگوں کو منظم کرنے کا ایک ادارہ کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ جاشان صاحب نے اب ہمیں ہمیں تک محدود کر دیا ہے۔ ان کی کامیابیوں کی اطلاع ہمیں ملتی رہتی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک آپ سب لوگ اپنے اپنے طور پر شیطان کے خلاف نہیں سوچیں گے، اس کے خلاف عمل نہیں کریں گے، ہمارا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے آپ لوگ میری بات پر ضرور غور کریں گے۔

**ختم شد**

"فی الحال میں تو سگریٹ کے مزے لے رہا ہوں۔ اگر تم کہتے ہو تو تازہ ہوا کے مزے بھی لیتے ہیں۔" میں نے بیڈ سے اٹھ کر اترے ہوئے مسکرا کر کہا۔

ہوشا بھی میری بات پر مسکرا دیا اور پھر ہم دونوں کیمین سے باہر آ گئے۔ تیور صاحب اور برلویض باہر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ان کے قریب ہی کچھ اور کرسیاں بھی پڑی تھیں۔ ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" ہوشا نے تیور صاحب سے پوچھا۔

"ہم لوگ سمندر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔" تیور صاحب نے جواب دیا۔

"سمندر، سمندر" ہوشا نے سمندر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کتنی گہرائی ہے اس میں کتنا سکون ہے اس میں کتنے طوفان ہیں اس میں کتنا غصہ ہے اس میں کتنی موجیں ہیں اس میں۔"

"ایک بات بتاؤ ہوشا۔" میں نے ہوشا سے کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" ہوشا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب تم لوگ جنگل میں میرے قریب آئے تھے تو اچانک دن کیسے ہو گیا تھا جبکہ اس سے پہلے رات تھی۔" میں نے پوچھا۔

میری بات سن کر ہوشا مسکرایا، پھر بولا۔ "یہ پراسرار دنیا بھی عجیب ہے اس کے اسرار سے آج تک کوئی مکمل طور پر آگہی حاصل نہیں کر پایا۔ یہاں ایسے ایسے کرشمے ہوتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تم جو روشنی اور اندھیرے کی بات کر رہے ہو وہ بھی پراسرار واقعات کی ایک کڑی تھی۔ دراصل اس وقت دن ہی تھا لیکن ملکہ کی روح نے کچھ اس علاقے میں اپنے علم کی مدد سے اندھیرا پھیلا رکھا تھا اور جو فوجی میں نے اس کے پھیلائے ہوئے ظلم کو توڑا تو اندھیرا چھٹ گیا اور روشنی ہو گئی۔"

میں ہوشا کی بات سن کر حیران رہ گیا۔ واقعی عقل کو دنگ کر دینے والی بات بتا رہا تھا۔ ہمارا سفر ہنٹے مسکراتے گزر گیا اور ہم لوگ، عزت تیور صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ہم سب کھانے میں مصروف تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ تیور صاحب نے فون اٹھایا اور پہلو کھینے کے بعد کچھ سننے لگے۔ پھر بولے۔ "جی ہاں جاشان صاحب آپ کے کہنے کے مطابق میں کام کر رہا ہوں اگر آپ کا حکم ہو تو میں سلطان اور برلویض کو واپس بھیج دیتا ہوں۔"

تیور صاحب نے بات ختم کرنے کے بعد ریسور دیکھ دیا اور مجھ سے اور برلویض سے مخاطب ہوئے۔ "تم لوگوں کو کل واپس روانہ ہوتا ہے۔"

"لیکن کیوں؟" برلویض نے تیور صاحب سے پوچھا۔

"جاشان صاحب کا حکم ہے اور فون پر کوئی مشکوک بات چیت نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے میں نے جاشان صاحب سے مختصر بات چیت کی ہے۔ اب حمیس وہیں جا کر پتہ چلے گا کہ انہوں نے تم لوگوں کو کیوں بلوایا ہے۔"

"لیکن شوہا کس طرح جانے گی؟" میں نے کہا۔

ستوپا ڈھا کہ کے پس منظر میں لکھا جانے والا ایک دلگداز ناول

# سَراب

ڈاکٹر عاقب..... براہِ عشق کا مسافر جس نے وطن کی حفاظت کے لئے سر پر کفن باندھ لیا۔

میجر بیگ..... اُس کے لئے وطن کی حرمت پر مرغناہی زعمی کا مقصد تھا۔

لالہ..... دشمن کی سرزمین پر اُسے سنا کون چتے چہواہے نے والا ایک انوکھا کردار۔

دوشی..... اظہارِ آرمی کا دورِ بد و صفت میجر جو کسی دوشی کو معاف کرنے کا قائل نہیں تھا مگر

ایک دن وقت نے اُسے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔

حکیمہ..... وہ بکٹی ہائی کی آلہ کار تھی۔ علیحدہ وطن کے ذریعے خواب نے اُسے اس طرح ڈسا

کہ اُس کے لئے غداری کی صفائی کے سوا کوئی دوسرا تریاق باقی نہ بچا۔

راحت گل..... حوا کی وہ بیٹی جس نے اپنے جرم کی سزا خود قتل کی اور اُسے بھگتنے

کے لئے بھر کے لمبے خارزاروں میں گم ہو گئی۔

شہنشاہ..... محب وطن بنگالیوں کا نمائندہ کردار۔ اُس نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے ہم

قوموں کے ماتھے سے غداری کا داغ دھونے کی کوشش کی تھی۔

سرفراز احمد رائی کے قلم سے سرفروشی اور حسن و عشق کی ایک سلگتی داستان کا بیان

قیمت: 150-00 روپے

شاءِ پبلی کیشنز

راجپوت مارکیٹ اردو بازار لاہور